دیوان محب

طبعزاد

خادم نسوان محب حسین مدیر رسالہ معلم نسوان

ومترجم کتب امیر علی ٹھگ پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۹۰۳ء

باہتمام محمد ابراھیم خان اکبر آبادی 1992

مطبع شمس سے حیدرآباد دکن میں چھپا

نذر

مین اپنی اس ناچیز تصنیف کو ایک معزز مسلمان پردہ نشین خاتون کیخدمت میں بغرض نذر پیش کرتا ہون جن کے علم و فضل اور مذاق فلسفی کو مین بڑی عزت کی نظر سے دیکھتا ہون۔ امید ہے کہ یہ معزز خاتون اپنی لیاقت اور علم سے کبھی اپنی مسلمان بہنون کو فائدہ پہنچائین گی۔ اور اپنی قوم کی مستورات کے لئے وہ اپنے آپ کو بطور ایک اعلےٰ نمونہ کے پیش کرین گی۔

خادم نسوان

محب حسین



غزل کے لغوی معنی عورتوں سے عشق اور باتیں کرنے کے ہیں اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ غزل میں معشوق کا حسن و عشق۔ اسکے خال و خط کی تعریف۔ وصل کی خوشی۔ ہجر کا رنج و غم۔ اسکے جور و جفا۔ ناز و انداز۔ اسکی بے پروائی اور بے رخی۔ اسکی مے نوشی اور عاشق کی آوارگی۔ شوریدہ سری۔ فلک کج رفتار کے ظلم و ستم اور مفارقت یار کے رنج و الم بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ ہیں لغوی اور اصطلاحی معنی غزل کے جسکے مطابق آجکل تقریباً تمام اردو کے دیوان لکھے جاتے ہیں اور شعرائے ہند غزل کا یہی موضوع سمجھتے ہیں

گو ابتدائی زمانے میں جبکہ غزل کا رواج شروع ہوا ہو گا شاید غزل عورتوں کے حسن و عشق ہی میں محدود رہی ہو گی۔ مگر فارسی اساتذہ کے دواوین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دراز سے غزل میں ہر قسم کے مضامین (فلسفیانہ۔ نصیحانہ۔ اخلاقانہ۔ عبرت انگیز وغیرہ) باندھے جاتے ہیں اور اردو کے بعض مستند شاعروں کے پاکیزہ کلام میں بھی ہر رنگ کا شعر پایا جاتا ہے۔ بعض شعرا نے تو غزل کو اپنے اپنے اقِ خاص کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ چنانچہ میر انیس اور مرزا دبیر نے غزل ہی کا

نام سلام رکھہ کر اس مین واقعہ کربلا کے متعلق ہر طرح کے درد انگیز اور رقت خیز
مضامین باندہے ہین۔ اہل معرفت یعنی صوفیائے کرام نے بہی غزل ہی کو اپنے
وجد مین لانے والے خیالی اور ربانی مضامین کے لیئے منتخب فرمایا ہے اور اسی
مین بجائے عورت کے اس معشوق حقیقی کے مختلف جلوون اور رنگون کو ظاہر کیا ہے
جو دنیا کی ہر چیز مین جلوہ گر ہے ہمارے اس زمانے کے مشہور جدید طرز کے شاعر ہند
مولانا الطاف حسین حالی نے بہی غزلون ہی کے ذریعہ سے اپنے دیوان مین اکثر تمدنی
خرابیون کی سچی تصویر کہینچی ہے اور قوم کی محبت اور ہمدردی کی طرف ترغیب تحریص
دلائی ہے ان تمام واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل کا
دائرہ بہت وسیع ہے اور اس مین ہر قسم کے مضامین باندہے جا سکتے ہین۔ مگر افسوس
ہے کہ اس وسیع دائرے کو اس زمانے کے اردو شاعرون نے بہت ہی تنگ کر دیا ہے
اور وہ غزل کو صرف عورتون کے حسن و عشق ہی کے لیئے مخصوص جانتے ہین اور وصل
و ہجر کے مضامین کے سوا اور دنیا کی کسی اور حسین چیز کو چشم بصیرت سے نہین دیکہتے یہان
پر ہم افسوس کے ساتہہ اس بات کو ظاہر کیئے بغیر رہ نہین سکتے کہ اس زمانے کے بعض
اردو شاعرون کے عشقیہ مضامین فحش کی حد تک بہی پہونچ گئے ہین جنہین عورتین
تو درکنار مہذب مرد بہی پڑہنا گوارہ نہین کرتے۔ اے کاش ان نامہذب خیالات کی
اشاعت کے جگہ اگر کوئی مفید قوم خیالات شایع کیئے جاتے تو اس شاعری سے
کیا کچھہ فائدہ ملک و ملت کو حاصل نہ ہوتا۔ اور نوجوانون مین عورتون کے عشق کی بجا
بہت کچھہ محبت قوم و ملک جوش زن ہوتی۔

غزل کے وسیع دائرے کے خیال سے مینے اپنے ناچیز خیالات کو جنہین

عورتوں کے حسن و عشق سے کوئی تعلق نہیں۔ غزلوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنے
کی جرأت کی ہے۔ مگر پھر بھی شاعری کے موضوعِ عام کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے
ہمنے عورتوں کے حسن و عشق، خط و خال اور وصل و ہجر کے عوض ان کی مخصوص
مصیبتوں اور لا علاج دردوں کو بیان کیا ہے اور بجائے عشق کے جذبات کے
ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے جذبات کو دکھایا ہے اور انکے رنجوں اور
تکلیفوں کی سچی تصویر اس غرض سے کھینچی ہے کہ ان مظلومات ہند کی حالت زار پہ
لوگوں کو رحم آئے اور وہ بلائے قید دوام سے رہائی پائیں۔

یہاں پر ہمارے سنجیدہ دوست یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب تک دنیا میں یہ مرد
اور عورتیں موجود ہیں۔ اسوقت تک یہ حسن و عشق کے جذبات بھی پائے جائیں گے۔
اور ان کے بیان سے انسان کو ایک خاص دلچسپی اور لذت حاصل ہوتی رہے گی
پھر کیا وجہ ہے کہ غزل کا موجودہ عشقیہ مذاق بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے۔ اس اعتراض
کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر عشق ایک حیوانی جذبہ ہے جو
انسانوں کی بہ نسبت حیوانوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور جن انسانوں میں جس قدر
عقل کی کمی ہوتی ہے۔ اسی قدر ان میں یہ عشق اور دوسرے حیوانی جذبات (غصہ
خوف۔ بغض حسد وغیرہ) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ برخلاف اسکے جن انسانوں میں
عقل اور قوائے ادراکی و ملکوتی زوردار ہوتے ہیں ان میں عشق کا تو نام بھی پایا نہیں جاتا اور
دوسرے قوائے حیوانی اور خواہشات نفسانی بھی نہایت کمزوری کی حالت میں دیکھے جاتے
ہیں کیونکہ قوائے عقلی و حیوانی میں ایک عام مخالفت ہے ایک کی زیادتی سے دوسرے
کا کم لازم آتی ہے علاوہ ازیں انسان میں سب سے پہلے قوائے حیوانی ظاہر ہوتے ہیں اور خو

بجز وہ بغیر کسی اکتساب کے ترقی کرتے ہین۔ برخلاف اسکے قواے عقلی محتاج تعلیم واکتساب ہین بدقسمتی سے جن اشخاص کو تعلیم و تربیت نصیب نہین ہوتی اور جن کے خود رو قواے حیوانی بے روک ٹوک چھوڑدے جاتے ہین ان مین قواے عقلی اور ملکوتی (فکر، رحم وکرم وغیرہ) بہت کمزور ہوتے ہین۔ اور ایسے انسان حیوانون سے بھی زیادہ پست اور حقیر بلکہ مضر خلائق بھی ہوتے ہین۔

ان عام واقعات سے جنہین ہر ایک فرد بشر بذات خود مشاہدہ اور تجربہ کرسکتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداے زمانہ ہی سے انسانون کے قواے عقلیہ کے ابھارنے اور قواے حیوانیہ کے دبانے اور روکنے کی سخت ضرورت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کسی ملک یا قوم مین انسان کے جذبات شہوانی اور قواے حیوانی اشتعال انگیز شاعری اور عشق خیز نادلون اور فسانون کے ذریعہ سے ابھارے جائین گے اور انکے قواے عقلی کی ترقی کا کوئی وسیلہ موجود نہ ہوگا۔ تو ضرور وہان کے انسان حیوانی افعال اور شیطانی حرکات مین مبتلا ہوجائین گے۔ اور رات دن فسق وفجور کا بازار گرم رہے گا برائیان اور بدخلقیان معیوب سمجھی جائین گی اور نیکون اور خوش خلقیون کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ ہر شخص کی غایت زندگی صرف حصول لذائذ حیوانی ہوگی اور تمدن اور اخلاق کا وہ سلسلہ جسکے رشتہ مین ایک قوم یا ملک کے آدمی بندھے ہوتے ہین ٹوٹ جائے گا اور پھر بربادی ملک وقوم اس کا لازمی نتیجہ ہے اخلاق اور اعمال کی تباہی سے انسان حیوانون سے بھی زیادہ پست اور حقیر ہوجاتے ہین اور پھر وہ ان قومون کے شکار ہوجاتے ہین جو ان سے قواے عقلی اور تہذیب اخلاق مین زیادہ ہوتی ہین۔ اور اسکا لازمی نتیجہ ابدی غلامی اور زوال نعمت آزادی ہوتا ہے جو ہر ایک جاندار کا فطری

حق ہے۔

ہمارے اس خیال پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آجکل کی ترقی یافتہ مہذب قومون مین بھی تو عشقیہ نظمین اور ناولین شایع ہوتی ہین۔ پھر وہان کیون نہین یہ خطرناک نتیجے پیدا ہوتے ہین؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہان حسن و عشق کی ناولون اور عشقیہ نظمون کے لکھنے سے عامہ خلائق کو کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچایا جاتا ہے اور انکے لکھنے کی غرض کسی بُرائی کا دفع کرنا اور لوگون کو اس سے نفرت دلانا ہوئی ہے۔ کوئی نظم تو اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ مفلسون کی تباہ حالت درست کیجاے اور کسیکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ امرا کے اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہو اور سوسائٹی مین عیب بڑھنے نہ پائین۔ الغرض وہان جذبات حیوانی اسطرح سے بیان کئے جاتے ہین کہ جس سے بعوض کسی اشتعال و تحریک کے خود انہین جذبات سے انسان کو تنفر پیدا ہو۔ کیونکہ ہر قسم کے علم سے انسان کو فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے اور ہر طرح کے واقعات سے دنیا کو نفع پہونچتا ہے۔ جب کوئی برا فعل اسطرح سے بیان کیا جائے گا کہ وہ بُرا ہے تو ضرور اسکے سننے یا پڑھنے سے انسان کو فائدہ پہنچے گا اور وہ اس برائی سے خبردار ہو کر اس سے محفوظ رہے گا۔ اس موقع پر سعدی صاحب کا یہ جملہ بھی یہان لکھنے کے لایق ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ ادب از کے اموختی؟ گفت از بے ادبان۔" برخلاف اسکے ہماری عشقیہ شاعری اور ناولون مین اکثر حیوانی جذبات کو صرف اشتعال انگیز پیرایہ مین بیان کیا جاتا ہے جس سے بعوض کسی اخلاقی فائدہ ـــــ کے لوگون کو ایک قسم کی مضرت پہنچتی ہے اور نوجوانون کے قوائے حیوانیہ مین ایک جوش اور ابھار پیدا ہوتا ہے۔ دیوانون کی اکثر غزلون کا یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ انکے پڑھنے والے نوجوان اشخاص کسبیون پر عاشق ہوجاتے

ہین اور اپنی زندگی کو برباد کر دیتے ہین۔ عورتون کے عشق اور عاشقون کی شوریدہ سری
اور دیوانگی کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہین اور بالآخر خود اس بلا مین مبتلا ہو جاتے
ہین۔ یہ ہین نتیجے دونون ملکون کی شاعری کے جنہین ہمنے یہان بیان کیا۔

ہم یہ نہین کہتے ہین کہ آجکل کے تمام اردو شاعرون کا کلام جذبات حیوانی کو مشتعل
کرنیوالا ہے۔ مگر بعض شاعرون کی غزلون کا یہ اثر تو مسلم مانا گیا ہے اگر ہمارے ملک
کے کہنہ مشق شاعر اس عشقیہ شاعری کا صرف تھوڑا سا پہلو بدل دیتے اور لوگون کے
اخلاقی فائدہ کا لحاظ رکھتے تو اس سے ہماری قوم کو کیا کچھ فائدے نہ پہنچتے انہین چاہئے
تھا کہ اپنی پاکیزہ نظمون کے وسیلہ سے اہل ہند کے اخلاق و عادات درست کرتے
بہت سی تکلیف دہ رسمون کو اوٹھاتے اور انسانی تمدن کو اپنے بیبہا کلام سے
مختلف قیمتی فائدے پہنچاتے۔

تہذیب و متانت کے ساتھہ عورتون کے حسن و جمال کو بیان کرنا اور حیوانی جذبات
کو دکھانا کوئی بری بات نہین بشرطیکہ اس سے اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہو۔ اور عامہ خلایق کو
کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہو یا عشق کے جذبات انسانی فطرت پر روشنی ڈالنے کے لئے دکھائے جائین۔
مگر افسوس کے ساتھہ یہان اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس زمانے مین اکثر
اردو زبان کے شاعر عورتون کے حسن جمال عشق۔ وصل و ہجر کے بیان مین امور مذکورہ بالا
کو ملحوظ نہین رکھتے۔ اور تہذیب و شایستگی کی حد سے گذر جاتے ہین اور بعض اوقات
تو بیچاری عورتونکی ننگی تصویرین مشاعرون کے جلسون مین سب کے سامنے لاکر کھڑی
کردی جاتی ہین جس سے بعض نو مہذب اور نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اشخاص اس
شاعری ہی سے نفرت کرنے لگے ہین۔ اور ایسے مشاعرون مین جانے اور ایسی غزلون

کے سننے اور پڑھنے سے اجتناب کرتے ہین۔ اس عام نفرت کا ثبوت ہمین مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ہوتا ہے اور وہ یہ ہین۔

(۱) گذشتہ زمانے کی بہ نسبت اب مشاعرے بہت ہی کم ہوتے ہین اور مہذب اور لایق اشخاص ان مین بہت ہی کم جاتے ہین۔

(۲) گلدستون کی اشاعت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اور ان کے خریدارون کی اسقدر کمی ہے کہ وہ بہت ہی قلیل عرصہ کے بعد بند ہو جاتے ہین۔

(۳) ان مقبول دیوانون کے سوا جن کی غزلین کسبیون اور قوالون کے کار آمد ہین اور کوئی نئے طبع شدہ دیوان فروخت نہین ہوتے۔ اور انکے لکھنے والے گمنامی اور کس مپرسی کی حالت مین پڑے رہتے ہین۔

(۴) عام طور پر اس زمانے مین لایق اشخاص اردو کی غزلون کو آنکھ اوٹھا کر بھی نہین دیکھتے اور بجز چند مشہور و معروف شاعرون کے اور کسی کا کلام فروخت نہین ہوتا۔ گو وہ کیسا ہی اچھا کیون نہو۔

شاعری، موسیقی اور مصوری فنون لطیفہ ہین اور جب تک انسانی سوسائٹی دنیا مین قایم ہے ان چیزون کا بھی کم و بیش مذاق باقی رہے گا۔ شاعری بہ نفسہ عمدہ چیز ہے اگر سوے استعمال کی وجہ سے وہ قابل نفرت نہ بنا دی جائے اس زمانہ مین جبکہ مغربی خیالات نے ہندوستان مین ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے اردو کی شاعری مین بھی ایک بین تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب پرانی ایشیائی شاعری متروک اور اسکی جگہ مغربی شاعری قایم ہوتی جاتی ہے اور شاعرون کے مذاق مین بھی بہت کچھ فرق آگیا ہے۔ اکثر اردو شاعر اب صاف صاف عورتون کی برہنہ تصویر اپنی غزلون

مین کھینچنا معیوب سمجھنے لگے ہین اور انکے کلام مین متانت اور سنجیدگی بڑھتی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ہندوستان مین جسقدر تعلیم عام ہوتی جائے گی اور مغربی خیالات پھیلتے جائینگے اسیقدر عام مذاق شاعری مین بھی اصلاح ہوتی جائے گی۔ اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ اب اخبارون اور رسالون مین پرانی گندی غزلون کے عوض مفید قوم اور پاکیزہ نظمین شایع ہونے لگی ہین۔ جو اخلاق و تمدن کو بہت کچھ فائدہ پہنچائینگی اور جن سے بتدریج قوم کا موجودہ مذاق شاعری بھی پاکیزہ ہوجائے گا۔

لیکن جو انقلاب موجودہ اردو کی شاعری مین مغربی تعلیم کے اثرات سے پیدا ہورہا ہے اس کا وہ رخ بھی ہمین انصاف کے ساتھ دکھانا چاہیے جسنے قدیم ایشائی طرز بیان کو جو یورپ کے طرز بیان سے بہت ہی زیادہ بلند پایہ تھا بہت کچھ نقصان پہونچایا ہے ہم افسوس کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہین کہ اس زمانہ مین اہل یورپ کی تقلید بہت کچھ بے سوچے سمجھے کی جارہی ہے اور ہماری شاعری کا وہ قدیم طرز بیان جو صدیون کی جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد ہمارے پرانے عربی اور فارسی شاعرون نے پیدا کیا تھا برباد کیا جارہا ہے اور اسکی جگہ آنکھین بند کرکے وہ نامطبوع۔ روکھا پھیکا اوبلی کھچڑی والا مذاق قایم ہورہا ہے جو نئی شاعری کے نام سے موسوم ہے اسمین کوئی کلام نہین کہ ایشیائی شاعری کا طرز بیان یوروپ کی شاعری کے طرز بیان سے زیادہ دلچسپ بلند تر اور ہماری طبیعتون کے مناسب ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ مین سے اپنے وطنی گلاب کے خوشنما اور خوشبودار درختون کو تو اکھاڑ کر پھینک دے اور ان کی جگہ دوسرے ملک کے ادنی درجہ کے کروٹن اور جنگلی گھاس پھوس کے درخت لگائے محض اندھی تقلید ہمیشہ ہر ایک فن کو مضرت پہونچاتی ہے اور یہی

اسی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے کہ عمدہ طرز بیان اور بندشون کے اعتبار سے اب ہماری شاعری تنزل کر رہی ہے اور اپنے اس پرانے قابل فخر طرز بیان کو خراب کر رہی جاتی ہے جو اس لایق تھا کہ اہل یورپ کے شاعر اس کی تقلید کرتے۔

کسی خاص طرز بیان کو برسون کی محنت مین کوئی خاص ملک اور سوسائٹی پیدا کرتی ہے جو اُس ملک و قوم کے لیے مطبوع و موزون ہوجاتا ہے۔ برخلاف اسکے ہر ایک جدید طرز بیان مدتون تک لوگون کی طبیعتون کو اجنبی اور ناپسندیدہ رہتا ہے۔ ایک ہند کے آدمی کو جو اپنے ملک کے گانے بجانے مین لطف آتا ہے وہ یورپ کے باجون اور گانے سے ہرگز نہین حاصل ہوتا۔ حالانکہ اب یوروپ کا علم موسیقی بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ اسی طرح ایشیائی شاعری کا طرز بیان ہمارے طبایع کو واقعی نہایت ہی خوشگوار اور یوروپ کی شاعری کا طرز بیان بہت کچھہ ناگوار ہے۔

اسی خیال سے ہم نے قدیم ایشیائی طرز بیان کو قایم رکھا ہے اور اس قدیم رنگ مین جدید مغربی خیالات کی رنگنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نہین جانتے کہ ہم اس کوشش مین کہان تک کامیاب ہوئے ہین اس کا تصفیہ ہمارے ناظرین کے ذمہ ہے۔

اس دیوان مین جسکی اشاعت کی تحریک ہمارے فرزند صادق حسین کی جانب سے عمل مین آئی ہے۔ اکثر وہی پرانی غزلین ہین جو وقتاً فوقتاً رسالہ معلم نسوان مین شایع ہوچکی ہین۔ مگر اس مین کوئی شک وشبہ نہین کہ نظر ثانی سے وہ بہت کچھہ نئی ہوگئی ہین۔

ان کے ... بہت سی غزلین جدید بھی ہین جو ابھی تک شایع نہین ہوئی ہین۔ ان غزلون کے لکھنے مین ہمیشہ یہی ہماری کوشش رہی ہے کہ عمدہ عمدہ کارآمد نئے مضامین صاف اردو زبان مین باندھے جائین اور نظم کی شیرینی سے وعظ و پند کی تلخی

جاتی رہے ہے۔ چونکہ ہماری پچھلی تصنیف یعنی رباعیات محب پر اکثر اخبارون اور رسالون نے ریویو لکھے تھے اور ہمارے کلام کی داد توقع سے زیادہ دی تھی جسکا ہم شکریہ ادا کرتے ہین اور بالاتفاق ہماری اس نئے رنگ کی شاعری کو مفید ملک وملت بتایا تھا۔ اس لئے ہمین اس دیوان کی اشاعت کی اور بھی جرءت ہوئی اور اگرچہ کہ مالی نقصان نے ہمت کو پست کردیا تھا۔ لیکن اس خیال نے پھر ہماری ہمت بندھائی کہ ملک وملت کی سچی خدمت وہی ہے جسکا کوئی صلہ نہ ملے اور سچا خادم قوم وہی ہے جو محض انسانی ہمدردی کی غرض سے اپنا فرض منصبی بجالائے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اسی ایک خیال نے ہمین ہر ایک مشکل کے وقت مدد دی ہے اور ہماری گرتی ہوئی ہمت کو سنبھالا ہے۔

خاتمہ کلام پر ہم اپنے دونون صنف کے ناظرین علی الخصوص عورتون سے یہ امید رکھتے ہین کہ اگر اس دیوان کے پڑھنے سے انہین کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ راقم کو دعائے خیر سے یاد کرین۔

المرقوم ۱۹۔ مارچ سنہ ۱۹۰۳ع و ۱۸ ذالحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ

راقم

محب حسین

مدیر معلم نسوان۔ گوشہ محل حیدرآباد دکن



کس جا نہین ظہور ہمارے حضور کا — جلوہ ہر ایک جا مین ہے کوہ طور کا
ہستی سے تم کے دم ہی مین پہنچے عدم مین ہم — دہر کا بہت تھا بحر فنا کے عبور کا
جز سنگ و خشت دیر و حرم مین دھرا ہے کیا — دل ہی تو ہے مقام خدا کے ظہور کا
واعظ عبث دکھاتا ہے جنت کے سبز باغ — طالب نہین خدا سے مین غلمان و حور کا
دل جلوہ گاہ یار ہے موسی بھی دیکھ لین — آتش فشان پہار نہین ہے یہ طور کا
تقلید چھوڑ عقل کے میدان مین رکھ قدم — نزدیک ہے یہ راہ وہ رستہ ہے دور کا
زن قابل زدن ہے یہ کہتے ہین نا سمجھ — ہرگز نہین خیال یہ اہل شعور کا
دانا ہے گر تو کر کوئی دنیا مین کار خیر — نادان خیال خام ہے پختہ قبور کا
بے شر ہے بشر کہ ہے اولاد ابو البشر — شیطان کی نسل خاص ہے بندہ شرور کا
لازم ہے ہر بشر کو کرے شر سے اجتناب — انجام ہی برا ہے حسد کا فتور کا
عاقل ہے گر تو سر نہ اوٹھا نامہ پر چرخ — کھاتا ہے ٹھوکرین تو یہی سر غرور کا

غافل نہ اتنا نشۂ دولت میں مست ہو — چڑھکر اوتارہی تو برا ہے سرور کا
کیون آدمی سے ریچھ بنا ہی یہ شیخ آج — ریش دراز اُس پہ یہ جبہ سمور کا

قطعہ

کیسی کھلی ہے باغ میں شفاف چاندنی — ہر شاخ و برگ و گل نظر آتا ہے نور کا
یہ صبح یہ چمن یہ سحر کی ہوا سے سرد — پہولون کی یہ مہک یہ چہکنا طیور کا
کیا سور ہے ہو سبزۂ خوابیدہ کی روش
اٹھو محب یہ دیکھو تو عالم ہے نور کا

یورپ نے لے لیا ہے جو ٹھیکا شراب کا — کیونکر بہے نہ ہند مین دریا شراب کا
چھوٹینگی اب نہ منہ سے برانڈی کی بوتلین — تہذیب نے سکھایا ہے پینا شراب کا
کیونکر نہ ہندیون کے جگر جلکے ہون کباب — بھڑکا ہے گرم ملک مین شعلہ شراب کا
پیکر شراب خوش تو ہین لیکن رہے یہ یاد — یہ زہر کا ہے جام پیالہ شراب کا
اوّل جو ہے سرور تو آخر مین ہے خمار — ہشیار خوفناک ہے دہوکا شراب کا
پیتے نہین ہین دیکھتے ہین دل کی آنکھ سے — رندون کی محفلون مین تماشہ شراب کا
حور و طہور دو نون نکیے لوٹین گے ہم مزے — جنت مین تو حلال ہے پینا شراب کا
اللہ رے حرص مے کہ لنڈہاتے ہین خم کے خم — یہ پیٹ آپ کا ہے کہ پیپا شراب کا
کس شان سے نکلتے ہین شاہون سے نوجوان — منہ مین چرٹ ہے ہاتھ مین شیشہ شراب کا
واعظ بہت نہ کیجیے وصفِ مے طہور — پڑجائے آپکو بھی نہ چسکا شراب کا
شر سے خمیر مے سے تو ہے آب خونِ زر — پھر کیون نہ ہو حرام یہ پینا شراب کا
عقل و خرد کے ساتھ گئی عزت و آبرو — کیون میکشو یہ دیکھا نتیجہ شراب کا
کیا زہر کو سمجھتے ہین امرت یہ ناسمجھ — کچھ عقل ہو تو کھائین نہ دہوکا شراب کا

موقوف میکشی ہو تجارت ہو مے کی بند | یارب ملے نہ ہند مین قطرہ شراب کا
صحت گئی حواس گئے اور زر گیا | یارون نے خوب لطف اوٹھایا شراب کا

تہوڑی سی پیکے تم تو محب ناچنے لگے
مینا بھی چہپکے تم کو نہ آیا شراب کا

ہوا سوز دل آشکارا ہمارا | بھڑکتے لگا ہے شرارا ہمارا
حکومت سے باقی نہ ہی علم و دولت | کہو کسطرح ہو گذارا ہمارا
نہ کپڑا ہے تن پہ نہ کہانے کو روٹی | کرین اہل عبرت نظارا ہمارا
تجارت صناعت زراعت سے نفرت | فقط نوکری ہے سہارا ہمارا
بدن زرد دل سرد خاطر پریشان | ذرا حال دیکہو خدارا ہمارا
درندون کے ساری خصائل ہین ہم مین | مناسب ہے سب سے کنارا ہمارا
حمیت نہین کچھ تمہین اہل دولت | کرو کچھ تو چارا خدارا ہمارا
ادہر خواب غفلت مین سوتے رہے ہم | اودہر جاہ و منصب سدہارا ہمارا
کہان وہ عروج اور اقبال و دولت | لب بام ہے اب ستارا ہمارا
ہمین سے تھے کبھی ساری دنیا کے مالک | ابھی تک تہا نخوا بجارا ہمارا
نہ دنیا سنبہالی نہ کام آے دین کے | گیا وقت بےکار سارا ہمارا
رہا ہی نہین دل مین کچھہ درد انسان | کلیجہ ہوا سنگ خارا ہمارا
معالج سے نفرت دوا سے تنفر | کرے چارہ گر خاک چارا ہمارا
گھرون مین مقید ہین بے جرم نسوان | اسی غم سے دل ہے دوپارا ہمارا
کہان تک سنین بیوگان کی مصیبت | جگر ہو گیا پارا پارا ہمارا

قطعہ
یہ ہندو ہی گر ہوں گو بڑا تو کیا ڈر — نہیں اس میں کوئی خسارا ہمارا
حسد سے ہوں کیوں ہم کسی کی مخالف — خدا دے کسی کو ابھارا ہمارا
مخالف ہوں مذہب میں گو لاکھ ہم تم — وطن ایک ہے پر تمہارا ہمارا
ہماری اطاعت میں گر کوئی شک ہو — کرو امتحان پھر دوبارہ ہمارا
لحد میں بھی کام آئے گا داغ حسرت — اندھیرے میں چمکے گا تارا ہمارا
یہ کہتے ہیں رو رو کے اہل زراعت — بہت کر دیا سخت دھارا ہمارا

محبت جو رکھتا ہے ہندوستاں سے
وہی ہے محب اور پیارا ہمارا

نہ پہنو ہرگز زنانے کپڑے جو عورتوں کے لئے ہیں زیبا
زنانہ پن ہے جو مرد پہنیں زری کا جامہ چکن کا کرتا
لباس قومی ہو اور عمدہ مگر نہ نکڑے ہی کا ہو وہ جالا +
نہیں ہے زیبا کہ مرد پہنیں بہت ہی نازک چمکتا کپڑا
بدن سے ملصق رہے ہمیشہ سفید باریک آدھی صدری
اتار دو اس وقت بھی نہ اس کو کہ جب ہو تن سے رواں پسینہ
محب اوتارو گے تم یہ صدری تو ہو گی بیشک بڑی مضرت
رہیگا تن پر جو ادنی کپڑا تو حفظ صحت کا میرا ذمہ

نہیں ہمسر مقابل زریں کوئی ملک لندن کا — نہیں ہم مرتبہ علم و ہنر میں کوئی جرمن کا
اثر تو دیکھئے ہمدردی نسواں کا بعد از مرگ — سماں جنت سے بھی دلچسپ ہی کچھ اپنے مدفن کا
حسینانِ چمن کی خاک بھی کیا رنگ لائی ہو — کسی مرقد پہ نرگس ہے کہیں غنچہ ہے سوسن کا

رہا بعد فنا بھی شوقِ دیدار پردہ داروں میں
وہ دیکھو جھانکتی نرگس ہے دارون ہی مدفن کا

رفاہِ عام کی خاطر جو لاکھوں سختیاں جھیلے
خطاب ایسے بہادر کو ہے زیبا شیر افگن کا

بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے
نشان باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کی بھی مدفن کا

وہ راہِ زندگی کی گھاٹیاں وہ اسکے پیچ و خم
غضب تو اور یہ ہے ساتھ ہے اس لعین رہزن کا

نہ ہوگی حشر تک قومی ترقی ہند میں ہرگز
مہیا گر نہ ہوگا آدمی ہر علم و ہر فن کا

کڑی باتیں نہ کیجے ٹوٹ جائے گا دلِ شیدا
یہ نازک آئینہ ہے یا کوئی ٹکڑا ہے آہن کا

کہاں وہ باغ ہیں جن میں ہجومِ بلبل و گل تھا
نہ گل کا ہے نشان باقی نہ بلبل کے نشیمن کا

بلا تعلیمِ نسواں مرد لائق ہو نہیں سکتے
ازل سے تا ابد ہے ساتھ اس چولی کا دامن کا

چھپایا سات پردوں میں مگر آہی نظر باہر
نگاہِ شوخ پر کیا ہے اثر مژگان کی چلمن کا

محب کیا فائدہ سیکھی جو انگریزی زباں تو نے
درختوں کا نہ تجکو علم - حیوان کا نہ معدن کا

نام ہونے سے بھی جو لیتے نہیں تدبیر کا
کیوں گلا کرتے ہیں وہ ہر بات میں تقدیر کا

مضمحل ماؤں سے ہو سکتی ہے اولاد قوی؟
کیا اثر ہوتا نہیں بچوں پہ ماں کے شیر کا؟

کون کرتا ہے حکومت اس جہاں پر خیر سے
یا حکومت ہے قلم کی یا اثر شمشیر کا

عقل ہو تو چھوڑ جائیں خلق میں آثارِ خیر
ہے جنوں اہلِ دوَل کو قبر کی تعمیر کا

کیوں کریں ہم خواہشِ سحر و فسون و نقش جب
ہے کہیں اخلاق سے بہتر عمل تسخیر کا

صفحۂ ہستی سے گو مٹتی نہیں تحریرِ شوخ
برق سے بھی تیز ہے لیکن اثر تقریر کا

ابتدائی تربیت سے گے ہیں نتیجے نیک و بد
طفل ہی استاد ہے گویا جوان و پیر کا

اس مقررِ سورما کے سامنے توپیں ہیں گرد
کام لیتا ہے زباں سے جو سنان و تیر کا

نفس کو قابو مین کر سارا جہان قابو مین ہو — ہے جنون تجکو عبث جنات کی تسخیر کا
ہے یہ آوازِ مقرر ایک بجلی کی کڑک — توڑ ڈالے کوہ کو ہے وہ اثر تقریر کا
رسم کے پھندے ہی سے چھٹنا بہت دشوار ہے — توڑنا آسان ہے فولاد کی زنجیر کا
کیون نہ وقعت ہو مقرر کی مصوّر سے سوا — ہے بہت مشکل زبان سے کھینچنا تصویر کا
کیا بھلا معلوم ہوتا ہے لبِ جو وقتِ شب — وہ نکلنا ماہ کا وہ پھیلنا تنویر کا

لوحِ دل پر حُبِ قوم و ملک ہی کندہ محبؔ
ہے قبالہ پاس میرے خلد کی جاگیر کا

پیوہ کو وصلِ مرگ کا ارمان نہ ہو تو کیا — دنیا مین کوئی عیش کا سامان نہو تو کیا
ریش دراز جبّہ و تسبیح و صوم و حج — سب ہو پر صداقت و ایمان نہ ہو تو کیا
عالم ہے کیا وہ جس کے نہ اعمال نیک ہون — تعلیم و تربیت سے بھی انسان نہ ہو تو کیا
کس جا نہین ہے اہلِ بصیرت کو سیر و لطف — ویرانہ ہی سہی جو گلستان نہ ہو تو کیا
شاعر وہی ہے شعر مین جسکے اثر بھی ہو — دہلی و لکھنؤ کا زبان دان نہو تو کیا
دل ایک اور لاکھون ہی افکار و رنج و غم — دنیا کے مخمصون سے پریشان نہو تو کیا
ہوتا نہین ہے قید مین بھی پاے فکر لنگ — صحرا و کوہ و دشت و بیابان نہ ہو تو کیا
دنیا کے ہست و نیست کی پرواہی جب نہین — مشکل اخیر بھی آسان نہ ہو تو کیا
کیا جہل و علم دونون کا باہم مقابلہ — قطعہ غالب دیار چین پہ بھی جاپان نہ ہو تو کیا
جاپان نے اپنے علم کا دکھلا دیا ہے زور — مایوس تخت و تاج سے خاقان نہ ہو تو کیا
جاہل کے واسطے ہین ترقی کے باب بند — دنیا بغیر علم کے زندان نہ ہو تو کیا
حکام جس جگہ کے ہین راشی و مرتشی — وہ ملک اُنکے ظلم سے ویران نہ ہو تو کیا

کرتا ہے جو پلید غریبون پہ جور و ظلم — جیتے ہی جی وہ موذی و شیطان نہ ہو تو کیا
آخر مرے عدو نے بھی مانی ہی میری بات — حق کی مخالفت سے پشیمان نہ ہو تو کیا

کافی ہے ہمکو جامۂ علم و ہنر محب
دامان قبا و جیب و گریبان نہ ہو تو کیا

آج کل ہند مین کیا قحط ہے غمخوارون کا — گرم بازار ہے پر خوب دل آزارون کا
اے خدا اب تو انہین نزعہ کی سختی سی چھڑا — دم نکل جائے بھی ان جہل کے بیمارون کا
فائدہ کیا جو فضیلت کی بھی پگڑی باندھی — سر پہ ان عالمون کے بوجھ ہی دستارون کا
ایک دن روکے امانت نے خیانت سے کہا — قطعہ — دیکھ انجام برا ہوتا ہے بدکارون کا
خائنون کی نہین دنیا مین ذرا بھی عزت — مینہ برستا ہے ہر ایک سمت سے پھٹکارونکا
گالیان دیتا ہے کوئی کوئی کہتا ہے برا — مرتشی تو وہ ہے دشنام کی بوچھارون کا
کوستا ہے کوئی دن رات کہ مرجائے لعین — گھر جلے مال لٹے ڈھیر ہو انگارون کا
گرچہ ہو رعب حکومت سے ہر ایک شخص خموش — عرش تک جاتا ہے پر شور دل افگارون کا
خائنون نے کئے برباد بھرے گھر ایسے — کہ نشان تک بھی تو باقی نہین دیوارون کا
دیکھ لو باغ کی حالت کو اگر ہو نہ یقین — خرمن گل کی جگہ ڈھیر ہے اب خارون کا
مسکرا کر یہ خیانت نے دیا اسکو جواب — زال دنیا سے بندھا عقد ہے مکارون کا
راست بازون کا کہین ہوتا ہی دنیا مین عروج — بول بالا ہے ہمیشہ ہی سے عیارون کا
دوستون کو ترے دولت نہین ہوتی ہے نصیب — گنج قارون ہی ہے صندوق مرے یارونکا
روٹیان بھی نہین ملتین متدین کو کہین — گھر مین خائن کے بھرا مال ہے بازارونکا
اس زمانہ مین تدین سے حماقت کی دلیل — اور ہے مکر و دغا جادۂ ہوشیارون کا

کیا بگڑ جاتا ہے خائن کا برا کہنے سے ۔۔۔ کوسنا کام ہے بے زور و بیکس ناچاروں کا
عیش کرتے ہیں اڑاتے ہوئے پھرتے ہیں فتن ۔۔۔ حال نیکوں سے تو بہتر ہے جفا کاروں کا
سنکے تقریر خیانت کی امانت نے کہا ۔۔۔ تجھکو معلوم نتیجہ نہیں غداروں کا
ظلم سے مال بھی ہاتھ آئے تو کیا سود نہیں ۔۔۔ نخل ہوتا نہیں سرسبز دل آزاروں کا
سانپ کو دیکھتے ہی مارتے ہیں اہل جہاں ۔۔۔ دشمن جان ہے ہر اک شخص ستمگاروں کا
سچ تو یہ ہے کہ امانت کی نہیں قدر کہیں ۔۔۔ فیصلہ پر خیانت یہ بڑا پیار ہے درباروں کا
باز آئیں گے نہ افعال سے اپنے خائن ۔۔۔ یہ نکالیں گے دوالا کبھی سرکاروں کا
عورتیں کہتی ہیں ہم قید سے چھوٹیں کیونکر ۔۔۔ قطعہ کوئی ہمدرد نہیں ہم سے گنہگاروں کا
ہمکو خالق نے عبث خلق کیا دنیا میں ۔۔۔ کام کیا عالم ہستی میں ہو ناکاروں کا
دیر سے ہمکو غرض اور نہ کچھ کعبہ سے ۔۔۔ کافروں کا ہے چلن ہم ہیں نہ دینداروں کا
مجلسیں ہوتی ہیں مردوں کی ترقی کیلئے ۔۔۔ کوئی پرسان نہیں ہم سے سیہ کاروں کا

جو ہمارا ہے محب اسکو سمجھتے ہیں عدو
ہے علاج اب کوئی ان جہل کے بیماروں کا

ہند یوں ماتم شہید[لہ] میں نہ گریاں ہوتا ۔۔۔ ان سا ہمدرد اگر اور مسلماں ہوتا
سوئے جنت نہ وہ ایسے کاش خراماں ہوتا ۔۔۔ کچھ دنوں اور ابھی قوم کا درماں ہوتا
ہوتا گر ہند میں تعلیم صناعت کا رواج ۔۔۔ حال اس قوم کا ایسا نہ پریشاں ہوتا
ہوتے ہم تو نہ کبھی پردۂ نسواں کے خلاف ۔۔۔ گر مکانوں ہی میں تعلیم کا ساماں ہوتا
یوں نظر آتے کبھی مرد نہ ہوتے ہرگز ۔۔۔ گر مروج نہ یہاں پردۂ نسواں ہوتا
حبس دایم سے وہ نسواں کو چھوڑ ہی دیتا ۔۔۔ ہند میں کوئی اگر شیر نیستاں ہوتا

لہ سید احمد خان بہادر

ان اسیروں کی بنی قبر چمن میں بھی تو کیا
زندگی بھر تو نہیں داور زندان ہوتا

جوشِ گریہ نے کیا راز ہمارا افشا
ایسے بدنام نہ ہوتے جو یہ پنہاں ہوتا

دیکھتا غور سے کچھ بھی مری تحریر اگر
معترض آپ ہی خود دل میں پشیمان ہوتا

ملتے گر کارِ نمایاں کے صلہ میں یہ خطاب
تو یہاں جنگ نہ دولہ کوئی خان ہوتا

دل میں پاکیزہ خیالات جو بوتے رہتے
تو یہی مزرعۂ افتادہ گلستان ہوتا

کس قیامت کی ہے اس خاک کی پتلی میں ہوس
گھر میں بھر لیتا خدائی کو جو امکان ہوتا

برہمن شیخ انہیں دو نے ہمیں بھٹکایا
خوب ہوتا جو نہ یہ کفر نہ ایمان ہوتا

ہوتا منظور نہ قدرت کو جو اظہارِ کمال
تو نہ ذرے سے کبھی مہرِ درخشاں ہوتا

یوں نہ بے تابیِ حسرت کے اٹھاتے صدمے
چین ملتا جو کوئی دل میں نہ ارمان ہوتا

تھی کسی نور کی اس خاک کے پتلے میں جھلک
ورنہ مسجودِ ملائک نہ یہ انسان ہوتا

داد اُس وقت زمیں اپنے سخن کی ملتی
بے تعصب جو یہاں کوئی سخن داں ہوتا

ہم بھی ہو جاتے محب جن و ملک کے قائل
گر یہاں قالبِ انساں میں نہ شیطان ہوتا

خوش گیا دنیا سے جو غافل گیا
عقل والوں کو یہاں کیا مل گیا

رہ گئے اک ہم ہی سوتے بے خبر
کاروان سارا سوئے منزل گیا

مرغِ جاں لیتا نہیں اڑنے کا نام
دو ہی دن میں کیا قفس سے ہل گیا

ہو چکیں سب کوچ کی تیاریاں
اک کفن باقی تھا وہ بھی سل گیا

تخمِ نیکی بو کے کھائیں گالیاں
پھل ریاضت کا ہماری مل گیا

بھیک کیسی گالیاں ہی اُس نے دیں
جسکے دروازے پہ یہ سائل گیا

خاتمہ ہے گر شجاعت بھی گئی — رہ گیا کیا جسم میں جب دل گیا
خاک مجنون نے بلائیں اٹھکے لین — دشت مین لیلی کا جب محمل گیا
وائے ناکامی پھرا محروم ہی — تشنہ لب گو تا لبِ ساحل گیا
خونِ ناحق بیٹھنے دیتا ہے کب — پیشِ عادل آپ خود قاتل گیا

بحث کرنے مجھ سے جو آیا محبؔ
اپنے دل مین ہو کے وہ قائل گیا

ہے نہین سوزِ جگر سینہ مین پنہان اپنا — داغِ دل ہے یہ چراغِ تہِ دامان اپنا
کون شیطان ہی کہان آدم وحوا کا وجود — آدمی آپ ہے خود دشمن وشیطان اپنا
عورتین کہتی ہین گہٹ گہٹ کے زنانۂ تنگ — کیجیے کس سے بیان حال پریشان اپنا
بیڑا آزادیٔ نسوان کا اٹھایا تو مگر — سخت مشکل ہے نہین کام یہ آسان اپنا
ایک دن وہ تھا کہ دنیا کے ہمین تھے مالک — آج ہے ہند نہ اسپین نہ طوران اپنا
دہاک وہ اپنی شجاعت کی بندھی تھی ہرجا — شیر خود چھوڑتا تھا ڈر سے نیستان اپنا
آشیان اپنا اٹھا کر کہین لے جاوینگے — باغبان تجھکو مبارک ہو گلستان اپنا
دعوی مشق سخن جسکو ہو آئے وہ ابھی — ہے یہی گو بھی چوگان یہی میدان اپنا
واعظو تم سے نہین ہین جو کہین وہ نکرین — دونون یکسان ہی یہان ظاہر وپنہان اپنا
یون نہ ہوتے یہ کبھی خوار و ذلیل و رسوا — مرتبہ جانتے گر حضرتِ انسان اپنا
کٹ گئی رات جوانی کی ہوئی بال سفید — صبح پیری نے کیا چاک گریبان اپنا
رہگئے دل ہی مین مر مٹگئے سارے ارمان — دل نہین ہے یہ کوئی گورِ غریبان اپنا
دل جو ہو شاد تو کیا سیر چمن کی حاجت — رشکِ جنت ہی یہی خانۂ ویران اپنا

میرے مرقد پہ نہیں شمع جو روشن تو نہ ہو
داغ دل زیر زمین ہے مہ تابان اپنا

آرزو دل میں جو آئی وہ نہ نکلی تا زیست
صاحب خانہ ہوا آپ یہ مہمان اپنا

یاد پیری میں ہی کچھ کچھ ہے محب عہد شباب
یہ بھی تھا صبح کا ایک خواب پریشان اپنا

ہے صبح وقت رحمت حق کے نزول کا
ہنگام ہے یہی تو دعا کے قبول کا

آئے گا اُن کے وعدہ کا کیا خاک اعتبار
کرتے ہیں بات بات میں جو عذر بھول کا

خوش وضع کیا یہاں کا زنانہ لباس ہے
پاجامہ گلبدن کا تو نیفا ہے ڈُل کا

چندہ کتاب میں تو لکھاتا ہے سہل کام
لیکن یقین کسکو ہی زر کے وصول کا

بازار میں خروں کے نہیں کوئی قدر اسپ
ہے موت عالموں کی زمانہ جہول کا

ظاہر میں ہیں خلیق تو باطن میں ہیں خبیث
ثابت یہ مسئلہ ہوا اب تو حلول کا

بے علم و فضل شیخ کے جبّے سے فائدہ
ہے بار پشت خر پہ حماقت کی جھول کا

کیونکر نہ مٹی پہ گرد ہو اور چھیپڑوں میں خاک
سڑکوں پہ مینہ برستا ہے ہر سمت دھول کا

جس ملک میں ہو ظلم غریبوں پہ رات دن
ڈر ہے اُسی کو قہر خدا کے نزول کا

دل ایک اور سیکڑوں ہی اس میں درد و غم
کیا پوچھتے ہو حال حزین ملول کا

شیطان کی پیروی سے ہوا آدمی خراب
انجام ہی برا ہے ظلوم و جہول کا

شام فراق کی نہ ہوئی صبح تا بہ حشر
کیا کیجیے بیان شب ہجران کی طول کا

کیا اُسکے قول و فعل کا دل پر پڑے اثر
پابند ہی نہیں ہے جو اپنے اصول کا

پینے سے کیا شراب کے آنکھیں ہیں لال لال
ہیں جمع زید یا کوئی مجمع ہے غول کا

کپڑوں کے ساتھ مغربی تہذیب بھی تو ہو
ظاہر نہ فرق کیجیے اصل و فضول کا

ہم رند مے پرست تو زاہد جنان پرست
قائل نہین ہے وہ بھی خدا و رسول کا

یورپ سے آج سب سے تمدن مین سر بلند
دیکھا نتیجہ علم و ہنر کے حصول کا

کرتے ہین ہم سفارش آزادی نسا
اب اختیار آپ کو رد و قبول کا

کیا ناپتا ہے ارض و سما دکھوا اپنے ناپ
ملتا نہین پتا ہی یہان عرض و طول کا

بعد فنا بھی خار حسد نے نہ دی نجات
پودا لگا یا میری لحد پہ ببول کا

کیا جانے کیا سمجھ کے ہوا تھا یہ دل شیدا
اب آنکھ جب کھلی تو اڑا رنگ پھول کا

ہون گے نہ ایک ملت و مذہب کی سب بشر
انسان مین فطرتاً ہی تفاوت عقول کا

کیونکر عدو عمر رض کا محب حسین ہو
داماد ہے وہ خاص علی و بتول کا

گمان بھی تو نہین تھا عدم سے آنے کا
مگر جو آئے تو اب ہے یقین جانے کا

جو غنچہ ہنستا ہے ہستی پہ طفل روتا ہے
سبب ہے ایک ہی رونے کا مسکرانے کا

بغیر عقد یہ بیوہ ستی سے بد تر ہے
عجیب طرز ہے یہ جیتے جی جلانے کا

بچا نہ زاہد صد سالہ بھی تو دنیا سے
یہ قحبہ جانتی ہے ڈھنگ دل لبھانے کا

عروج مین بھی رہین ہم سوے زمین مائل
یہی ہے بھید ہمین خاک سے بنانے کا

ادھر ہو حکم ادھر ہم نثار جان کرین
طریق یہ ہے محبت کے آزمانے کا

نئی کوئی بھی مصیبت نہین ہے دنیا مین
وہی فلک کا پرانا ہے ڈھب ستانے کا

سکھا حیف فن پیری و مریدی بھی
عجیب ڈھنگ ہے یہ روٹیان کمانے کا

ہم سے لایا ہے وحشت سرائے دنیا مین
گلا خدا سے کرینگے ہم آب و دانے کا

جہان مین حسن بھی ہے اور چشم بینا بھی
یہ ایک میلا ہے کچھ دیکھنے دکھانے کا

زیادہ چھپنے سے بڑھتا ہے اور دیکھنے کا شوق — کھلا یہ بھید حسینوں کے منہ چھپانے کا
مقام فکر نہیں ہے حسد سے بھی بابت — یہ ایک سنگ ہے اس در کے آستانے کا
ہماری خاک سے پیدا کئے گل و بلبل — یہی سبب تھا ہمیں خاک میں ملانے کا
شجر سے تخم تو پھر تخم سے شجر نکلا — طلسم دیکھئے قدرت کے کارخانے کا

محب زمانے کی ناقدردانیوں سے تو اب
خیال ہی نہیں آتا صلے کے پانے کا

ہے بہت سہل حسینوں پہ تو آنا دل کا — دلبر علم سے مشکل ہے لگانا دل کا
بزرگوں سے کہیں اٹھتے ہیں برے رسم و رواج — ایسے کاموں کو تو ہو کوئی توانا دل کا
قابل عفو ہیں سب جرم خدائے غفار — جسکی بخشش ہی نہیں وہ ہے ستانا دل کا
یوں تو آسان ہے ہر کام کا آغاز مگر — ایک ہی کام میں مشکل ہے لگانا دل کا
عمر بھر قوم پرستی کے پھرے کوچے میں — سخت دشوار ہے اب پھیر کے لانا دل کا
فرض بھی ترک جو ہو تو ہے امید رحمت — کفر اسلام میں لیکن ہے دکھانا دل کا
درد ہمدردئ نسواں کو دکھا ہی دیتے — ہوتا ممکن کسی پہلو سے دکھانا دل کا
آگے جل جاتی تھی ایک بار چتا پر چڑھ کر — اب تو دن رات ہے بیوہ کے جلانا دل کا
دل کے قابو میں ہو تم یا کہ ہے دل قابو میں — ہاتھ آیا ہے تمہیں خوب بھانا دل کا
فطرتاً دل ہی جو بد ہو تو کرے کیا تعلیم — کیا معلم کے ہے قابو میں بنانا دل کا
دل میں اس شوخ کے گھس بیٹھکے گھر کر لیتے — ہوتا ممکن جو کہیں دل میں سمانا دل کا
شیر تو پالتے ہیں نفس کو کرتے نہیں رام — اس درندے سے تو مشکل ہے ہلانا دل کا
جاگنا سونا ہے دن رات کا مرنا جینا — شور محشر ہے ہمیں شور مچانا دل کا

درد دل پردہ نشینوں کا وہ یاد آتا ہے — ہاتھ سینے پہ وہ رکھتا دہ دباتا دل کا
سرعت برق سے صحبت کی ہی تاثیر سریع — اس اثر سے نہیں ممکن ہے بچانا دل کا
درد دل پردہ نشینوں کا سنیں یا نہ سنیں — در و دیوار تو سنتے ہیں فسانا دل کا
ہونا جو کچھ تھا ہوا فائدہ پچتانے سے — کیوں کہا آپ نے ہر بات میں مانا دل کا
دل ہر ایک چیز پہ دنیا کی مچل جاتا ہے — چھوٹے بچے کا منانا ہی منانا دل کا
یاد آجاتے ہیں غربت میں جو یارانِ وطن — ضبط ہوتا ہی نہیں آہ بھر آنا دل کا
دل کی تصویر ہے گو روے بشر سر تا پا — پھر بھی دشوار ہے چہرے ہی سے پانا دل کا

کیجیے کس سے بیان حال دل زار محب
کوئی سنتا ہی نہیں آہ فسانا دل کا

آئی خزاں تو رنگ گلستاں بدل گیا — مرجھائے پھول بلبلوں کا دم نکل گیا
کچھ رنگِ گل ہی خوف خزاں سے نہیں ہے زرد — سینہ میں طفل غنچہ کا دل بھی دہل گیا
اللہ رے جوش گریۂ ہمدردی نسا — دامن میں طفل اشک بھی گر کر مچل گیا
کیوں خوفِ جاں ہے حق کی حمایت میں یہ عبث — کیا وقت موت کا کبھی ٹالے سے ٹل گیا
واعظ کے دم میں آتا ہے کب پیر میکدہ — جادو کہا نیوں کا تو بچوں پہ چل گیا
دیکھا جو میں نے ہند کی بیوہ کا حال زار — چشمہ لہو کا چشم سے میری ابل گیا
دنیا کی لذتوں سے پھرا دل ہزار شکر — ٹھوکر غضب کی کھائی تھی لیکن سنبھل گیا
باقی وہی دماغ ہے گو سلطنت گئی — جلنے کے بعد بھی نہیں رسّی کا بل گیا
نظارۂ جلالِ جہاں سوز ہے محال — موسیٰ کی کیا بساط تھی جب طور جل گیا
خلوت میں یہ کتاب کا کیا فائدہ ہے کم — باتوں میں اس جلیس کی دل تو بہل گیا

کی ترک حرص مین نے تو دنیا نے یہ کہا
آیا شکار ہاتھ سے میرے نکل گیا

کفّارۂ مال و زر سے بھی ممکن نہین محب
بیکار وقت آپکا گر ایک پل گیا

اے قوم تو نے ہمکو ستایا تو کیا ہوا
مجرم ہمین بنا کے پھنسایا تو کیا ہوا

کیا نخش ہے مخالفت جنس دایمی
ناحق تلف رسالہ کرایا تو کیا ہوا

رہتا نہین یہ پردۂ نسوان تو ہند مین
پھر خاک مین ہمین جو ملایا تو کیا ہوا

پچھتائے گا آپ ذرا ٹھیر جائے
قوت کے بل پہ ہمکو دبایا تو کیا ہوا

ان عورتون کی آہ جلا دیگی عرش تک
منہ مین ہمارے قفل لگایا تو کیا ہوا

اب دیکھنا کہ چیخ اٹھین گے زمین و چرخ
تم نے ہمارا حلق دبایا تو کیا ہوا

یہ ظلم تو خدا کو نہ ہوگا کبھی پسند
فریاد کو بھی بند کرایا تو کیا ہوا

یہ رعب و داب آپ کا گھر ہی مین چل گیا
مظلوم عورتون پہ جمایا تو کیا ہوا

دنیا تھی گو خلاف خدا تھا ہمارے ساتھ
طوفان مفسدون نے اٹھایا تو کیا ہوا

کرنا ہو اور اونکو کرین ہم ہین سر بکف
بے موت قتل سے جو ڈرایا تو کیا ہوا

ذلت ہو لاکھ اپنی پہ عزت ہو قوم کی
تم نے محب یہ بیج او ٹھایا تو کیا ہوا

کہون مین کیا کہ مین اپنے کو آپ کیا سمجھا
کبھی خدا تو کبھی بندۂ خدا سمجھا

رواج و رسم پر اچھے برے کا سب ہے مدار
رہ ثواب نہ سمجھا نہ مین خطا سمجھا

مین اتنے رزق کے لایق بھی تھا نہ ای رازق
دیا جو تو نے اسی کو تری عطا سمجھا

چلا اودہر کو جدہر نفس لے چلا مجھکو
مین اپنی جان کے دشمن کو آشنا سمجھا

یہ حبس دائمی پردہ ہے مانع التعلیم
مگر نہ کوئی مسلمان اسے برا سمجھا

ڈرا کسی سے نہ دنیا میں جز خدائے قدیر
جو اپنے دل میں ذرا معنی تقضا سمجھا

خدا نے دی جسے دنیا میں علم کی دولت
وہ اپنے سامنے قارون کو بھی گدا سمجھا

یہ اختلاف مذاہب سے اب ہوا معلوم
کہ ایک بات بھی اب تک نہیں خدا سمجھا

خدا ہی جانے مگر میں تو روح و قالب کو
حباب بحر فنا میں بھری ہوا سمجھا

بڑا ہو خوشامدیے جا سے قوم کا یہ مرض
طبیب زہر کو کیوں دارو ئے شفا سمجھا

جو آئی کوئی مصیبت نہ کی شکایت چرخ
کہ ہر بلا کو میں اعمال کی سزا سمجھا

ہمیں ہلال کیا اور بدر غیروں کو
اس انقلاب سے کیا چرخ فائدہ سمجھا

رکا نہ روکے سے آزادیٔ نسا کا خیال
اسے بھی ایک زمانے کی میں ہوا سمجھا

ملایا خاک میں نسوان کو حبس دایم نے
مگر کوئی بھی نہ اب تک اسے جفا سمجھا

کسی معلم نسوان کے قتل پر جو کمر
تو اپنی قوم کی یہ بھی میں اک ادا سمجھا

سمجھ کا پھیر ہے ورنہ حکیم و شیخ ہیں ایک
وہ مادے کو تو قوت کو یہ خدا سمجھا

ہر ایک دین کا ہوتا ہے ایک وقت محل
وہ نا سمجھ ہے کسی دین کو جو برا سمجھا

کریں شکایت احباب کیا زبان سے محب
عدو کو اپنے بھی میں اپنا آشنا سمجھا

ہم کو ضرورتوں سے خدا نے سوا دیا
لیکن یہ حرص کہتی ہے دل میں کہ کیا دیا

آگے بہت بڑھے تھے سلمان مثال سیل
اس باہمی نفاق نے پیچھے ہٹا دیا

پردہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں نہیں غرض
ہم نے تو حکم حاکم فطرت سنا دیا

معنی سمجھ کے پڑھتا تو ہوتا کوئی اثر
کیا فائدہ جو طفل کو قرآن رٹا دیا

تو ہین جلی تھین اور گناہون کی آگ مین
ہمکو تو اس نفاق و حسد نے جلا دیا

اُسکی بھی زندگی مین نہ کی قدر تو نے قوم
گھر بار جسنے نام پہ تیرے لٹا دیا

عشق و صنم بنا کے جہان کو کیا خراب
اپنا رقیب آپ خدا نے بنا دیا

بڑھتا گیا جو سن تو گھٹے زندگی کے دن
اک سال اور سال گرہ نے گھٹا دیا

کیا ہو سکے ترقی علم و عمل وہان
بولا جہان کوئی تو گلے کو دبا دیا

آیا جو کوئی حاکم اسکے تو اس نے پھر
اپنون کو آگے غیرون کو پیچھے ہٹا دیا

کیا فائدہ ہے چھپنے سے اس شوخ چشم کو
جسنے کہ سات پردون مین جلوہ دکھا دیا

رکھا ہے کب زمانے نے قائم کسیکا نام
ریگ روان پہ نقش بنایا مٹا دیا

رستے مین رکھ دیا تھا جلا کر محب چراغ
باد مخالفت نے اسے بھی بجھا دیا

قوم مین اب جہل و نکبت کے سوا کیا رہگیا
خاک ذلت پر پڑا ہے بے گور مردار رہگیا

حب قوم و اتحاد ملت و دین سے کہان
اک نفاق باہمی آپس کا جھگڑا رہگیا

اے مسیحا اس مریض جان بلب کا کیا علاج
گوشت جسکا گھل گیا ڈھانچا ہی ڈھانچا رہگیا

آشنا رخصت ہوئے تو اور مہمان آگئے
کون کہتا ہے لحد مین مین اکیلا رہگیا

ایک مین چارون طرف سے حملہ فوج عدد
وائے حسرت جوش حب قوم جو تھا رہگیا

توڑ ڈالین گے یہ شاعر بیڑیان فولاد کی
اور کچھ دن شاعری کا گر یہ سودا رہگیا

اُٹھ گئی وہ حب قومی روح جو مذہب کی تھی
اب تو یہ بیکار تسبیح و مصلےٰ رہگیا

اُٹھ گئے ہر علم و فن کے سب امام و مجتہد
قوم مین ہر ایک لیکن ننگ آبا رہگیا

غیبت و دشنام اب تو ہے مسلمان کا شعار
اب یہی اخلاق کا باقی نمونہ رہگیا

بڑھ گئے کوشش سے اپنی دوڑ میں کفار سب　　یہ مسلمان ہی مگر قسمت پہ بیٹھا رہ گیا

بیوگان ہند کے سب مٹ گئے اسباب زیست　　ہاں مگر اک موت کا ان کو سہارا رہ گیا

کہتے ہیں یہ حامیان جنس نسوان فخر سے　　قطعہ　　مٹ گئی سب شان اسلام ایک پردہ رہ گیا

واہ ری یہ شان اسلامی کہ ہو محبوس زن　　آپکے اس جہل کا مذہب پہ دھبا رہ گیا

سچ بتاؤ تو نبی زادی کوئی پردے میں تھی　　کیوں مسلمانوں میں پھر پردے کا سودا رہ گیا

عائشہؓ۔ اسما۔ نسیبا۔ بنت ازور یاد ہیں　　جب لڑیں یہ آپ مردوں سے تو پھر کیا رہ گیا

بڑھ گئے میدان علم و فضل میں گبر و ہنود　　یہ مسلمان ہی کھڑا منہ سب کا تکتا رہ گیا

بانیان خیر کے مٹتے نہیں نام و نشان　　وہ گئے دنیا سے لیکن ان کا چرچا رہ گیا

کیا مزا دیگی خدائی تجکو اے خلاق دہر　　جب فنا ہم ہو گئے اور تو اکیلا رہ گیا

ہے محب اس قوم کے مرنے کا پھر پورا یقین
اور کچھ دن جنس نسوانی یہ پردہ رہ گیا

خیانت کا کوئی حامی کوئی غمخوار رشوت کا　　الٰہی ہو گیا کیا قوم کو آزار رشوت کا

غضب ہے یار بھی لیتے ہیں اب تو یار سے رشوت　　ہوا ہے گرم کیسا آجکل بازار رشوت کا

بڑھا ہے پیٹ اوسکا اور پھولا ہے بدن اسکا　　خیانت کا وہ آزاری ہے یہ بیمار رشوت کا

نہ گل بلبلیں دیتی ہیں جب گلچیں کو رشوت میں　　تو پھر پھولے پھلے گا خوب یہ گلزار رشوت کا

امانت سے پھرا یا منہ خیانت کو کیا سجدہ　　خدا ہے سیم و زر ایمان ہے کلدار رشوت کا

مزا ہے جبکہ راشی مرتشی دو نوں ہی خائف ہیں　　تو پھر کسطرح سے کوئی کرے اظہار رشوت کا

اکڑتی ہیں بہت رشوت کا زیور پہنکر بیگم　　گلے میں طوق لعنت ہے نہیں ہے ہار رشوت کا

مدد کو آیئے یا حیدر کرار جنت سے　　ڈبوے جاتا ہے اب تو قوم کو یہ بار رشوت کا

خدا کے سامنے اس وجہ سے رشوت خوار آئینگے	گلے مین طوق لعنت کا سرون پر بار رشوت کا
الٰہی اب تو خلقت تنگ ہی رشوت کی دینے سے	کہین دنیا سے منہ کالا بھی ہو مردار رشوت کا
کٹے گا اس چمن سے یہ درخت خار دار اک دن	کھٹکتا ہی نگاہ باغبان مین خار رشوت کا
کہان کے رند اب تو مولوی صاحب بھی لیتے ہین	ہوا ہے مال طیب درہم و دینار رشوت کا
بغیر نذر کرتے ہین دعا کب پیر صاحب بھی	لگا ہے تا بہ درگاہ خدا کیا تار رشوت کا
نگل جاتا ہے غٹ سے قحط کے مارونکا جو پیسہ	سمجھتا ہی نہین کچھ نیک و بد سرشار رشوت کا
نہ لوٹ اے مرتشی بیبس سمجھکر ان غریبونکو	لٹے گا ایک دن تیرا بھی یہ انبار رشوت کا
وکالت اب تو دلالی ہی رشوت خوار حاکم کی	عدالت کا مکان ہی یا کوئی دربار رشوت کا
کیا کرتا ہے سچ کو جھوٹ سیم و زر کی خاطر سے	بہت اچھا ذریعہ اب تو ہے اخبار رشوت کا
نہین چھپتی ہی تہ خانہ مین بھی رشوت کہ خود راشی	ڈھنڈورا پیٹتا ہے برسر بازار رشوت کا
امید رحم رشوت خوار سے رکھنی حماقت ہی	کسی کا دوست کب ہی مرتشی ہی یار رشوت کا
نہین نقدی کی گر امید تو کہنا ہی کہاتے ہین	مزا دیتا ہے دسترخوان پر آچار رشوت کا
ہزارون خائنون کے بیچ مین جب ہون امین دو اک	کرینگے خاک سدباب کیا دو چار رشوت کا
خدا ہی ان غریبون کو بچاتا ہے تو بچتے ہین	نگل جانے کو منہ کھولے ہوئے ہی مار رشوت کا
جو مر جاتا ہے رشوت خوار تو یہ لوگ کہتے ہین	بہت اچھا ہوا مردہ ہوا فی النار رشوت کا
جب اہل ملک ہی لیتے ہین اہل ملک سے رشوت	تو کر سکتی ہے سد باب کیا سرکار رشوت کا

محب چوری ڈکیتی سے بھی بڑھکر جرم رشوت ہی
زبان سے نام بھی لینا نہ تم زنہار رشوت کا

بے

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کبھی نام شراب — قدح زہر ہلاہل ہے نہیں جام شراب
تادم مرگ کہیں چھٹتی ہے مے کی عادت — نزع میں بھی لب میخوار پہ ہے نام شراب
دیکھ ہشیار کبھی صحبت رندان میں نہ بیٹھ — موت نے لا کے بچھایا ہے یہاں دام شراب
میکشو! مژدہ کہ ہے دختر رز کا دربار — درد دل۔ سوز جگر۔ رعشہ ہے انعام شراب
خانہ ویرانی و رسوائی و سرگردانی — ذلت و خواری و افلاس ہے انجام شراب
گردنیں کٹتی ہیں تکرار میں آناً فاناً — خون میخوار سے بھر جاتے ہیں کیا جام شراب
دردسر۔ درد جگر۔ درد کمر۔ درد عصب — ماسوا ان کے ہزاروں ہی ہیں آلام شراب
تپ دق۔ سل ہے کہیں اور کہیں پھوڑے بواسیر — رائج الوقت یہی چار ہیں اقسام شراب
خودکشی۔ قتل۔ زنا۔ ظلم۔ لڑائی جھگڑے — یہی سنگین جرائم تو ہیں انجام شراب
میکشو! خوب پیو بلکہ نہاؤ دن رات — حوض سیندھی کے بھرے ہیں کہیں حمام شراب
کوچ کر جاتے ہیں سب ہوش و حواس و ادراک — بہوت نشہ کا جو سر چڑھتا ہے ہنگام شراب
کتنے مجنون ہیں کتنے ہیں مریض و قلاش — چشم عبرت سے ذرا دیکھئے انجام شراب
مارو خود آپ مرو گالیاں دو مست رہو — بادہ خواروں کو یہی ہوتے ہیں احکام شراب
نشۂ بادۂ احمر ہے کوئی روح خبیث — خون پی پی کے ہوئے لال ہیں اجسام شراب

بادہ خواری سے ہوا جاتا ہے سب ہند تباہ
اہل یورپ پہ محب آتا ہے الزام شراب

پے

بڑھ جائیں گرچہ حسن میں شمس و قمر سے آپ — علم و ہنر نہیں تو ہیں بدتر حجر سے آپ
غض نظر کا آپ کو بھی حکم ہے مگر + — جنس نسا سمجھتے ہیں نیچی نظر سے آپ

مانا کہ عورتین ہین غلامی مین آپ کی
لیکن بچے ذرا بھی نہ اُنکے اثر سے آپ

ناچار عورتون کو سمجھکر نہ کیجیے ظلم
محفوظ کیا ہین روز جزا کے خطر سے آپ

آسان نہین ہے پردۂ نسوان کی بحث اب
اس مسئلہ کو دیکھیے گہری نظر سے آپ

بوسیدہ ہڈیون پہ بزرگون کی فخر کیا
آراستہ نہین ہین جو علم و ہنر سے آپ

کمزور مان کے پیٹ سے کب ہونگے پہلوان
شاداب پھل نہ کہائینگے سوکھے شجر سے آپ

تعلیم مذہبی یہ تعصب کا بیج ہے
واقف ہین اس درخت کے کڑوے ثمر سے آپ

گھر بین تو آپ عورتین ناحق سزا سہین
شرمائین کچھ تو دل ہی مین اپنی نظر سے آپ

مشکل ہو۔۔۔ قوم ہو محسوس آپ کو
آگاہ ہی نہین ابھی درد جگر سے آپ

گٹ گھٹ کے عورتین تو مرین گھر مین رات دن
جی بھر کے لطف اوٹھائے شام و سحر سے آپ

بچون کی تربیت تو سمجھتے نہین ہین فرض
امید خیر رکھتے ہین جاہل پسر سے آپ

پائینگے اپنے جرم کی خود آپ ہی سزا
دیکھین گے عورتون کو اگر بد نظر سے آپ

بچون ہی کو سنائے قصے کہانیان
واعظ ہمین ڈراتے ہین نار سقر سے آپ

خطرے یہان ہین اور وہان بھی تو ہین محب
خالی ہین کس جہان مین خوف و خطر سے آپ

قے

ہر ایک انسان پہ فرض ہے یہ کہ پہلے سیکھے اصول صحت
کہ صحت جسم و روح سے بھی کوئی جہان مین بڑی ہے نعمت
وہ سوئین جلدی عشا کو پڑھ کر جو چاہتے ہین سویرے اوٹھنا
کہ صبح اوٹھنے سے بڑھتی ہے عمر اور ہوتی ہے دلکو راحت

عروج دنیا جو چاہتے ہین وہ اٹھین قبل طلوع خاور
جوانی جنکی ڈھلی ہوئی ہے کرین وہ تا صبح استراحت

اُٹھین جو سوتے سے وہ سویرے تو دھوئین پہلے وہ جسم سارا
رگڑ کے دانتون کو خوب مانجھین کہ جن سے جاتی رہے کثافت

کرین وہ بالون مین اپنے کنگھی نہ رکھین ناخن وہ اپنے میلے
بدن کی پاکی ہے جزو ایمان کہ جس سے ہوتی ہے پاک نیت

لباس رکھتے ہین جو کہ ستھرے پہنتے کپڑے جو قیمتی ہین
انہین کی عزت ہے مجلسون مین انہین کی ہر جا ہے قدر و قیمت

نہین نہاتے جو روز انسان وہ لطف صحت نہین اٹھاتے
مضر صحت ہین سارے فضلے نہین کسیکو بھی اسمین حجت

نکلتا ہے جب بدن سے فضلہ قریب پاؤنڈ کے اند تین
تو پھر نہ کیون ہو محب بتاؤ نہانے دھونے کی روز حاجت

بدلتی رنگ ہے کیا بادہ خوار کی صورت — نشے کی لال تو پیلی خمار کی صورت
ہم اپنے دل ہی مین پاتے ہین دوزخ و جنت — کرم ہے نور کی غصہ ہے نار کی صورت
ہزار حیف غلامی پہ جان دیتے ہین — نکالتے نہین کچھہ کاروبار کی صورت
یہ لٹیان[1] نہین سینہ ہی کی عاشقون کے ہین سیر — درخت تا بسر اپا ہین دار کی صورت
یہ نوجوان تو ہین بوڑھون سے بھی ضعیف سوا — نہین جوان ہین کوئی ہونہار کی صورت
پہنکے جامۂ تہذیب گو بنین انگریز — چھپائے سے نہین چھپتی گنوار کی صورت
کرے تباہ جو اپنی غرض کیواسطے ملک — خدا دکھائے نہ اُس نابکار کی صورت

[1] اصطلاح دکن مین چیز چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہین

کریں گے ہم اگر قدرِ اہلِ علم و کمال
کبھی نہ دیکھیں گے عزّ و وقار کی صورت

لحد میں بھی ہو ضرور انتظام پردے کا
فرشتے دیکھیں نہ لیں پردہ دار کی صورت

رہائی گر نہیں ممکن تو یہ جہنم قیدی
نکال ہی کوئی لیں گے فرار کی صورت

سخی تو پھولتے پھلتے ہیں باغِ عالم میں
بخیل جلتے ہیں لیکن چنار کی صورت

کسی سے بر سرِ پرخاش کیوں زمانہ ہو
ہمیں کھٹکتے ہیں نظروں میں خار کی صورت

پلا کے خونِ جگر موذیوں کو پالا ہے
حسد ہے گرگ تو کینہ ہے مار کی صورت

خوشی کے بعد ہے غم غم کے بعد ہے شادی
بتا رہی ہے یہ لیل و نہار کی صورت

ہماری خشک لبی پر نہ جائیں اہلِ سرور
کہ دل ہمارا ہے خنداں انار کی صورت

زمیں پہ لالہ و گل ہیں فلک پہ شمس و قمر
مگر نہ ان میں وہ رنگت نہ یار کی صورت

رگڑتے بحث میں باہم ہیں جب کبھی دو ذہن
تو خود نکلتے ہیں سلگتے شرار کی صورت

اجل سے بھاگ کے جائیں کہاں یہ اہلِ زمیں
بنا ہے گنبدِ گردوں مزار کی صورت

وہ شہسوارِ رہِ عشق ہیں کہ بعدِ فنا
پھریں گے دوشِ ہوا پر غبار کی صورت

کچھ اب کے آئی ہے ایسی خزاں چمن میں محب
خدا دکھائے تو دیکھیں بہار کی صورت

لٹ

تیر ساں فوج دشمناں پہ جھپٹ
ایک حملے میں کھائے گی گھونگٹ

اسپِ اصلاح تیز گام نہیں
اس کو دوڑائے نہیں سرپٹ

چھوٹیں یہ عورتیں کہ قید رہیں
کچھ بھی ہو جائے فیصلہ جھٹ پٹ

پی لئے رند بادہ کش سارے
رہ گئی شاعری میں اب تلچھٹ

جہل نسوان سے تفتیش ہے سب تلخ — گھر میں رہتی ہے رات دن کھٹ پٹ
ترک و مصر و عرب میں ہے تہذیب — قطعہ — ہے زن و مرد کا جہاں جمگھٹ
دیکھکر عورتوں کو راہوں میں — مرد جاتے ہیں خود کنارے ہٹ
ہے مگر ہند میں خلاف اس کے — ہے جہاں مرد و زن کی کایا پلٹ
پل پڑیں اپنی بے حیائی سے مرد — دیکھیں گر عورتوں کا یہ جھرمٹ
گھٹتا ڈولی میں وہ عروس کا دم — دیگر — ہاتھ بھر کا وہ سامنے گھونگٹ
غش پہ غش وہ میانہ میں آتا — اور وہ حبس دم سے گھبراہٹ
ایک آفت ہے یہ بھی بیاہ برات — تو عروسوں کو کرتے ہیں چوپٹ
ریت رسموں پہ کیا اڑی ہے قوم — واہ رے بچپن اور واہ ری ہٹ

بحث پردہ کی چھوڑتا ہی نہیں
تو بھی تجھے محب بڑا نٹ کھٹ

ث

ابھی ہستی پہ ہیں کیا باغ میں گل شاد عبث — اور بلبل کا بھی یہ نالہ و فریاد عبث
عہد پیری میں جوانی کی ہیں یاد عبث — بلبل زار کی ویرانہ میں فریاد عبث
اے فلک قبروں میں مردے ہیں نہیں مستورات — اپنے کرتا ہے ستم تو ستم ایجاد عبث
غم سے گھل گھل کے نکل آئے ہیں انگر ڈھانچے — کھینچ تصویر نہ بیماروں کی بہزاد عبث
اثر خیر مٹانے سے کہیں مٹتے ہیں — یہ وہ ہے قصر کہ جس کی نہیں بنیاد عبث
حافظ عفت و عصمت ہی یہی علم و عمل — حبس دائم ہے عبث قلعۂ فولاد عبث
خانہ بربادی طرفین ہے یہ بیاہ برات — لاکھوں کر دیتے ہیں تاہم یہ برباد عبث

باغباں دشمن جاں اور ہے قاتل صیاد
اے اسیران قفس نالہ و فریاد عبث

خاک چھانے بھی تو ملتے نہیں آثار بہشت
تو نے کیوں رنج اٹھایا تھا یہ شداد عبث

کچھ تو غایت ہے خدا کی جو کیا ہے پیدا
ورنہ اس خاک کے پتلے کا تھا ایجاد عبث

آدمی اپنے خیالات کا خود ہے مالک
کفر کا فتویٰ عبث اور یہ الحاد عبث

کوئی ذرہ بھی جہاں میں نہیں ہرگز بیکار
آب و آتش ہو کہ ہو خاک نہ ہی باد عبث

حق تو ہے ایک مگر جھوٹ کی پہلو ہیں ہزار
یہ مذاہب ہیں عبث ملت ہفتاد عبث

عقل کچھ ہوتی تو کیوں عشق کے دم میں آتا
مر گیا پھوڑ کے سر آپ یہ فرہاد عبث

بدتر از قید ہماری ہے محب آزادی
حق بھی جب کہہ نہ سکیں ہم تو ہیں آزاد عبث

کارگر ہے نہ دوا کیا باعث
اور نہ مقبول دعا کیا باعث

اب تو ہر سمت تعصب ہی ہے
بگڑی کیوں آب و ہوا کیا باعث

مسلم و کافر و لا مذہب کا
ایک ہی تو ہے خدا کیا باعث

بے خطا قید مکانوں میں ہیں
عورتوں پر یہ جفا کیا باعث

روز ہوتی ہیں بلائیں نازل
کیا ہوئی ہم سے خطا کیا باعث

یہ عداوت ہے محب سو کیسی
ظلم الفت کی جزا کیا باعث

جیم

تھمتے نہیں کیوں اشک مرے دیدۂ تر آج
کیا آنکھوں سے بہہ جائیگا سب خون جگر آج

اے قوم تجھے کچھ بھی یتیموں کی خبر ہے
معلوم ہے کچھ بھوک سے کتنے گئے مر آج

اصلاح تمدن میں ہزاروں ہی ہیں جھگڑے — ہم سے لئے تو اسی کا ہم ہیں پابند ہی ہر گھر آج
اخبار کے پڑھنے کی اٹھاتے ہیں زحمت — لوگوں سے مگر پوچھتے ہیں کیا ہے خبر آج

قطعہ

اس باغ میں کس میوہ کا یہ عقدہ ہوا ہے — گلپوش سے پیچھے ہیں بستے جو ہر شاخ شجر آج
گل شاد ہیں غنچوں کے لبوں پر ہے تبسم — اترائی ہوئی پھرتی ہے کیا باد سحر آج
تعلیم کے پردہ سنا میں نکلے ہیں نتیجے — کیا بوتے تھے پایا اگا کوئی تخم ثمر آج
دنیا کی تمہیں کل اپنی طرف آہ نگاہیں — پھیری ہے زمانے نے مگر ہم سے نظر آج
کل کھائے گی پھل باغ کے اولاد ہماری — تعلیم کے پھر کیوں نہ لگائیں یہ شجر آج
اس چاند سی صورت پہ اگر علم بھی ہوتا — گھٹتا ہی نہیں حسن ترا رشک قمر آج
اس دار فنا میں تمہیں جو کرنا ہو کر لو — کیا جانئے دنیا سے ہو کل یا کہ سفر آج
کیا ہوگا قیامت میں عذاب اور زیادہ — واعظ یہی گھر جہل بنا ہے سقر آج
قبضے میں جہاں بھی ہو تو رہتا نہیں دائم — دارا ہے کہاں اور سکندر ہے کدھر آج
کیا دیر ہے کل ہی تو یہ کرتے ہیں ترقی — نسواں کی تعلیم پہ پابند ہیں تو مگر آج
کی علم معاون نے ہے اس درجہ ترقی — قارون کا خزانہ ہے یہی کان حجر آج
اے قوم اگر سیکھتی کچھ صنعت و حرفت — غیروں کی نہ ہوتی تو کبھی دست نگر آج
کل پوچھتے تھے ذات حسب اور نسب کو — دنیا میں مگر پوچھتے ہیں علم و ہنر آج
اسلام کی سنتے تو پہنچتی نہ مضرت — عیسائیو! تم خمر کا سمجھے ہو ضرر آج
انسان تو کیا کرتے ہیں ہمدردی حیوان — دنیا میں فرشتوں سے بھی برتر ہیں بشر آج
آزادی نسواں میں عبث ہے پس و پیش — کل اس میں ضرر ہے نہ کوئی خوف و خطر آج
جب تم نہیں پوچھتے اس ملک کی صنعت — پھر اہل صناعت کی ہو کس طرح بسر آج

اے کاش مدارس میں صناعت ہی سکھاتے | پھرتے تو نہ مارے ہوئے یہ خستہ جگر آج
اب تک تو بہت ضبط کیا جوشش غم تو ہم | بہ جائے گا دریا مری آنکھوں سے مگر آج

بازار سخن میں نہیں کچھ قحط سخن سنج
دکھلاؤ محب جوہریوں کو یہ گہر آج

خے

بار احسان ستمگران جفا کار نہ کھینچ | سانپ کو گود میں پالنے سے خبردار نہ کھینچ
تیغ و شمشیر و سنان کی نہیں حق کو حاجت | کام لے اپنی زبان سے کبھی تلوار نہ کھینچ
چھوڑ پردہ کہ ہے یہ اصل فساد اجماع | عورتوں مردوں میں فولاد کی دیوار نہ کھینچ
پردۂ حبس دوامی سے تو بہتر ہے یہ قبر | بار احسان مسیحا سر بیمار نہ کھینچ
غائت خلقت آدم تو ہے ہمدردی خلق | بار تکلیف عبادات بہ بیکار نہ کھینچ
سر پہ احسان ہے ان خاروں کا اے دست جنوں | پائے کوشش سے کبھی نوک سر خار نہ کھینچ
ترک دنیا ہی کا ہے نام تو یہ آزادی | ہاتھ پھیلا نہ کبھی پاؤں کو زنہار نہ کھینچ
مختصر بات کا سننا بھی تو ہوتا ہے گران | مجلسوں میں تو کبھی رشتۂ گفتار نہ کھینچ

حال پر پردہ نشینوں کے محب رو رو کر
حشر ہو جائے گا نالہ سر بازار نہ کھینچ

ح

بات کہنے کی ہو آزادی کہاں اچھی طرح | کھولنے دیتا ہے کوئی بھی زبان اچھی طرح
ان کے جلجانے کی زندانوں میں کچھ کو خبر | بند رکھتے ہیں مکانوں میں دھواں اچھی طرح

ہے جہاں آزادیِ اظہار افکار و خیال
علم و فن کی ہے ترقی بھی وہاں اچھی طرح

بحث پردہ چھیڑ کر تو دیکھئے دونوں کے زور
اس اکھاڑے میں لڑیں گے پہلوان اچھی طرح

داستانِ غم جو کہتے ہیں تو کٹتی ہے زبان
کر نہ پاتے ہی نہیں ہم کچھ بیان اچھی طرح

چاہتے ہو خیر سیکھا اپنی تو اب روکو زبان
نالہ و آہ و فغاں بھی ہو نہاں اچھی طرح

نام پردہ سنتے ہی غصّے میں کیوں آتے ہیں آپ
پہلے سن تو لیجئے یہ داستان اچھی طرح

حبسِ دائم سے نہیں چھوٹیں گی جب تک عورتیں
کیا مہذب ہوگا یہ ہندوستان اچھی طرح

تربیت سے مضمحل پودے بھی لاتے ہیں ثمر
سینچ یہ پژمردہ پودے باغباں اچھی طرح

سیکھتے پھرتے ہیں غیروں کی زبانیں تو بہت
اور آتی ہی نہیں اپنی زبان اچھی طرح

میری پامالی کی رکھ دل میں نہ تو باقی ہوس
پیس ڈال اے گردشِ ہفت آسمان اچھی طرح

بعد مردن بھی نہ رہ جائے کوئی نام و نمود
میری تربت کا مٹا دینا نشان اچھی طرح

گھٹ گئے پردہ میں بھی کہتی ہے زوجہ زوج سے
گھونٹ دو اب تو گلا اے بدگمان اچھی طرح

امتحانِ ہمدردیِ نسواں کا کچھ آسان نہیں
دیکھئے دے کون یہ سخت امتحان اچھی طرح

روزنِ دیوار سے آنکھیں نہ لڑ جائیں کہیں
اہل پردہ بند رکھتے ہیں مکان اچھی طرح

بات کہنے پر جہاں کٹتی ہے حق گو کی زبان
بند رکھتے ہیں وہیں عاقل زبان اچھی طرح

قوتِ نشو و نما سے آپ بڑھتا ہے درخت
بیج ہوتا ہے زمیں میں جب نہاں اچھی طرح

کس کے سوزِ غم میں یہ بیوہ جلی ہے رات بھر
اٹھ رہا ہے شمعِ مردہ سے دھواں اچھی طرح

ظلم کی فریاد بھی ہم کر نہیں سکتے محب
سی دیا ہے اب تو ظالم نے دہان اچھی طرح

ختم

عورتوں کے جہل سے اپنا تو ہی آرام تلخ
دن تو کٹ جاتا ہے باہر گھر میں ہے ہر شام تلخ

قوم کو یہ لقمۂ تر پیٹ میں تو ہیں شربت کی گھونٹ
ہے مگر الحق مرض کا بڑا ہی جام تلخ

نام پر وہ سنتے ہی کیا منہ بناتی ہے یہ قوم
ہو گیا ہے زہر سے بھی سخت کیا یہ نام تلخ

زہر سے بھی تلخ ہیں یہ کم سنی کی شادیاں
کیا مزا ملتا ہے کہاتے ہیں جو یہ بادام تلخ

گالیاں یہ قوم کی ہمکو تو ہیں قند و نبات
زہر سے بھی گرچہ ہوتے ہیں بہت دشنام تلخ

کیا مرے پند و نصیحت کو سمجھتے ہیں یہ زہر
یہ وہ ہے کونین جس سے ہے زبان و کام تلخ ختم ۹ م ۱۹۰۹

یہ جو شادی زہر ہے کیا شہد میں لپٹی ہوئی
ابتدا اسکی ہے میٹھی اور ہے انجام تلخ

دافع جہل و تعصب ہیں مرے اشعار پند
پی لے بھی جا بیمار صحت کے لئے یہ جام تلخ

کون سنتا ہے محب پند و نصیحت کو تری
ہے تری ہر بات گویا زہر کا اک جام تلخ

دال

خدا کے بندے تھے سب ایک تھا نہ گھر کا فساد
مگر یہ مذہب و دین لائے ہیں کدھر کا فساد

جو پھٹا جامۂ انگریز تو گھٹی وقعت
جو پی شراب تو پیدا ہوا جگر کا فساد

دماغ بگڑا ہے اس قوم کا خدا حافظ
کہ خوفناک ہے سرسام اور سر کا فساد

ہر اک فریق نے اپنی گڑھی حدیثیں ہیں
کہ مٹ سکے گا نہ تا حشر یہ خبر کا فساد

نفاق شیعہ و سنی تو ہے فساد کی جڑ
مٹائیں اب تو مسلمان یہ اپنے گھر کا فساد

بری نگاہ کا دل میں خیال کس کے تھا
یہ پردہ ہی سے تو پیدا ہوا نظر کا فساد

گھروں میں عورتیں گھٹ گھٹ کے ہو گئیں بیمار
کہیں ضعیف ہے معدہ کہیں جگر کا فساد

نتیجے اپنے ہی اعمال کے ہیں نیک و بد
نہ شمس کا ہے نہ زہرہ کا نہ ہے قمر کا فساد

نفاق قوم کی کچھ انتہا نہیں ہے محب
کہ بڑھتا جاتا ہے فتنے کا اور شر کا فساد

ذال

نفع سے تعلیم نسواں کے تو ہے انکار شاذ
ہے ضرر کا حسن نسواں کے مگر اقرار شاذ

اے طبیبو! جہل و غفلت کا مرض ہے لاعلاج
یہ مرض مہلک ہے اس سے بچتے ہیں بیمار شاذ

فلسفے کے سامنے ٹھہرینگے یہ مذہب نہیں
بچتی ہے بارش میں کہنہ کھوکھلی دیوار شاذ

ہے یہ اردو شاعری کان جنون و عشق و فحش
ہیں مگر ان پتھروں میں گوہر آبدار شاذ

بزدلوں کی تیغ تو رہتی ہے باہر میان سے
اہل جرأت کھینچتے ہیں میان سے تلوار شاذ

غافلوں کا تو نہیں اس قوم میں حد و شمار
اور ڈھونڈیں بھی تو ملتا ہے کوئی بیدار شاذ

ٹوکرے میں پھینکے ایسے تو پرچے ہیں بہت
قوم کو ہو فائدہ جن سے وہ ہیں اخبار شاذ

بزدلی تو دیکھئے ڈر سے عوام الناس کے
سچی باتوں کا بھی یہ کرتے ہیں اقرار شاذ

یوں تو کثرت سے ہیں جھوٹے ہند میں ہمدرد قوم
ہیں محب سچے مگر اس قوم کے غمخوار شاذ

رے

نو کے بجتے ہی سو رہو پڑ کر
خواب راحت سے اٹھو وقت سحر

جو کہ سوتے ہیں نصف شب کے بعد
وہ نہیں اٹھتے پانچ کے اندر

دیر سے سونا دیر سے اوٹھنا
دونوں باتیں بری ہیں کچھ ہے خبر

عمر کرتا ہے کم مزاج حزاب — جاگنا محفلوں میں یہ شب بھر
مول لیتے ہیں دام دے کے مرض — جاتے ہیں ناٹکوں میں جو اکثر
ضعف روح و بدن میں آتا ہے — زیادہ سونے کا بھی برا ہے اثر

جاگنے سونے میں ہو عدل محب
حفظ صحت کو چاہتے ہو اگر

محل میں چور ہیں مجوس پاسبان در پر — برس رہا ہے سمان قید خانے کا گھر پر
جو فتح کرتے ہیں علم و عمل کی اقلیمیں — وہی تو رکھتے ہیں اب برتری سکندر پر
خدا نے دی ہے جو یہ عقل کام لے اس سے — کہ بیٹھنا نہیں حیوان بھی مقدر پر
جو جانتے ہیں حیات ابد شہادت کو — گلا دہ رکھتے ہیں خود آپ اپنا خنجر پر
زمین کو بھی تو ہے ان اہل و داہ علم پہ ناز — فلک کو فخر ہے گر مہر و ماہ و اختر پر
بہادری ہی تو ہے رزمگہ میں قابل داد — شکست و فتح کا الزام کیا ہے افسر پر
اٹھائیں جس نے ہوں دنیا کی کلفتیں پیہم — اثر خوشی کا ہو کیا اس دل مکدر پر
شجاعت اور عدالت میں دونو تھے کامل — علی کو فخر عمر پہ عمر کو حیدر پر
وہ یوم فتح بھی نزدیک ہے کہ مسجد میں — پڑھیگا خطبہ بہ عنوان خطیب ممبر پر
جہان میں چلتا ہے جنکے خیال کا سکہ — ہے فوقیت انہیں جمشید پر سکندر پر
کیا ہے پردہ دروں نے وہ پردہ احسان — رہے گا تا بہ قیامت جو قوم کے سر پر

وہاں خیال ہو کیا خاک رہبری کا محب
جہاں برستے ہوں لعنت کے تیر رہبر پر

ہماری آہ چشمک زن ہو گیا کیا مہر تابان پر — ہماری چشم گریان خندہ زن ہو ابر باران پر

اگرچہ فرض ہے صوم و صلوٰۃ و حج مسلمان پر / مگر ہمدردیٔ انسان ہے اول فرض انسان پر

نہیں گر آدمی میں آدمیت اور ہمدردی / فضیلت حضرت انسان کو پھر کیا اور حیوان پر

درندوں سے بھی بدتر آدمی رہتے ہوں گر یکجا / تو پھر شہروں کو کیا ترجیح ہے کوہ و بیابان پر

حقیقت سے کسی شے کی نہیں گو فلسفہ واقف / مذاہب بھی تو قایم ہیں بنائے وہم و امکان پر

یہ تقریبوں میں پردے والیوں کا راتدن رہنا / مصیبت میزبان کی جان پر آفت ہے مہمان پر

مسلمانو بہا گو جنگ شمشیر و قلم سے تم / شجاعان عرب دیتے رہے ہیں جان میدان پر

سخن فہموں کی خاموشی سخن کے حق میں قاتل ہے / سخن کی داد دینی فرض ہے ہر اک سخندان پر

یہ ظاہر داریاں دیتی ہیں دھوکے اہل دنیا کو / مگر اس غیب دان کی تو نظر رہتی ہے پنہان پر

ہدایت کا ضلالت کا وہی تو ایک ہے مالک / خدا پر ہے نہیں الزام گمراہی کا شیطان پر

عبادت تو بہت کی حور و جنت کے لئے زاہد / کیا ہے بے غرض احسان بھی کوئی تو انسان پر

نہیں شرم و حیا کچھ جھوٹ بولیں تہمتیں باندھیں / مگر سو جان سے قربان ہیں ہر وقت ایمان پر

بڑھاپے میں یہ کم سن بیویاں کیا زیب دیتی ہیں / مسلط ایک بوڑھا دیو ہے گویا پرستان پر

میری فکر رسا لائی ہے بام عرش سے مضمون / کتاب آسمانی کا گمان ہے میرے دیوان پر

محب پردہ نشین محروم ہیں ہر ایک نعمت سے
نہیں پردہ یہ ہے قہر خدا مظلوم نسوان پر

ہٹے نہ میدان سے کبھی ہم شکست پیہم سے تنگ ہو کر
لڑے ہیں دیووں سے کیا لڑائی شکار توپ و تفنگ ہو کر

خدا نے دی ہے جو عقل و دانش تو کیوں ہو تقدیر پر بھروسہ
ہزار افسوس ہے کہ انسان رہے یہ دنیا میں سنگ ہو کر

ہمارے پر زور وہ مضامین کہ جس مین بازو کی ہے قوت
پہنچتے کانون کی راہ سے ہین دلون مین خفیہ سرنگ ہوکر

یہ عمر یہ جوانی ہے جوشش سیلاب بحر ہستی
حباب موج فنا سے نکلا شباب دریا امنگ ہوکر

کوئی جو بزم سخن مین آکر جلاتا ہے شمع علم و دانش ✤
تو اُس پہ گرتے ہین ہر طرف سے یہ اہل یورپ پتنگ ہوکر

انہین کی عصمت ہے قابل فخر جو ہین آزاد بندشون سے
وہ خاک عفت ہے جو حاصل اسیر قید فرنگ ہوکر

اُٹھا نہ اب بھی یہ سخت پردہ تو دیکھ لینا کہ عورتین سب ✤
نکل پڑینگی گھرون سے اکدن یہ زندگانی سے تنگ ہوکر

یہ بحر ہستی ہے ایک طوفان کہ جس مین ہے مد و جزر ہر دم
وہان موج فنا سے نکلی قضا ہے مہر مہ نہنگ ہوکر

اودہر تو پردہ کا جہل حامی ادھر ہے تعلیم حرّیت کی ✤
یہ قصہ ہوے گا فیصلا اب ضرور دونون مین جنگ ہوکر

کہا جو مین نے کہ سخت پردہ ہے قوم کے جسم پر یہ سرطان
تو رہ گئے بزم مین عدو سب برنگ تصویر دنگ ہوکر

ذلیل حالت کی زیست سے تو ہمارا مرنا ہی اب ہے بہتر
ہزار لعنت ہے زندگی پر جئین جو آبا کے ننگ ہوکر

یہ نیلم الماس اور گوہر ہین عکس مہر رخ منور ✤

دکھائے قدرت نے اپنے جلوے خود آپ گالون مین رنگ ہوکر
اسی کے یہ رنگ ہین چمن مین اسی کے جلوے ہین آسمان پہ
فلک پہ چمکا وہ مہر ہوکر گلون سے نکلا وہ رنگ ہوکر
ہمارا رونا نہین عبث ہے کہ اس سے سیراب ملک ہوگا
بہینگے آنسو جو چشم تر کے دلون مین دریائے گنگ ہوکر
محب نہ کھولو زبان اپنی کہ ہین نصیحت سے لوگ برہم
دلون مین چبھتی ہین غافلون کے تمہاری باتین خدنگ ہوکر

ڑے

دم بھر تو بیٹھنے دے غریب الوطن کو چھوڑ
اے چرخ بدنہاد عناد کہن کو چھوڑ
صیاد تاک مین ہے گلون مین لگی ہے آگ
بگڑی ہوا ہے باغ کی بلبل چمن کو چھوڑ
کب تک رہے گا جال مین تقلید کے پھنسا
لے کام اپنی عقل سے دیوانہ پن کو چھوڑ
آثار خیر چھوڑ کے جا تا ملے ثواب
کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ
لکھ وہ خیال جو کہ ہو کچھ قوم کو مفید
مضمون چشم و ابرو و لعل و دہن کو چھوڑ
دو دن کی زیست گل کی طرح ہنس کے کاٹ دے
اے عندلیب نالہ و رنج و محن کو چھوڑ
اس صیدگاہ دل مین یہ موذی ہے شیر نفس
کر اس کو تو شکار غزال ختن کو چھوڑ
دونون سے کام لے کہ نہ مر جائین قبل موت
بیکار روح اور نہ اعضائے تن کو چھوڑ
کیا لطف زیست اہل وطن ہون اگر عدو
غربت مین آبرو سے بسر کر وطن کو چھوڑ
باقی اثر ہے روح کا فانی ہے یہ بدن
دے تقویت دماغ کو فکر بدن کو چھوڑ
مشاطگی بھی فرض ہے ماں باپ پر کہین
مختار اپنے بیاہ کا دولہا دولہن کو چھوڑ

علم و عمل میں وقت عزیز اپنا صرف کر
دن رات کے سنگار کو اس بانکپن کو چھوڑ

اہل کمال کی نہیں ہوتی وطن میں قدر
تو آبرو بڑہا گھر اپنی عدن کو چھوڑ

دشمن ہے عاقلوں کا تو ہے احمقوں کا دوست
گردون دون پرست تو اس سفلہ پن کو چھوڑ

سیر کتاب میں تجھے باغ جہان کی سیر
راحت سے بیٹھ گوشے میں سیر چمن کو چھوڑ

مرنے کے بعد گاڑ ہی دیگا کوئی کہین
کر فکر خیر خلق خیال کفن کو چھوڑ

سمجھا تہا تو تو ان کو محب جان سے عزیز
یہ غیر جب سمجھتے ہیں تو تجھی دوستی کو چھوڑ

ز

دیکھ صیاد نہ دیکھ اپنے گرفتار کو تیز
مشتعل دیکھتا رہتا ہے دل آزار کو تیز

دوڑ میں علم و عمل کے نہیں اچھی تیزی
جلد تھک جاتا ہے کرتا ہے جو رفتار کو تیز

مرض کہنہ ہے یہ سخت جنون پر وہ
دے ہے طبیب اپنی دوا اور ہی بیمار کو تیز

دل میں چبھ جائے نہ ہے گل کی طبیعت نازک
بلبل زار نہ کر تیشۂ منقار کو تیز

خرق عادات تو اس قوم میں ادنی سی ہے بات
پیر صاحب یہاں دوڑاتے ہیں دیوار کو تیز

کیون نہ ہر آن ہو یورپ کی ترقی کو عروج
کہ وہاں رکھتے ہیں بجلی سے بھی اخبار کو تیز

منطق و علم بلاغت تو مقرر کی ہے جان
پہلے کر لیجیے اس سان پہ تلوار کو تیز

چمن دہر میں ملتا نہیں بے رنج کے گنج
گل بھی رکھتے ہیں نہاں نوک سر خار کو تیز

زاہدو سب کا خدا ہے وہ غفور اور رحیم
دیکھتے آپ ہیں کیون رند گنہ گار کو تیز

ہے یہ اخبار ترقی کا تو برقی آلہ
برق سان کیجیے اخبار کی رفتار کو تیز

قدر آزاد خیالی تو ہے یورپ میں محب
اور رکھتے ہیں یہاں خنجر خونخوار کو تیز

سین

ہے بہار و خزاں ہر ایک برس ۔۔۔ یہ جوانی مگر ہے چند نفس
عورتیں ہر جگہ کی ہیں آزاد ۔۔۔ قطعہ ہیں مگر ہند کی اسیرِ قفس
خوار و مظلوم و بےکس و محبوس ۔۔۔ کوئی ان سا نہیں کہیں بےبس
سمجھے مفلس کو کیوں امیر حقیر ۔۔۔ کم ہے طاؤس سے یہ حسن مگس؟
وائے غفلت ہیں رہے پیچھے ۔۔۔ کان میں آئی بھی نہ بانگ جرس
نفع کی بات بھی نہیں سنتے ۔۔۔ اور پھر ہے ترقیوں کی ہوس
کیا کہیں منہ سے اسجگہ کہ جہاں ۔۔۔ خوف سلطان ہو اور بیم عسس
پھر وہی موت کا ہے ہر دم خوف ۔۔۔ آدمی گر جیے ہزار برس
پشت ہا پشت کی ہو فکر معاش ۔۔۔ اور یہ زندگی ہے ایک نفس
گھٹ کے مر جائیں کیوں نہ یہ صیاد ۔۔۔ بند چاروں طرف سے جب ہو قفس
گرتے ہیں نوکری پہ اہل قلم ۔۔۔ جیسے شیرینیوں پہ مور و مگس

سن چکے ہم محب تیری باتیں
کہو منہ سے نہ اور کچھ بس بس

شین

سوزش دل سے ہے دماغ میں جوش ۔۔۔ سر ہے یا دیگ پر ہے یہ سرپوش
اپ خدا خودی کا ہوش نہیں ۔۔۔ کردیا بےخودی نے کیا بیہوش
کیا رہے گی مخالفت دایم ۔۔۔ کوئی دن کا ہے سب یہ جوش و خروش
بت فروشوں سے کیا خدا کو گلا ۔۔۔ یہ مسلمان تو ہیں کعبہ فروش

ہمکو اپنی بھی کچھ خبر ہی نہیں ‏ ایسے دنیا میں ہیں کہاں مدہوش
بڑھ گئے دور میں یہ گبرو و ہنود ‏ خواب میں مست ہیں مگر خرگوش
آتش جہل کے قریب نہ جا ‏ جاہلوں میں تو ہے فساد کا جوش
نکتہ چیں ہو گئے ہیں دشمن جان ‏ بیٹھ پردے میں تو بھی اب خاموش
اپنے اغراض میں ہیں یہ سب مست ‏ قوم کے فائدہ کا کس کو ہوش
جرم سنگین کیا ہوا ان سے ‏ عورتیں کیوں گھروں میں ہیں روپوش
کیوں کر اخلاق قوم کے ہوں درست ‏ مرد و زن جب نہیں ہیں دوش بدوش
مرد کی زن ہی تو معلم ہے ‏ مدرسہ پہلا ماں کی ہے آغوش
پھر نہ یہ مجلسیں نہ تقریریں ‏ کچھ دنوں کا ہے سب یہ جوش و خروش
آئے تھے جب ملی تھی ماں کی گود ‏ جائینگے تو لحد کی ہے آغوش
راز دل کس سے میں کہوں جا کر ‏ میری باتیں سنے کہاں ہو وہ گوش
بزم دل انجمن سے بہتر ہے ‏ بیٹھیں خلوت میں ہم نہ کیوں خاموش
حبس دایم ہے حافظ عفت؟ ‏ ماننے کا بات یہ کوئی ذی ہوش

جنکو سمجھے تھے ہم محب اپنا
ہو گئے وہ بھی آہ یار فروش

صاد

زندگانی کی نہ آرام کی حرص ‏ ہے ہمیں فائدہ عام کی حرص
تاکتی رہتی ہیں کوٹھوں کو کھڑیں ‏ پردہ داروں کو ہے کیا بام کی حرص
ڈر سے مردوں کے یہ سب پردہ ہے ‏ مرغ کو ہوتی ہے کب دام کی حرص

ان سے ہوگی نہ کوئی خدمت قوم
ہے جنہیں نام کی انعام کی حرص

خدمت قوم ہے سراسر بے سود
ہے جنہیں کفر نہ اسلام کی حرص

اور ہو سکتے وہ خطابون کے حریص
ہے جنہیں تو انہیں خطاب کی حرص

دل کو ہوتی ہے ہنسانے سے خوشی
پھر ہمین کیون نہ ہو ہنگام کی حرص

بیٹھ جاتی ہین یہ خود پر وسے ہین
مرغ بے پر کو ہے کیا دام کی حرص

حرص محنت تو یہان ہے کسکو
ہان مگر سب کو ہے آرام کی حرص

خود بخود کام ملین گے تمکو
پہلے پیدا تو کرو کام کی حرص

چاہتے ہین کہ رہے شہرت دن جلدی
ہے کسے بیٹون کو کیا شام کی حرص

خدمت دین ہے بیکار بیہودہ دری
اور کیا ہوتی ہے اسلام کی حرص

ہے جنہیں خواہش صہبائے طہور
کیون نہو ان کو مے و جام کی حرص

ایک ٹکائی سے ہے سیر ہمکو
ہے خدا کو بھی تو پیغام کی حرص

قوم پر آپ کو قربان کردے
ہے محب تجکو اگر نام کی حرص

ضاد

گالیان کہانے کی پروا نہ زمانے سے غرض
سوتے جاگ اٹھین یہی شور مچانے سی غرض

مجلس قوم مین آتے ہین جو ہین قوم کی دوست
خود غرض لوگون کو اس بزم مین آنے سی غرض

دین و ایمان سے ہمارے تو خدا واقف ہے
ساری دنیا کو پھر اسلام جتانے سی غرض

خدمت قوم جو منظور نہ ہوتی ہمکو
پھر ہمین آپ کی یہ گالیان کہانے سی غرض

اسکی قدرت کا جو اظہار نہ ہوتا منظور
شاہد گل کو تھی کیا رنگ دکھانے سی غرض

تھا خدا کو بھی تو منظور کچھ اظہار کمال ورنہ اس خاک کے پتلے کو بنانے سے غرض

دوست ہی کٹھ گئے ہیں اور دوست کو سمجھتا دشمن دشمنوں کو نہیں جی اپنا جلانے سے غرض

مرگیا دوست ولی اپنا محمد عباس اب نہیں مقبرہ و عرس میں جانے سے غرض

نفع سے خلق کے مطلب ہے نہ کچھ لوگوں سے پھر ہیں اپنے خیالات چھپانے سے غرض

اہل دنیا کا تو معبود حقیقی ہے یہ زر حق سے مطلب نہیں دولت کو کمانے سے غرض

بے غرض یہ تو نہیں جاتے ہیں اللہ کے گھر شیخ کی کچھ تو ہے تنہائی میں آنے سے غرض

قوم کے ذکر سے دلچسپ ہی حوروں کا بیان واعظوں کو ہے فقط رنگ جمانے سے غرض

کیسے خونخوار یہ انسان تعصب سے ہیں ان درندوں کو مجالس میں بلانے سے غرض

مصلح قوم وہی تارک دنیا ہیں محب

جز خدا جنکو نہیں کوئی زمانے سے غرض

۱۔ ڈاکٹر محمد عباس جن کا خطاب نواب انتظام جنگ تھا ہمکو بیان سے ایک صاحب عرص میں دعوت دیتے تھے ہم ان کی خاطر سے وہان جاتے تھے بسبب اعتقاد کرامت بار بیری کی وجہ سے ۱۲

ط

اہل دنیا ہی کے سر میں نہیں گھربار کا خبط اہل دین کو بھی تو ہی حوروں کے دیدار کا خبط

کیا دوا کیجیے مہلک ہے جنوں پردہ اور بڑھتا ہے دواؤں سے تو بیمار کا خبط

کھینچتا رہتا ہے ابرو کی طرح تیغ ہلال کیا فلک کو بھی حسینوں کی ہے تلوار کا خبط

دیکھیے جسکو وہ شاعر ہے مگر جاہل محض بچے بچے کو ہی کیا ہند میں اشعار کا خبط

بند ہو جائے ہوا سامنے منظر نہ رہے پردہ داروں کو ہے کیا رفعت دیوار کا خبط

پاس کوڑی نہیں سر میں ہو امارت کا خیال بھیک منگواتا ہے آخر یہی نادار کا خبط

اعتقاد اور خبر پر نہ بھروسہ کیجیے عقل گھٹ جاتی ہے بڑھتا ہے جو اخبار کا خبط

نعمتیں دی ہیں خدا نے نہ اٹھائیں کیوں لطف ترک دنیا و لذائذ تو ہی دیندار کا خبط

بد تو بد نیک بھی بچتے نہین ظلموں سے ترے | تجکو کیا خرچ ستمگار ہے آزار کا خبط
وعدہ کر لیتے ہین رکھتے نہین پھر اس کا خیال | ان حسینوں مین ہوا کرتا ہے اقرار کا خبط
جوش مین دعواے انا الحق کو چھپا بھی نہ سکا | تھا یہ منصور کو معراج سر دار کا خبط
چار تن پنجتن پاک تو سب ایک ہی ہین | پھر نہین پانچ کا اوران کو ہے کیوں چار کا خبط
جلوۂ یار تو ہر رنگ مین آتا ہے نظر | زاہدون کو ہے یہ کیوں حشر مین دیدار کا خبط
راحت قلب قناعت سے ہو مفلس کو نصیب | اہل دولت کو ہے کیوں درہم و دینار کا خبط
دشمنوں سے بھی تو کہہ دیتا ہے دل کی باتین | ہے محب تجکو خیالات کے اظہار کا خبط

نظم

خدا کے گھر مین بھی ہے پردہ و حیا کا لحاظ | نہین ہے عورتون مردون کو کیا خدا کا لحاظ
بٹھاتی سر پہ ہین اپنے حباب کو موجین | جو سحر فیض ہین رکھتے ہین آشنا کا لحاظ
زمین پہ آج نہ ہوتے یہ کافر و بدکار | خدا کو زاہدو! ہوتا اگر خطا کا لحاظ
حرم مین بھی تو اُسی ایک بت کی حرمت ہے | کہان ہے دیر و حرم دونون مین خدا کا لحاظ
سمجھتی دل مین ہین پردے کو خوب مستورات | مگر زبان سے کہین کیا کہ ہے حیا کا لحاظ
مریض قوم کو قسمت پہ چھوڑ دین کیوں کر | ذرا بھی جان ہے باقی تو ہے دوا کا لحاظ
یہ مقبرے یہ عزا خانے سب ہین تجلے | نہین ہے اب تو مسلمان کو بھی خدا کا لحاظ
ہر ایک حادثہ و ہر جب ہے مرضی رب | تو پھر خدا کو ہو کسطرح سے دعا کا لحاظ
مٹانا راہ سے آثار رفتگان رہرو | کہ راہرو کو ضروری ہے نقش پا کا لحاظ
گھرون مین فاقون سے مر رہی ہین آہ یہ پردہ نشین | جنون پردہ عجب ہے عجب حیا کا لحاظ
شراب ناب ہو خلوت ہو اور حور بہشت | جناب شیخ کو اسوقت ہو خدا کا لحاظ

جو گل ہین شاد تو وہ چہچہاتے خوش ہین خموش غنچہ ہے کرتا ہے کچھ صبا کا لحاظ

وہی سٹے ہین تغیر کی آندہیون سے محب
نہین ہے جنکو زمانے کی کچھ ہوا کا لحاظ

عین

برسون ہی مین آتا ہے کسی بات کا موقع اچھا ہی یہ اظہار خیالات کا موقع
جو علم کے عاشق ہین کتاب ان کی ہے معشوق دیتے ہین کہین ہاتھ سے وہ رات کا موقع
پابندی اوقات سے ہوتا ہے بہت کام پھر سیر کا ہے وقت ملاقات کا موقع
ہے قوم کی امداد نہ ہمدردی انسان ہان اک نقطۂ مرگ ہی خیرات کا موقع
مسجد مین بھی اب قوم کے ادبار کا ہو ذکر واعظ! نہین دلچسپ حکایات کا موقع
پی تو بھی جوانی مین شب و روز مے علم رندونکو غنیمت ہے یہ برسات کا موقع
اب نام سے پردہ کے تو وحشت ہی غضب کی کچھ اور چلو چال کہ ہے گھات کا موقع
واعظ نہین فرصت جو سنین تیری کہانی ہر کام کا اک وقت ہے ہر بات کا موقع

خلوت مین مزا ملتا ہے باتونکے جو دل کی
کہتے نہین جلسون مین محب راتکا موقع

غین

کسکو حاصل ہی کالجون سے فراغ سیکڑون علم اور ایک دماغ
علم ہے نور جہل تاریکی اہل تحقیق ہین جہان کے چراغ

موجیں رندوں کی یاد آتی ہیں — ٹوٹتے ہیں حباب کے جو ایاغ
ڈھونڈھتا ہے خدا کو کیا زاہد — کچھ تجھے اپنا بھی ملا ہے سراغ
بکتے ہیں مولوی بھی اب ہذیان — قوم کا کیا بگڑ گیا ہے دماغ
غم سے خالی نہیں کسی کا دل — دیکھ لالہ کے دل میں بھی ہے داغ
عمر دنیا سے کیا بشر واقف — پیشتر کیا جانے کب سے ہے یہ باغ
پشت دنیا پہ حکمران ہوتا — رکھتا آدم سے گر بڑا وہ دماغ
ایک دم کی تھی سب بہار چمن — گل جہاں بلبلیں تھیں آج ہیں زاغ
راتیں جو کاٹتے ہیں پڑھنے میں — وہی عالم کے ہو گئے چشم و چراغ
جان دنیا کی ہے یہی انسان — اور انسان کی ہے جان دماغ
ہے یہ تعلیم و تربیت بیکار — گر دیا ہی نہیں خدا نے دماغ
موجیں بھی لڑکھڑاتی پھرتی ہیں — چل رہے ہیں حباب کے جو ایاغ
جنکی شہرت پہ ماہ کو ہے رشک — ہیں زمانہ میں آج حضرت داغ
اس اندھیرے میں تھا معلم نور — حیف کسنے بجھا دیا یہ چراغ
چھوڑ تقلید عقل سے لے کام — گر خدا نے تجھے دیا ہو دماغ

جنکے پودوں کی تربیت ہی نہیں
کسطرح سے محب ہرا ہو وہ باغ

قطعہ

کہاں ہے اتنا انہیں دوزخ و خدا کا خوف — کہ جتنا ایک پولس مین کی سزا کا خوف
دماغ قوم کا روشن ہو لکھ کتاب ایسی — یہ وہ چراغ ہے جسکو نہیں ہوا کا خوف

ہمین تو زیست سے اوس قوم کی ہے پابوسی | جسے طبیب سے ڈر اور ہے دوا کا خوف
گناہ کرتے ہین ڈرتے نہین ہین دوزخ کو | ستایا دل سے ہی تو یہ نے کیا خدا کا خوف
رہی ہین چین سے اس خانۂ حوادث مین | خوشی نہ زیست کی جنکو نہ ہے قضا کا خوف
یہ اعتبار گیا یار و آشنائی کا | کہ آشنا کو بھی اب تو ہے آشنا کا خوف
اسیر و بیکس و مظلوم ہین یہ مستورات | بہت بڑا ہے ہمین ان کی بد دعا کا خوف
گھرون سے تنیسرے فاقہ ہے یہ نکل پڑتین | نہ ہوتا ان کو اگر پردہ و حیا کا خوف
بنایا شاعرون نے یار کو ہے کیا خونی | کہ دل مین عاشقون کے ہی بہت حنا کا خوف
ہوائے تند سے گرتے ہین اونچے اونچے درخت | گیاہ پست کو کیا شدت ہوا کا خوف

محب نہ کم ہوئی پیری مین بھی محبت زیست
گھٹی جو عمر تو بڑھتا گیا قضا کا خوف

قاف

گردۂ شمس و قمر اور یہ خوان ازرق | بانٹتے پھرتے ہین مخلوق کو روزی کی طبق
عقل استاد ہے فطرت ہی کتاب مبسوط | پڑھتے ہین مدرسۂ دہر مین ہم اوز سبق
عمر برباد ہوئی جاہل مطلق ہی رہے | اور الٹا کئے دن رات کتابون کے ورق
اس زمانے مین تو روٹی بھی نہین ملتی ہے | جب تلک ایڑی پہ ٹپک جائے نہ ماتھے سے عرق
دیکھتے ہین وہی آنکھون سے خدا کا جلوہ | رہتے ہین علم طبیعات مین جو مستغرق
خدمت خلق عبادت مری ایمان ہے صدق | عقل معبود مری فکر پیمبر بر حق
قتل مہوش ہوئے اس پردۂ زنگاری مین | خون ہی چرخ کی گردن پہ نہین رنگ شفق
سخت جانی کا لکھے بیوہ کی کیا حال قلم | اس مصیبت پہ تو پتھر کا کلیجہ بھی ہے شق

سنتے ہی روز جزاد عوی جس نسوان — خوف سے حامی پردہ کا ہوا چہرہ فق
اس زمانے میں سلاست تو ہی مضمون کی جان — کہیں ہو جائیں بلاغت سے نہ اشعار ادق
اب تو صوفی ہے وہی صوف ہو جسکی بر میں — ناچے وہ ہو لک پہ زبان سے کہے ہر دم ہو حق
مرد کرتے ہیں جو عورت کی حفاظت و نجات
ان سے بڑھ کر ہے محب کون جہان میں احمق

کاف

کوزہ گر ہے یہ گردش افلاک — اور یہ چرخ ہے کمہار کا چاک
منہ کو پھر بار بار دھو لینا — پہلے دل کو تو اپنے کر لے پاک
اس چمن کو ہے اختلاف سے رنگ — کوئی گل شاد کوئی سینہ چاک
قبر پر ہم سے خاکساروں کی — شامیانہ ہے گنبد افلاک
خود بخود بعد مرگ ملتے ہیں — باد میں باد اور خاک میں خاک
سب مذاہب کی ہے یہی غائت — دل انسان گناہ سے ہو پاک
ایک ہی اصل کے ہیں یہ سب رنگ — مے تو ہے سرخ اور سبز ہے تاک
ہم اسی بت کو جانتے ہیں خدا — کیون نہ ہو عشق پھر ہمارا پاک
حق بھی لاتے نہیں زبان پہ یہ — خلق سے ہی نہیں خدا سے باک
بے قضا کوئی کچھ نہیں کرتا — کوئی جلاد ہو کہ ہو سفاک
روز جاتے ہیں خود رقیب کے گھر — آپ تو ہو گئے ہیں اب بیباک
پیستے ہیں یہ آسیا کی طرح — گردش ارض و گردش افلاک
اے گلو! حسن چند روزہ ہے — پھر تو ہے رنگ روپ سب ہی خاک

خاک چھانے نہ بھی عمر بھر یہ فلک
مرسوں کی نہ ہاتھ آئے گی خاک

ایک ہی ذات کے ہیں سب صفات
نہ کوئی پاک ہے نہ ہے ناپاک

پھیر سے بھی وہ آج ڈرتے ہیں
غیر سان جن کی کل بندھی تھی دھاک

ناقص العقل کون کہتا ہے
عورتیں مرد سے تو ہیں چالاک

کیا ہیں وحشیانہ وہ زیور
کان چھلنی ہوں جن سے زخمی ناک

دینداروں کی اب بھی ہے شناخت
اونچا پاجامہ ہاتھ میں مسواک

دل میں بھی کوئی ہے محبت و درد
گرچہ ظاہر میں ہے محب بیباک

۱۰

گاف

ہے زمین سے تا فلک ہر ذرہ و اختر میں آگ
آدمی تو آدمی ہے عشق کی پتھر میں آگ

فکر وہ طائر ہے بام عرش ہے جسکی نشست
لگتی ہے جس جا فرشتوں کی بھی بال و پر میں آگ

دیکھنا مستو نہ پینا جانکر آب حیات
یہ ہے گلرنگ ہے جلتی ہوئی ساغر میں آگ

جل رہا ہے مہر بھی اس شعلہ رو کے عشق میں
شمس کہتے ہیں جسے وہ بھی تو ہے چکر میں آگ

قابل افسوس ہے ان پردہ داروں کا حجاب
خاک ہو جاتی ہیں جلکر لگتی ہے جب گھر میں آگ

کیوں نہ دم گھٹ جائے جب ہو کر اندر ہو دھواں
ہے کہیں دالان میں چولہا کہیں ہے در میں آگ

ہیچ غضب ہے جسکی چنگاری لگاتی دم میں ہے
سینہ میں دل میں جگر میں چشم تر میں سر میں آگ

ابر میں آتش ہے پنہاں برق ہے اس پر گواہ
سوزش دل سے نہ ہو کیوں اشک چشم تر میں آگ

کیا دے گا خدمت قومی کا یہ جوش و خروش
عشق ملت کی ہے جب تک قلب کی مجمر میں آگ

سنگ دل بھی رکھتے ہیں سینہ میں پنہاں سوز عشق
کیا نہیں معلوم ہوتی ہے نہاں پتھر میں آگ

دل جو پھکتا ہے تو یہ کہتی ہے یہ چیخ کر — مین جلی جاتی ہون ہمدرد! لگی ہو گھر مین آگ

خاک ہونے پر بھی باقی ہے محب کچھ سوز عشق
ڈھونڈے اگر ذرا بھی ہوتی ہے خاکستر مین آگ

لام

کون کہتا ہے آشنا ہے دل — یہ تو پہلو مین بے وفا ہے دل

دوست ہوجاتے ہین ترے دشمن — اس مین کچھ تیرے ہی خطا ہے دل

راستی پر اسی کو کم پایا — جس کا کج فہم و کج ادا ہے دل

سالک منزل حقیقت ہون — بدرقہ علم رہنما ہے دل

تلخئ وعظ و پند کا ہے اثر — اپنے ناصح سے جو خفا ہے دل

دل کو مضبوط چاہیے رکھنا — ہدف ناوک بلا ہے دل

نفس سرکش کو تو نے زیر کیا — تجکو شاباش و مرحبا ہے دل

صحبت نیک و بد کی ہے تاثیر — خلقتاً کب بھلا برا ہے دل

ترک صوم و صلوۃ سب جائز — دل دکھانا نہین روا ہے دل

دم مین جاتا ہے فرش سے تا عرش — برق ہے نور کبریا ہے دل

اُن کو کیا ہے حجاب کی حاجت — جن کا باعفت و حیا ہے دل

عورتین کیون نہ سیر باغ کرین — کیا خدا نے نہین دیا ہے دل

دل بنینگے ہماری مٹی سے — اہل دل کا یہ خاک پا ہے دل

دولت علم گر نہین ہے پاس — مفلس و بینوا گدا ہے دل

ذبح ہوتے ہیں حسرت و ارمان — اے فلک کیا یہ کربلا ہے دل

گر محبت نہیں محبؔ دل میں
وہ تو مٹی ہی سے بنا ہے دل

پوچھتا ہوں میں جب کہ کیا ہے دل — دل یہ کہتا ہے خود خدا ہے دل

وہ امیدیں کہاں کدھر ہے وہ جوش — اب تو مٹی کا ہو گیا ہے دل

دیکھ دل میں تو اپنے عیب و ہنر — کس قدر صاف آئینہ ہے دل

کیا وفا کی کوئی امید اس سے — واقعی جس کا بے وفا ہے دل

صاف زنگ خودی سے کر تو دیکھ — دور بیں خدا نما ہے دل

حسن صورت کا ہے تعلق پر اثر — حسن سیرت تو کھینچتا ہے دل

دو تو عالم سما سکے ہیں اس میں — جلوۂ قدرت خدا ہے دل

محو نظارۂ خدائی ہوں — ایک جام جہاں نما ہو دل

کیوں کریں عورتوں کو یہ تسلیم — کیا خدا نے انہیں دیا ہے دل

کچھ و جود سے ہے کیا مطلب — اپنا مقصود مدعا ہے دل

کون دلبر گیا ہے اس رہ سے — ہر قدم زیر نقش پا ہے دل

قید و اتم سے فائدہ کیا ہے — کیا ہر اک زن کا بے وفا ہو دل

درد ملت نہیں ہے جس دل میں — وہ تو پتھر سے بھی کڑا ہے دل

لاکھوں سر پہ بلائیں لاتا ہے — ایک آفت ہے بد بلا ہو دل

درد انسان اگر نہیں اس میں
کس مرض کی محبؔ دوا ہے دل

جسے دیکھا اُسی پر آگیا دل
کسیکو دے نہ ہرجائی خدا دل

سمجھتے تھے اُسے تو باوفا ہم
مگر نکلا غضب کا بے وفا دل

حضر کیا گر نہ مانین بات اس کی
گھڑی بھر کے لئے ہوگا خفا دل

تجھے تو خاک مین ملنا ہے اکدن
کوئی دم باغ کی کھالے ہوا دل

تجھے زاہد مبارک حج کعبہ
ہمین کافی ہے اپنا حق نما دل

یہی پہلو مین ہے بس ایک دشمن
خدا محفوظ رکھے ہے بلا دل

تری مرضی پہ ہو سو جان سے راضی
خدا تو کر ہمین ایسا عطا دل

نتیجہ تربیت تعلیم کا ہے
نہ اچھا ہے نہ ہے کوئی بُرا دل

دلون کو کھینچتا ہے جذب الفت
یہ مقناطیس ہے یا کہربا دل

رہ الفت مین کیا رہبر کی حاجت
یہی رہبر بھی ہے رہنما دل

بچا کر دل یہان چلتے ہین ہشیار
کہ ہے ہر ہر قدم پر زیر پا دل

یہ کار خیر ہین سب غیر فانی
انہین مین ہے فقط تیری بقا دل

زر و جاگیر سے کیا دل کو حاصل
بغیر علم تو ہے بینوا دل

بدلتی مرگ سے ہے حالت جسم
تغیر سے نہین ہوتا فنا دل

ہماری بیکسی کی ہے یہ حالت
کہ پہلو مین بھی ہے ناآشنا دل

محب جذب محبت کی ہے تاثیر
جو آیا تھام کے وہ دلربا دل

میم

کوئی مونس ہے نہ کوئی یار و غمخوار قوم
کچھ نظر آتے نہیں اچھے ہمیں آثار قوم

مفلسوں سے خاک ہو گی قوم کی حالت درست
اہل دولت ہوں نہ جب تک یار و انصار قوم

ایک بھی تو جان و زر سے قوم پر قربان نہیں
یوں تو کہنے کو بہت ہیں حامی و غمخوار قوم

کچھ ستیا ملیں قوم کے چندے بھی کر جاتے ہیں ہضم
قوم کو بدنام کرتے ہیں یہی اشرار قوم

لیکچروں میں بے تعلّی کام سب ان کے خلاف
واہ کیا ہیں قوم کے کردار کیا گفتار قوم

چھوڑ کر تائید حق جب ہو خوشامد سے غرض
کیوں نہ ہو جائیں ذلیل و خوار پھر اخبار قوم

قوم کی خدمت کے آگے چیز کیا ہے سلطنت
اسکا اک ادنیٰ سا خادم بھی تو ہے سردار قوم

وہ مخلط شاعری و نامہذب ناولیں
اب تو یہ علم ادب ہے اور وہ افکار قوم

جاہلوں کے ہیں مناصب اہل حق ہیں یوں ذلیل
بدنصیبی ہے یہی اپنی یہی ادبار قوم

عیش و عشرت خود پسندی خود نمائی خودسری
قابل افسوس و نفرت ہیں یہی کردار قوم

کاہلی سے مضمحل ہوتے ہیں سب جسم و دماغ
جس سے بچتی ہی نہیں وہ ہے یہی آزار قوم

قوم کی اصلاح سمجھے کھیل بچوں کا محب
ہو ثبات کوہ جس میں وہ اوٹھائے بار قوم

سید القوم خادمهم

ہسپانیہ میں ہند میں کس جا کہاں ہیں ہم
سب کی نظر میں خوار ہیں یارب جہاں ہیں ہم

دولت گئی عروج گیا سلطنت گئی
غرّہ ہے یہ کہ مالک کون و مکاں ہیں ہم

اہل نظر جہاں کی کرتے ہیں پھر کے سیر
کیڑوں کی طرح کونوں میں کیسے نہاں ہیں ہم

دنیا کے مال و جاہ کو سمجھیں نہ کیوں یہ ہیچ
دل میں ہیں خوش کہ مالک حور و جناں ہیں ہم

نازاں ہیں باپ دادا کی جرات پہ بزدلے
سمجھے ہیں یہ کہ ماہر تیغ و سناں ہیں ہم

اہل سخن کی بزم میں کیا خاک قدر ہو
اہل قلم ہیں اور نہ اہل زباں ہیں ہم

مجلس میں اہل علم کی آئین نو ایجاد ہو رہا
سرگرمیٔ پیہم نیا حجت ہے ہر دیدہ ور ایمان ہیں ہم

واقف نہیں علوم جدیدہ کے نام سے
عاشق مزاج شائق ہر داستان ہیں ہم

کیونکر نہ حسن و عشق کے افسانے ہم پڑھیں
روز ازل سے عاشق حسن بتان ہیں ہم

ہر مسئلہ میں بلبل شیراز کی سند
قرآن سے بڑھ کے معتقد بوستان ہیں ہم

افلاس جہل اور تعصب نے جان لی
کیا فائدہ علاج سے اب نیم جان ہیں ہم

ہم سا ہے کوئی اور زمین آسمان میں
شان خدا ہیں رونق ہفت آسمان ہیں ہم

بت سب خدا ہیں تو ہمیں نے بنائے ہیں
خلاق حشر و دوزخ و حور و جنان ہیں ہم

کیا نیک و بد عمل سے بدلتی ہیں صورتیں
شیطان ہیں ہم فرشتے ہیں ہم انس و جان ہیں ہم

عصمت کے حفظ کا تو ہے ہر مرد و زن کو حکم
غیرت کی دوسروں کے مگر پاسبان ہیں ہم

قرآن مجید یحفظوا فروجہم

پروا نہیں حکومت ملکی اگر گئی
اپنے گھروں میں عورتوں پہ حکمران ہیں ہم

دنیا پہ ہنستی ہے عبث ہم سے نہ محب
کچھ اور چند روز کے اب مہمان ہیں ہم

نون

ہے شکایت یہ زمانے کا ستم اٹھتا نہیں
جانب علم و عمل لیکن قدم اٹھتا نہیں

صبر کی قوت بڑھا جو ہے علاج بے بہا
مال و جاہ و زور و زر سے کوہ غم اٹھتا نہیں

خدمت نسواں سے روکا ہم کو کیوں اہل وطن
جوش حب قوم دل میں دمبدم اٹھتا نہیں

ہر قدم پر ہے فنا ہر گام پر ہستی بھی ہے
پاؤں کیوں پھر جانب راہ عدم اٹھتا نہیں

سیم و زر چندوں میں دیکر قوم کو ممنون کر
دل پہ جب بیٹھا تو پھر نقش درم اٹھتا نہیں

ہے گوارا اپنی محنت سے اُٹھانا ہیں ہم پہاڑ
پر کسی کا بارِ احسان و کرم اٹھتا نہیں

سر کے بل جاتا ہوں بت خانے کو شوق دید میں
پر قدم میرا سوئے بیت الحرم اٹھتا نہیں

پاؤں میں بیڑی تعصب کی ہے سر پر بارِ جہل
راستے میں اب ترقی کے قدم اٹھتا نہیں

اے فلک، یہ ہوگی یہ حبس یہ فاقہ کشی
اب تو تیرا پردہ داروں سے ستم اٹھتا نہیں

عشق کے دفتر کے دفتر رات دن لکھتے ہیں آپ
بیکسوں کی پر حمایت پہ قلم اُٹھتا نہیں

کثرت ازواج نے ڈھائی تمدن کی بنا
وائے غیرت پھر بھی دستور حرم اٹھتا نہیں

کیا اُٹھانے سے اٹھیں اب ہم کہ ہیں وہ ناتواں
بیٹھکر صورت نقش قدم اٹھتا نہیں

عشق میں کوہ گراں کا بھی اُٹھانا سہل ہے
ان حسینوں کا مگر جور و ستم اُٹھتا نہیں

رحم او رے لحد تک آب و دانہ ساتھ ہے
جیتے جی تو رزق اپنا بیش و کم اٹھتا نہیں

ہے ممنونِ جنگ یہ سب علم و دولت ہیچ ہیں
تا قیامت رعب شمشیر و دم اٹھتا نہیں

اس عروج چند روزہ پر عبث ہے یہ غرور
جب گرا پھر صاحب جاہ و حشم اٹھتا نہیں

وادی پر خار مذہب میں تو سرگرداں ہیں
راہِ علم و عقل میں لیکن قدم اٹھتا نہیں

پردہ نسواں کے اٹھ جانے کا ہو کسکو یقین
کاغذ جاذب سے بھی یہ حرف غم اٹھتا نہیں

سہل سمجھے تھے بہت عشق و محبت کو محب
آپ سے معشوق کا جور و ستم اٹھتا نہیں

ہماری آرزوئیں بھی ہمارے دل کے ٹکڑے ہیں
مگر بعد فنا دیکھو تو یہ سب گل کے ٹکڑے ہیں +

فلک پر قوت تعلیم نے عالم کو پہنچایا +
پڑے غار مذلت میں سر جاہل کے ٹکڑے ہیں

مکافاتِ عمل دیکھو ہمیں ٹکڑے تو کر ڈالا ٭
پشیمانی سے لیکن خود دلِ قاتل کے ٹکڑے ہیں

مثالِ ماہیِ بے آب تڑپے کیوں نہ یہ بیہودہ ٭
شمار ان کا نہیں اتنے دلِ بسمل کے ٹکڑے ہیں

تجھے اے سنگدل ان سخت جانوں پر نہ رحم آیا
ترے یہ دل جگر فولاد کے یا سِل کے ٹکڑے ہیں

چھپانے سے کہیں چھپتا ہے خونِ کشتگانِ قاتل ٭
گُلِ صد برگ شاخوں پر کسی کے دل کے ٹکڑے ہیں

ذرا سی ٹھیس سے یہ شیشۂ دل چور ہوتا ہے ٭
مگر جُڑتے نہیں پھر جوڑنے سے دل کے ٹکڑے ہیں

ہوئی تشریح بعد از مرگ سے معلوم یہ حالت
کہ اک مجروح سینہ میں ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں

نہ توڑ اے سنگدل گلچیں گُلِ صد برگ سختی سے
ارے بے رحم یہ غنچے کے نازک دل کے ٹکڑے ہیں

کیا لیلیٰ نے پردہ چاک شوقِ دیدِ مجنوں میں ٭
پڑے دشتِ جنوں میں پردۂ محمل کے ٹکڑے ہیں

کرے گا چارہ گر کیا اب علاجِ بیوگانِ ہند
جگر کے سینہ کے جانِ حزیں کے دل کے ٹکڑے ہیں

کہیں کیا شعر دردِ قوم کچھ کہنے نہیں دیتا

کلیجہ منہ کو آتا ہے ہزاروں دل کے ٹکڑے ہیں

پسینہ خون ہوتا ہے **محب** جب شعر ڈھلتے ہیں

نہیں اشعار یہ کاغذ پر اپنے دل کے ٹکڑے ہیں

جوانانِ دکن یوں پڑھ کے لندن سے نکلتے ہیں — کہ جیسے گوہر نایاب معدن سے نکلتے ہیں

مضامین نور کے کیا ذہن روشن سے نکلتے ہیں — پری رویانِ معنی دل کی چلمن سے نکلتے ہیں

نہ چھپتے ہیں نہ باہر صاف چلمن سے نکلتے ہیں — نگہ کے تیر ہر دم چشم پرفن سے نکلتے ہیں

کھٹکتے تھے بہت اے باغباں ہم تیری نظروں میں — برنگ بوئے گل لے آج گلشن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہیں خواتین حرم جب اوڑھ کر برقعے — یقین ہوتا ہے مردے اپنے مدفن سے نکلتے ہیں

کلام نرم قلب سخت کو بھی موم کرتا ہے — زباں سے کام کب شمشیر آہن سے نکلتے ہیں

چھوڑایا موت نے اس زندگی کے سب بکھیڑوں سے — خدا کا شکر ہے ہم آج الجھن سے نکلتے ہیں

کریں پردہ نہ کیوں وہ اس سے شوق دید بڑھتا ہے — ادا و ناز کے سب کام چلمن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہی نہیں شام و سحر یہ عورتیں باہر — وحوش و طیر بھی اسوقت مسکن سے نکلتے ہیں

ہزاروں گلبدن اے دشت غربت خاک میں ملکر — برنگ لالہ و گل تیرے دامن سے نکلتے ہیں

یہ فن شاعری ہے وہ قومی آلہ ترقی کا — نہ نکلیں تیغ سے وہ کام اس فن سے نکلتے ہیں

فرشتے موت کے اسطرح لیجاتے ہیں روحونکو — لئے پھولونکو گلچیں جیسے گلشن سے نکلتے ہیں

چمن میں بلبلیں پڑھتی ہیں جب رنگین غزل میری — گل تحسین زبان گنگ سوسن سے نکلتے ہیں

مہک اٹھیگا سارا ہند ان پھولوں کی خوشبو سے — گل مضمون رنگیں آج خرمن سے نکلتے ہیں

نکلتی ہے دل بیوہ سے آہ آتشیں ہر دم — شرارے آگ کے جسطرح گلخن سے نکلتے ہیں

جگر پھٹتا ہے ان پردہ نشینوں کی مصیبت سے — قفس میں بند ہو کر جب یہ مسکن سے نکلتے ہیں

بچایا نفس کی گھاتون سے تیرا شکر ہی یارب
بہت کم بچکے ایسے سخت دشمن سے نکلتے ہین

بغیر تربیت پتھر ہین یہ سب جوہر ذاتی
تراشیدہ کہان الماس معدن سے نکلتے ہین

خزان آئی چمن لوٹا گیا خارون کی بن آئی
جفا رسے بلبلون کے آج گلشن سے نکلتے ہین

غلامی نفس کی چھوڑی تو آزادی ہوئی حاصل
محب کب بندۂ زر دام رہزن سے نکلتے ہین

لہو کا جام ہے یہ ساغر شراب نہین
جلائے دلکو وہ شعلہ ہے آفتاب نہین

جلادیا ہے کلیجے کو آتش تر نے
جگر یہ سینہ مین کیا سیخ پر کباب نہین !؟

شراب خوار مین مجنون مین ہے کوئی فرق
جنون کے مورث اعلی مین کیا شراب نہین

اسی سے جامہ کے باہر ہوئی ہے بنت عنب
کہ محتسب کا کوئی اسپہ رعب و داب نہین

مضرتون کے سوا جس مین کوئی نفع نہو
تو ایسی چیز سے کیا فرض اجتناب نہین

نہین ہے لال پری شیشہ مین یہ ڈاین ہو
جنون کا جوش ہے یہ نشہ شراب نہین

نہ پی شراب کہ جلجائے گا دماغ و جگر
یہ آگ آتش دوزخ ہے سرخ آب نہین

جگر کو کاٹتی ہے دل کو خون کرتی ہے
شراب سا کوئی زہریلہ تیز آب نہین

پئینگے ہاتھ سے حور و نکے بھی نہ جام طہور
حرام خلد مین گرچہ محب شراب نہین

ہمارے دین مین پردہ نہین حجاب نہین
ترقیون کا یہان کوئی سد باب نہین

یہ خواہشین یہ امنگین یہ ولولے یہ جوش
سرور بادۂ احمر ہے یہ شباب نہین

کسیکے حسرت و ارمان و ولولہ کا ہے جوش
یہ سطح آب پہ ابھرے ہوے حباب نہین

جو دیکھا چشم بصیرت سے یہ ہوا معلوم
نہین برے یہان مین کوئی خراب نہین

رضا و صبر پہ ہر دم جو ہے نظر میری
کسی بلا مین مجھے کوئی اضطراب نہین

گیا ہے تا بفلک دود آہ بیوہ ہند
یہ اسکے دل کے بخارات ہین سحاب نہین

امید و بیم کا میدان ہے عرصہ ہستی
سراب اتنی ہین اس مین کہ کچھ حساب نہین

ہوا بھری تہی دماغون مین جنکے نخوت کی
یہ اُن کے کاسہ سر ہین کوئی حباب نہین

نگاہ حاسد بد بین مین ہی خراب محب
تری غزل کا تو اس رنگ مین جواب نہین

علم کا اس سرزمین مین قدردان ملتا نہین
عالمون کا تو یہان نام و نشان ملتا نہین

دہوم تھی جسکے مثل کی جہان مین ہر طرف
وہ ہمارا کان زر ہندوستان ملتا نہین

مفلسی کی بھی نہین کرتے شکایت اہل ہند
سچ تو یہ ہے کوئی ان سا بے زبان ملتا نہین

فہم ہی جن کو وہ اہل کار کی کرتے ہین قدر
ناسمجھ حاکم کو کوئی کاردان ملتا نہین

ہر جگہ یورپ مین ہے ہمدردی انسان کی رسم
ہند مین لیکن کہین اس کا نشان ملتا نہین

جسکو دیکھو وہ مثال آسیا چکر مین ہے
چین دم بھر بھی بزیر آسمان ملتا نہین

چشم بینا کے لئے عالم ہی سارا درس گاہ
علم و حکمت کا سبق ہم کو کہان ملتا نہین

علم ہو تو دل ہے اپنا رشک صد باغ بہشت
آسمان پر بھی یہ گلزار جنان ملتا نہین

کام کو آتا تو سیکھو کام خود ڈہونڈے تمہین
کام تو ملتے بہت ہین کاردان ملتا نہین

ڈہونڈتے پھرتی ہین یہ دیر و حرم مین کیون عبث
کس جگہ[لہ] اس بت کا سنگ آستان ملتا نہین

دور سے معلوم ہوتے ہین بہم ارض و سما
یہ تو دہوکا ہے نظر کا آسمان ملتا نہین

بات جو ہوتی ہے دل مین لب پر آتی ہی ضرور
کون کہتا ہے خدا کا راز دان ملتا نہین

آشنا مطلب کی ثروت مین تو لاکہون ہین محب
ایک بہی آفت مین یار مہربان ملتا نہین

[لہ] اینما تولوا فثم وجہ اللہ

ہزاروں عورتیں ہیں اشکبار پردے میں — دکھا رہی ہیں اپنا کیسے حالِ زار پردے میں
بدن ہے سوکھ کے کانٹا گلِ عذار ہیں زرد — یہ گلبدن ہوئے افسوس خار پردے میں
نہ چھوٹیں بعد فنا بھی یہ دامِ حبس سے آہ — بنائے جاتے ہیں ان کے مزار پردے میں
چمن میں آئیں تو کنج قفس نصیب ہوا — نہ دیکھی باغ جہان کی بہار پردے میں
کوئی ہے زرد کوئی مضمحل کوئی بیمار — یہ عورتوں کا ہوا حال زار پردے میں
اٹھا نے پھرتے ہیں درات لطف زیست نہ — گذر رہی ہیں انہیں لیل و نہار پردے میں
بری ہے جنکی طبیعت وہ مانتی کب ہے — نہ باز آئے گی رکھو ہزار پردے میں
بدلتی جبر سے ہے بوئی خو ہے یہ بھی کہیں — ہزاروں کھیل رہی ہیں شکار پردے میں

محب خموش کہ اچھی نہیں ہے پردہ دری
چھپے ہیں عیب ہمارے ہزار پردے میں

میں محب کا فرو دیندار ہوں — صلح کل ہوں اور سب کا یار ہوں
مرتبہ میرا ہے شاہوں سے بلند — ملک و ملت کا میں خدمت گار ہوں
ہے زمین شعر پر قبضہ مرا — آسمان شعر کا سردار ہوں
خامۂ مشکیں ہے میرا ذو الفقار — میں غلام حیدر کرار ہوں
نعمت دنیا کی ہے کسکو ہوس — میں تو اپنی قوم کا غمخوار ہوں
بعد مرنے کے ہوئی عزت تو کیا — قوم کی نظروں میں اب تو خوار ہوں
حبس سے کسطرح چھوٹیں عورتیں — ہے یہی غم جس سے میں بیمار ہوں
چاہتا ہوں بند رکھوں میں زبان — دل پہ قابو ہی نہیں ناچار ہوں
لاکھ چونکایا نہ چونکی ہائے قوم — اس کی غفلت سے بہت بیزار ہوں

❁

ضعف پیری سے کیا ہے کیا تحیف ناتوانون کی نظر کا تار ہون
ہے لب بام آفتاب زندگی کوئی دم مین مین نظر کے پار ہون
ہون نگاہ مردم بینا مین گل چشم بد بین کی نظر مین خار ہون
کافر و مومن نظر آتے ہین ایک بادۂ وحدت سے مین سرشار ہون
کیمیائے خلق کیا کافی نہین کیون عبث مین طالب دینار ہون
یار کے گھر کون جائے بار بار
کیون صحب احباب پر مین بار ہون

پاتے ہین اہل علم جو لذت کتاب مین میخوار کو نصیب کہان وہ شراب مین
سمجھے نہ فائدہ کوئی شرب شراب مین مارسیہ کا زہر ہے اس تیز آب مین
جلکر کباب کیون نہ ہو میخوار کا جگر دوزخ کی آگ ہے قدح آفتاب مین
پیری مین علم و فن کی ہوئی ہے ہمین ہوس افسوس یہ خیال نہ آیا شباب مین
عورت کو زہر مرد کو امرت ہے کیون یہ علم فرمائین اہل علم کچھہ اس کے جواب مین
لکھے گا اور کاتب اعمال کب گناہ تل بھر ثواب جگہ نہین فرد حساب مین
ہے زندگی خیال تو دنیا بھی ہے سراب خوابین عجیب دیکھہ رہا ہون مین خواب مین
غم کی گھٹا مین آس دکھائی ہین یون جھلک جیسے کہ برق کوندہ رہی ہو سحاب مین
اللہ رے اسپ عمر تری تیز گامیان پہنچا عدم مین پاؤن جو رکھا رکاب مین
ارمان گئے امید گئی آرزو گئی اب کیا رہا ہے اس دل خانہ خراب مین
وہ شیر ہے جو خوف مین ثابت قدم رہے رہتے نہین حواس بجا اضطراب مین
ان عورتون کے حال پہ روتا ہون رات دن دریا سما گیا مری چشم پر آب مین

کسکی مجال جو کوئی شکوا کی ہو اے کریم
پنہاں ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں

ساقی پلا دے پھر قدح آب آتشیں
خامی ابھی ہے اور جگر کے کباب میں

جن کے دلوں میں زہر حسد سے بھرا ہوا
رہتے ہیں مثل مار وہی پیچ و تاب میں

پیری میں کیا شباب محب ہمکو یاد آسکے
دیکھا تھا ایک خواب پریشاں سا خواب میں

وہ بے غرض ہیں کہ دنیا پہ ہم تفو نہ کریں
خدا سے بھی کبھی جنت کی آرزو نہ کریں

جو آئیں عقل میں باتیں بیان کریں واعظ
صفات حور و جناں میں مگر غلو نہ کریں

وہ کرم خوردہ ہیں افسوس اس چمن کے شجر
جو تربیت بھی ہوان کی تو یہ نمو نہ کریں

ہم ایک مست خرابات رند مشرب ہیں
ہمارے حال کی زہاد جستجو نہ کریں

یہ کہہ دو محفل رنداں میں ہم بھی آتے ہیں
خدا کے واسطے خالی ابھی سبو نہ کریں

جو منہ پہ کہنے سے ڈرتے ہیں سارے شیخ و ملا
تو کیوں شکایت احباب دوبدو نہ کریں

ہماری باتوں پہ کچھ غور تو کریں ملا
بھلا کے غیظ سے موٹی رگ گلو نہ کریں

بغیر علم و ہنر آدمی کی کیا وقعت
غرور حسن پہ اپنے یہ خوبرو نہ کریں

برا جو کہتے ہیں مجھکو کہیں اجازت ہے
مگر وہ گالیاں دینے کی اپنی خو نہ کریں

مرے کلام کی ذی فہم داد دیتے ہیں
حسد سے گو مری تحسین مرے عدو نہ کریں

خدا کرے تجھے کوثر مبارک اے زاہد
خدا کے مست تو اس سے کبھی وضو نہ کریں

ہماری قدر کرینگے سخنوران جہاں
بلا سے اہل دول عزت آبرو نہ کریں

جو آئیں مجلس رنداں میں حضرت ناصح
فضول بحث کوئی لغو گفتگو نہ کریں

اٹھا سکیں گے نہ ہم بار منت احباب
ہمارے چاک جگر کو محب رفو نہ کریں

زمانے کے جور و ستم دیکھتے ہین — دکھایا جو تو نے وہ ہم دیکھتے ہین
بہت داغ اوروں کے ہم دیکھتے ہین — مگر اپنے عیبوں کو کم دیکھتے ہین
یہ تقلید بیجا سے بھولین گے رستے — ہم اس راہ مین پیچ و خم دیکھتے ہین
عبث جائین کیون اہل باطن فلک پر — زمین ہی سے لوح و قلم دیکھتے ہین
ہون نشۂ جاہ مین مست منعم — کہاں جم کہاں جام جم دیکھتے ہین
سنی تھی جو اسلام کی پست حالت — وہ اب اپنی آنکھوں سے ہم دیکھتے ہین
کہین حبس نسواں کہین جوشِ مذہب — جہالت خدا کی قسم دیکھتے ہین
نہ اگلی سی دولت ہے ہندوستان مین — نہ پچھلے سے جاہ و حشم دیکھتے ہین
جہان دیکھئے ہین جہالت کی باتین — مگر علم و تہذیب کم دیکھتے ہین
جو پہنچے ہین اعلےٰ مراتب پر انسان — ہم اُن کے نشانِ قدم دیکھتے ہین
جو سمجھے ہین انجام سیر و سیاحت — وہ دنیا کے سب بر و یم دیکھتے ہین
جو تارک ہین دنیا کے جوروں کی خاطر — وہ ہستی مین خواب عدم دیکھتے ہین
کسی علم و فن مین جو ہوتے ہین کامل — انھین کو میاں محترم دیکھتے ہین
جو کرتے نہین اپنے بازو سے محنت — وہی دست اہل کرم دیکھتے ہین
لُٹاتے ہین جو وقت کی مفت دولت — وہی مفلسی کے ستم دیکھتے ہین
سرک جائین اعدائے تعلیم نسواں — ہم اب سوتے سیف قلم دیکھتے ہین
جنھین ذوق ہے اس نئی شاعری کا — ہمارا وہ طرز رقم دیکھتے ہین

محب دیکھین کیون آئینہ مین بصورت
اسے دل مین ہم دمبدم دیکھتے ہین

گر عورتون مین جوہر ذاتی وفا کے ہین — پھر اُنپہ کیون گمان ہین مکر و دغا کے ہین
اسے زاہدو یہ رند ہین ہمدرد قوم و ملک — مقبول حق ہین خاص یہ بندے خدا کے ہین
پامال عورتون کو کیا ذبح اے فلک — انداز یہ نئے ترے جور و جفا کے ہین
کہتے ہین اوس کو نحس تو سمجھے ہین اُسکو سعد — کیا مستند خواص یہ بوم و ہما کے ہین
بچون کی تربیت سے ہی سرسبز باغ قوم — اس پود کے یہ دن ہی تو نشو و نما کے ہین
محبوس تا بہ زیست گھرون مین ہین عورتین — اچھے اصول ہند مین شرم و حیا کے ہین
لایق ترقیون کے تو ہین مفسدان قوم — یہ خادمان ملک ہی قابل سزا کے ہین
جہل و تعصب و حسد و بغض کے مریض — لایق علاج کے ہین نہ قابل دوا کے ہین
آزادئی نسا کا تو نکلا ہے منہ سے حرف — قائل ہم آپ اپنے قصور و خطا کے ہین
پیری مین بھی جنہین ہے جوانی کا جوش عشق — بگڑے ہوئے امیر وہی ابتدا کے ہین
زاہد ترے ریاض کا اک باغ ہے صلہ — ہم رند تو زمین یہ خلیفے خدا کے ہین
عالم کی سیر کرتے ہین عزلت مین بیٹھکر — جلوے ہماری دل ہی مین ارض و سما کے ہین
اوندھا رہے گا تیرا ابھی یہ کاسہ مراد — اے آسمان اثر یہ مری بد دعا کے ہین
تیغ دلیل سے کہین کٹتے ہین بند رسم — حلقے یہ اعتقاد کے پھندے بلا کے ہین
انسان علم ہی سے پہنچتا ہے تا بہ عرش — اس راہ مین نشان کئی نقش پا کے ہین
کیونکر نہ آئے جوش مین رحمت تری کریم — ان عورتون پہ ظلم بھی تو انتہا کے ہین
بغض و حسد مین ہمکو یہ حاصل ہوا کمال — دشمن جو دوست کے تو عدو آشنا کے ہین
خود اڑ کے رزق آتا ہے ٹلتی نہین اجل — حیلے ہین رزق کے تو بہانے قضا کے ہین
کیا بھید ہے جو شاد ہین اس غم کدہ مین گل — دم بھر کے بعد گرچہ حوالے فنا کے ہین

مرغ ہوا نما کی طرح پھیرتے ہین رخ اہل جہان بھی دیکھنے والے ہوا کے ہین

ہم باندھتے ہین شعر مین کچھہ درد دل محب
رنگینیان ہین اس مین نہ مضمون حنا کے ہین

رہے ہم تو نثار خاک پائے مسلمین برسون سمجھتے ہی رہے کافر ہمین یہ اہل دین برسون
نہ دین گے ہند مین گر زور اب تعلیم نسوان پر رہے گی مرکز ثقل جہالت یہ زمین برسون
نہون کیون سوکھہ کر کانٹا یہ گل اس حبس دایم مین نکلنے ہی نہین پاتے گھرون سے نازنین برسون
زنان ہند کو شرم و حیا نے کو رہی رکھا رہی گھونگھٹ مین بھی نیچی نگاہ شرمگین برسون
ترقی اور نسل سے کیون نہ دین پھر جان گھٹ گھٹ کر رہین جب ہند زندانون مین یہ پردہ نشین برسون
کہان کا باغ کیسی مجلسین کیسے کلب ناٹک نکلتی ہی نہین گھر سے کہین عزلت گزین برسون
ذرا سی عمر وہ بھی صرف سنگ و خشت کرتے ہین مکان رہتا ہے صدیون اور رہتے ہین مکین برسون
بنایا ہے مہذب وحشیون کو علم سے جسنے رہا ہے ملک یورپ اپنے ہی زیر نگین برسون
دکن کی بھی نہ کی کچھہ سیر ہمنے ہند سے آکر جہان آئے مثال نقش پا بیٹھے وہین برسون
عبث اس نوجوانی پر ہے نازان گل عذارونکو رہا کرتا ہے حسن چندروزہ بھی کہین برسون
ملایا خاک مین ان عورتون کو رسم پردہ نے ہماری بات کا تمکو نہ آئے گا یقین برسون
نہ ہون خاک سیہ کیون بیوگان ہند خود جلکر کہ نکلی ہے دل سوزان سے آہ آتشین برسون
مین ہون خادم اسی پیغمبر برحق کی امت کا رہے ہین جسکے خادم حضرت روح الامین برسون
پہنچ جائینگے ہم بھی منزل مقصد پہ گر پڑکر رہ الفت مین کسنے ٹھوکرین کھائین نہین برسون
ہمین برباد کرتے ہین کرین لیکن یہ سن رکھین بہت پچھتائینگے اپنے کیے سے اہل کین برسون
مثال بدر ہوتے ہین وہی کامل زمانے مین در علم و عمل پر جو رگڑتے ہین جبین برسون

ہوا اک بال بھی بیکا نہ تجھ سے اے فلک میرا — چڑھا پاتا ہی رہا گو تیغ پہ تو آستین برسون

جسے ہی پائداری وہ ہی حسن خلق و علم و فضل — کہان رہتا ہے قایم مثل گل رنگ حسین برسون

رہا کیا گردش قسمت سے میرے پاؤن مین چکر — مثال نقش پا بیٹھا نہ مین دم بھر کہین برسون

ہمارا دل بھی بے تعلیم خارستان نہ ہو کیونکر — کہ خار اُگ گئے ہین جب رہی ہی افتادہ زمین برسون

محب اس زندگی مین کچھ تو ایسا کام کر جس پر

زبان خلق سے نکلے صدائے آفرین برسون

۹۰ [illegible]

رنج و راحت مین جو ہین مردونکی یاور عورتین — کیون رہین محبوس پھر یہ گھر کے اندر عورتین

گھر کی زینت کے لیے کافی ہو دانا ایک زن — فائدہ کیا سیکڑون نادان ہون گر عورتین

آسمان تعلیم سے ہی آج یورپ کی زمین — مرد تو شمس و قمر ہین اور اختر عورتین

واہ کیا انصاف ہے اے قوم تیرا واہ واہ — مرد تو با بال و پر ہون اور بے پر عورتین

پردۂ نسوان کو کافی ہے یہی اک حکم رب — اوڑھ لین وہ چادرین نکلین جو باہر عورتین

حبس دایم سے رہائی کا جو آجاتا ہے ذکر — یاس سے تکتی ہین مُنہ با دیدۂ تر عورتین

بڑھتی ہی جاتی ہی پردے مین سل و دق رات دن — اس مرض مہلک سے کیا ہوتی ہین جا نبر عورتین

اس تعدی کا مزا اسوقت چکھینگے رجال — اینگی فریاد کو جب روز محشر عورتین

شرم کی قابل ہے تیری قوم ایسی زندگی — مرد باہر خوش رہین اندر مکدر عورتین

رومیون سے حضرت اسما و خولہ کی نبرد — قطعہ یہ بتاتی ہے کہ ہین مردون کی ہمسر عورتین

چاند بی بی نورجہان دونون کی جرات یاد ہی — آپ خود لڑتی تھین فوجون سے یہ اکثر عورتین

آجکل گو بزدلی مین عورتین ہین بے نظیر — تھین مسلمانون کی لیکن شیر صفدر عورتین

یکہ اکیلی چاند بی بی تھی نہ اکبر سے لڑی — کس زمانہ مین نہ تھین فوجون کی افسر عورتین

عورتون کے پیٹ سے پیدا ہوی ساری بنی
کیا ہوا گر زین نہون اب تک پیمبر عورتین

جوہر تعلیم سے گو ہر ہین یورپ کی نسا
ہند کی لیکن جہالت سے ہین پتھر عورتین

عورتون کو بے ہنر رکھنا ہی کیا ہی شرمناک
بعد شوہر مانگتی پھرتی ہین در در عورتین

حافظ عورت کا مردون سے سوا کم نہین
یاد کرتی ہین کلام اللہ از بر عورتین

خلد مین ہوگا نہ یہ منحوس پردہ بالیقین
دست حیدر سے پئینگی جام کوثر عورتین

خوف کیا اُنکو فشار قبر کا بعد از ممات
جیتے ہی جی دفن ہین جو گھر کے اندر عورتین

لیڈیون کے سامنے اب گرد ہین سیاح بھی
دشت و صحرا کا لگاتی ہین یہ چکر عورتین

ہے نساء مسلمین ہند کا کیا حال زار
خوف سے مرجائین گر جائین یہ باہر عورتین

عورتین یورپ کی ہین سب صاحب علم و ہنر
ہند مین ہین بے ہنر افسوس گھر گھر عورتین

اسقدر اپنی اطاعت کا ہے مردون کو خیال
چاہتے ہین دم نہ ماریں زیر خنجر عورتین

یعنی اللہ کی کلام (قرآن شریف)

جب خدا تر جیح دیتا ہے بیٹی کو بیٹے پر محب
کیون نہ ہون مردون سے پھر بالا و برتر عورتین

قوم مین اب عدل و رحم و دوستی یکسر نہین
یار سب اپنی غرض کے ہین کوئی یاور نہین

ہی کہین طاعون و ہیضہ ہے کہین قحط و جدال
کس جگہ ہندوستان مین اب بپا محشر نہین

تشنہ کامون کی بجھائی موت ہی نے آکے پیاس
آب شمشیر و با ہے آب باران گر نہین

ہے زمین خود تنگ اسیر آسمان بھی ہے محیط
کس طرح نکلین کہ اس زندان مین کوئی در نہین

پر اگر ہوتے تو جاتا عرش سے بھی یہ پرے
پر غنیمت ہے بشر کے کوئی بال و پر نہین

آسمان تک آفتاب علم کی ہے روشنی
کیا زمین پر اے فلک مہر و مہ و اختر نہین

تربیت نے کردیا یورپ کے روڑون کو گہر
ہندیون کی طرح وہ اب جہل کے پتھر نہین

ہم گنہگارون پہ اے واعظ ہی کیون اتنا عتاب　　کیا وہ خلاق جہان خلاق خیر وشر نہین

اس اندھیرے مین چراغ علم لیکر چل محب
غول رہزن ہین بہت لیکن کوئی رہبر نہین

ہم اپنے ہاتھ سے خود آپ خوار ہوتے ہین　　گلے فلک کے مگر بار بار ہوتے ہین
یہان کی شادی وغم مین کوئی بھی نسبت ہے　　خوشی ہو ایک تو صدمے ہزار ہوتے ہین
شب فراق مین یہ ٹوٹتے نہین تارے　　ہماری آہ مین پیدا شرار ہوتے ہین
مئ طہور وہ - واعظ! وہ دست حور وہ جام　　تری بہشت مین بھی بادہ خوار ہوتے ہین
مزے اوڑاتے ہین ہر عہد مین زمانہ شناس　　جو حق کہین وہ سزاوار دار ہوتے ہین
جو سر کٹا تو کٹا کیا یہ فخر کم ہے قوم!　　کہ جانثارون مین تیرے شمار ہوتے ہین
مٹائے سے نہین مٹتے ہین خیر کے آثار　　قطعہ　یہ قصر مثل فلک پائدار ہوتے ہین
جو آب وگل سے بناتے ہین خام طبع مکان　　وہ چند روز کے قصر وحصار ہوتے ہین
حسب نسب زر وقوت مین بڑھ گئے بھی تو کیا　　نہین جو علم تو نظرون مین خوار ہوتے ہین
شجر لدا ہوا دیتا نہین کسی کو جو پھل　　تو شاخین ٹوٹتی ہین پھل بھی بار ہوتے ہین
جو زر پہ ٹوٹ کے گرتے ہین مثل مرغ حریص　　وہ آپ دام اجل کے شکار ہوتے ہین
خوشی مین وائے سے چھوٹے مگر مصیبت مین　　پہاڑ بھی یہی لیل ونہار ہوتے ہین
عروج بعد فنا ہے یہ خاکسارون کو　　کہ آسمان پہ بگولے مزار ہوتے ہین

خوشی کے ساتھ ہم آغوش غم نہ ہو کیون کر
محب گلون ہی کے پہلو مین خار ہوتے ہین

کثرت عصیان ہوئی جب عاد مین　　قہر حق پیدا ہوا صرصر باد مین

خلقت آدم نہ تھا بچون کا کھیل — فائدہ تھا کچھہ تو اس ایجاد مین
انقلاب دہر سے ثابت ہوا — سکہہ نہین اس خانۂ برباد مین
اس زمین مین بوئین کیا تخم خیال — کوئی قوت ہی نہین جب کہاد مین
زر نہین جس سے ہو نسوان کی مدد — ایک سر حاضر ہے یہ امداد مین
خوف ذلت لونڈیون مین ہے کہان — جوش غیرت ہے مگر آزاد مین
شاخ حنظل مین کہین لگتے ہین سیب — ہے بہت مان کا اثر اولاد مین
اسطرح ہر چیز کی وہ اصل ہے — جسطرح ہے ایک سب اعداد مین
دوست سمجھین کس کو دشمن کسکو ہم — ہے وہی اک نور جب اضداد مین
کیا گھٹی اس زہد سے طمع حریص — حرص جنت بڑھگئی زہاد مین
کون رکھے اس سہی قد سے امید — پھل کہین لگتے ہی ہین شمشاد مین
جب ہوئے گمراہ تب رستہ ملا — پایا کعبہ کوچہ الحاد مین
کیون نہ سیکھین عورتین علم و ہنر — وہ تو ہین انسان کے افراد مین
روح و جسم مرد و زن دونون ہین ایک — ہے جو ہم مین ہے وہی ہمزاد مین
سنگ کی رگ رگ سے بہتا جوئے شیر — کچھہ بھی ہوتا صبر گر فرہاد مین
آتے ہی بھولے عدم کی منزلین — ضعف اتنا ہے ہماری یاد مین

درد دل سنتا نہین کوئی محب
کیا اثر ہے تری اس فریاد مین

بلا تعلیم کے انسان کو حیوان سمجھتے ہین — ہمین کب اہل مغرب آجکل انسان سمجھتے ہین
اگرچہ قوم مردہ ہو نہین سکتی ہے پھر زندہ — مگر ہم تو تری قدرت سے یہ آسان سمجھتے ہین

جو کہتے ہیں نہ اُبھرینگے مسلمان ڈوبکر ہرگز — محال اس امرِ ممکن کو وہی نادان سمجھتے ہیں
نتیجہ کیا جو پوجیں پتھروں کو دیر و کعبہ میں — بنی آدم کی غمخواری کو ہم ایمان سمجھتے ہیں
چھپا لے سو زمین میں بیج خود باہر نکلتا ہے — وہ خود ہوتا ہے ظاہر جسکو ہم پنہان سمجھتے ہیں
نہیں سیلِ فنا چیونٹی ہی کو کچھ دھار پانی کی — بہت مخلوق اک قطرے ہی کو طوفان سمجھتے ہیں
جلا ہی دیگی اکدن یہ زمین و آسمان سارے — ہم آہ بیوگان کو آتش سوزان سمجھتے ہیں
پہنکر جبہ و دستار جو دنیا کماتا ہے — اسی مکار زاہد کو تو ہم شیطان سمجھتے ہیں

محب کے دل سے پوچھے کوئی فطری شاعری کیا ہے
وہی مشکل ہے جسکو لوگ سب آسان سمجھتے ہیں

مسلمان عورتوں سے کے حبس کو پردہ سمجھتے ہیں — پڑیں پتھر سمجھ پر قید کو اچھا سمجھتے ہیں
چھپائیں عورتیں زینت یہی قرآن میں آیا ہے — یہ سیدھا مسئلہ کو بھی مگر الٹا سمجھتے ہیں
یہی ہے حکم رکھیں مرد و زن دونکی نظر نیچی — مگر غضّ نظر کے خوب یہ معنی سمجھتے ہیں
کہاں عورت کا چہرہ ہاتھ دونو ستر عورت ہیں؟ — مگر ان کو بھی یہ پوشیدنی اعضا سمجھتے ہیں
سمجھتے ہند کے نادان ہیں فرض عین یہ پردہ — مگر اس حبس کو ممنوع سب دانا سمجھتے ہیں
یہ رکن حج کعبہ ہے کہ کھولیں عورتیں چہرے — خدا جانے کہ حکم شرع کو یہ کیا سمجھتے ہیں
اماء اللہ کو مسجد سے روکیں کیا قیامت ہے — خدا کے گھر میں آئیں وہ یہ نازیبا سمجھتے ہیں
سمجھتے عورتوں کو ہیں مہذب تاج سر اپنا — مگر اقوام وحشی ان کو کفش پا سمجھتے ہیں
نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے کوئی سمجھائے گا کیا انکو — مسلمان دوستوں کو بھی تو اعدا سمجھتے ہیں
یہی توحید ہے قبروں کو پوجیں اور کریں سجدے — ہم اس اسلام سے واللہ کفر اچھا سمجھتے ہیں
سمجھکر فرض کرتا ہے جو اپنی قوم کی خدمت — اُسی کو ہم تو اپنا مرشد و آقا سمجھتے ہیں

سورۂ نور ع۴
ع۷ لا تمنعوا اماء اللہ من المساجد

کوئی سمجھے محب ان عورتوں کو عقل میں ناقص
مگر ہم تو انہیں مردوں سے بھی دانا سمجھتے ہیں

جب کہا اُن سے کہ ہم کچھ دلربا کہنے کو ہیں — بولے وہ آنکھیں دکھا کر آپ کیا کہنے کو ہیں
آدمی حور و پری کس میں ہے یہ حسن و جمال — ہم تو تجکو اے بت کافر خدا کہنے کو ہیں
آشنا اپنی غرض کے ہیں محبت کا ہے نام — کون کس کا دوست ہے سب آشنا کہنے کو ہیں
عاشق صادق پہ خود معشوق بھی دیتے ہیں جان — یہ حسین سب باوفا ہیں بے وفا کہنے کو ہیں
مہر کو تیرا کف پا کہکے عزت ہم نے دی — اب شفق کو بھی ترا رنگ حنا کہنے کو ہیں
دیکھیں کیا کہتے ہیں غیروں کی برائی سنکے وہ — اُن کے منہ پر آج ہم اُن کو برا کہنے کو ہیں
عیب کہو لے گالیاں بھی سامنے غیروں کے دیں — آپ سب کچھ کہہ چکے اب اور کیا کہنے کو ہیں
راہ الفت میں قدم رکھنا نہ ہو دل سے کبھی — رفتگان عشق کے یہ نقش پا کہنے کو ہیں
وائے وحشت عورتیں محلوں میں ہیں بے جرم قید — ان مکانوں کو تو ہم وحشت سرا کہنے کو ہیں
مرد ہی کی بدظنی سے ہے باعث حبس دوام — عورتوں کو ہم تو بے جرم و خطا کہنے کو ہیں
تیرے کوچے کی ہی ہے کب کسی رہبر کو راہ — آپ خود گمراہ ہیں یہ رہنما کہنے کو ہیں
دل ہی میں کیا کیا امیدیں روز ہوتی ہیں شہید — ہم تو اس دارالاماں کو کربلا کہنے کو ہیں
اس محبت کا برا ہو کر دیا دل کو تباہ — ہم تو اس کو ایک روحانی بلا کہنے کو ہیں
سامنے اُن کے تو ہم سے کچھ کہا جاتا نہیں — کیا نکلتا ہے زبان سے اپنی کیا کہنے کو ہیں
سن لگا کر کان کچھ تو حال زار رفتگان — مشکلات راہ الفت نقش پا کہنے کو ہیں
ان حسینوں سے بگڑنے میں بھی ہیں لاکھوں بناؤ — دل میں راضی ہم سے ہیں ظاہر خفا کہنے کو ہیں
ترے حسن و ناز کی دلچسپ ہے اک داستان — اور تو سب قصہ ناز و ادا کہنے کو ہیں

دل میں ہے عشق بتان اور لب پہ ہی ذکر خدا
خوب دیکھا زاہدوں کو پارسا کہنے کو ہیں

شرم و ضبط و بیقراری میں عجب ہی کشمکش
ہم جوان سے آج دل کا مدعا کہنے کو ہیں

ڈر ہے پاس اُن کے رقیب رو سیہ بیٹھا نہو
غیر کے قصے میں اپنا ماجرا کہنے کو ہیں

خود بخود سب چھوڑتے جاتی ہیں وہ اگلی خیال
ہم تو اسکو بھی زمانے کی ہوا کہنے کو ہیں

کان تک اس گل کے پہنچاتی ہی غیروں کی پیام
تھم ذرا کچھ ہم بھی ای باد صبا کہنے کو ہیں

کر دیا ہے بے نیازی نے محب ہمکو غنی
بادشاہ ہفت کشور ہیں گدا کہنے کو ہیں

واؤ

ہمیں عشق وطن میں خوف ننگ خانمان کیون ہو
جلیں جب آگ میں ہم خود تو پھر آہ و فغان کیون ہو

لٹے جاتے ہیں جب محتاج یورپ کے پئے دولت
تو پھر خوشحال یہ عسرت زدہ ہندوستان کیون ہو

نہیں ہرگز مناسب ہی یہ سختی امتحانوں میں
کہ جن باتون میں ہم ہیں پاس انہیں امتحان کیون ہو

نہیں گر کار سرکاری تو قومی کام ہی کیجیے
یہ وقت بے بہا بیکار اپنا رائیگان کیون ہو

رفاہ عام کا طالب ہوں میں وہ حور و غلمان کا
بھلا یہ خود غرض زاہد مرا ہمداستان کیون ہو

جہان میں جب کوئی شے بے سبب پائی نہیں جاتی
تو پھر موجود بے خالق زمین و آسمان کیون ہو

نہیں انسان کو حاصل جب کوئی قدرت کسی شی پر
ہمیں یاروں سے پھر امید و بیم دشمنان کیون ہو

ہماری بے زری نے ہمکو صدموں سی بچایا ہے
درخت بے ثمر کو خوف سنگ رہروان کیون ہو

نہو جب کوئی بھی امید جز نا یوسی و حسرت
دل پژمردہ اپنا اس چمن میں شادمان کیون ہو

خدا نے دی ہی گویائی تو اوس سے کام بھی لیجیے
زبان دان گر رہی ساکت تو پھر منت زبان کیون ہو

کہیں ہوتی ہیں باہم جمع دو اضداد بھی اک جا
مرید شیخ صاحب بندہ پیر مغان کیون ہو

چھپانے سے زمین میں تخم خود باہر نکلتا ہے
ہمارا رازِ دل بھی قلبِ مردم میں نہاں کیوں ہو

نجات دو جہاں جو چاہتے ہوں ترکِ خواہش کو
اونہیں زاہد بھلا پھر رغبتِ حور و جناں کیوں ہو

ازل سے دشمنی قایم ہے باہم حق و باطل میں
جہاں رشوت مسلط ہو عدالت پھر وہاں کیوں ہو

چھپائے سے کہیں ہووے سوزِ دل بھی چھپتا ہے
نہ ہو آتش جو سینہ میں تو آہوں میں دھواں کیوں ہو

محب جب دل ہی پہلو میں ہوا اپنا دشمن جانی
تو پھر دنیا میں ہمکو اعتبارِ دوستاں کیوں ہو

تصدق آپ پہ جاں نثار ہو کہ نہ ہو
کچھ اور موت کا اب انتظار ہو کہ نہ ہو

یہ بدگمانی اہلِ وطن سے ہے اب کہ نہیں
خدا کے قول کا بھی اعتبار ہو کہ نہ ہو

یہ چاہتے ہیں کہ بس میں ہو نفس آمارہ
مگر ہے خوف کہ قابو میں مار ہو کہ نہ ہو

ہوا نہ زیست میں دم بھر کہیں سکون نصیب
لحد میں بھی پس مردن قرار ہو کہ نہ ہو

تری زبان نے تو واعظ جگر کئے زخمی
بھرا ہوا ترے دل میں غبار ہو کہ نہ ہو

کمالِ حسن بھی ہے عیب چشم بدبیں میں
بزیر دامنِ گل کوئی خار ہو کہ نہ ہو

قدم قدم پہ بھنور اور باد طوفان خیز
خدا ہی جانے کہ کشتی یہ پار ہو کہ نہ ہو

کہینگے ہم تو یہی پردہ نشا سے عبث
ہماری بات کا کچھ اعتبار ہو کہ نہ ہو

دلوں میں قوم کے اپنا نشان رہیگا محب
ہماری قبر پہ لوحِ مزار ہو کہ نہ ہو

نہ کان بند کرو کچھ تو گوشِ جان سے سنو
مرے فسانۂ غم کو مری زبان سے سنو

ضرور ہے کوئی پردہ نشین مصیبت میں
کہ آہ آتی ہے رک رک کے اس مکان سے سنو

کہو جو حق کی تو ہوتے ہیں دوست بھی دشمن
عدو سے جو نہ سنا ہو وہ مہربان سے سنو

جو پوچھو تیر سے تم راستی کے وقت و زور | تو وصف ٹلنے کا جھک کر کڑی کمان سے سنو

جو درد پردہ نشینان ہند سہتا ہو | لگا کے کان کسی گوشۂ نہان سے سنو

کھنڈر بھی کرتے ہیں باتیں جو گوش ہوش نوا | مکین کا قصہ درد و الم مکان سے سنو

ادھر ہیں شیخ کی مجلس ہیں بے تکی باتیں | قطعہ | ادھر فسانہ عشاق ہر جوان سے سنو

جو اتفاق سے جاؤ مشاعرے میں کبھی | تو ہزل اور خرافات ہر زبان سے سنو

محب حسین کی بزم عزا میں گر ہو شریک
تو شرمناک روایات سوز خوان سے سنو

کافر بتوں کے ساتھ مسلمان خدا کے ساتھ | ہم اہل درد الفت و رنج و بلا کے ساتھ

ہوگا خدا پرستوں کا محشر خدا کے ساتھ | اور اولیا پرستوں کا ان اولیا کے ساتھ

تینتیس کرور سے بھی زیادہ ہیں بت یہاں | کتنے شریک ہو گئے بندے خدا کے ساتھ

مجھ سخت جان کا نہیں ممکن اگر علاج | کچھ زہر ہی پلا دے مسیحا دوا کے ساتھ

آواز حق تھی صور قیامت سے بھی سوا | اٹھے عرب کی خاک سے مردے صدا کے ساتھ

طوفان انقلاب سے بچتے ہیں وہ درخت | رخ پھیرتے ہیں جلد جو اپنا ہوا کے ساتھ

پائینگے حشر تک نہ کوئی فتح موت پر | لڑتے ہیں یہ طبیب لڑائی قضا کے ساتھ

تقدیر پہ بھروسہ ہو تدبیر پہ عمل | بیمار کی دوا بھی تو کیجیے دعا کے ساتھ

شاباش خوب گالیاں دیں اور دق کیا | کرتے ہیں کیا سلوک یہی رہنما کے ساتھ

ان عورتوں کے قید کی بھی ہوگی بازپرس | وہ وقت بھی تو آئے گا روز جزا کے ساتھ

تھک کر نہ بیٹھ ڈھونڈھ لے تو اپنی راہ آپ | رہبر اگر نہیں ہے تو چل نقش پا کے ساتھ

کیسے رفیق کس کے ہوا خواہ کس کے دوست
رخ پھیر سکتے ہیں سب یہ مخالف ہوا کے ساتھ

آنکھیں جو دل کی کھولیں تو دیکھیں خدا کا نور
ہر رنگ میں ظہور ہے اس کا خفا کے ساتھ

ظاہر سے بھی سوا ہے کہیں حسن باطنی
دلمیں ہو نور علم بھی رنگ حنا کے ساتھ

مشرک عدو خدا کا موحد خدا کا دوست
پھر اولیا پرست ہوں کیوں مصطفےٰ کے ساتھ

حبس دوام سے بچو بچی ابرو تو کیا
غارت معاشرت ہوئی بیجا حیا کے ساتھ

یہ دوست ہی تو دشمن جاں ہوتے ہیں محب
رکھ اعتدال ملنے میں ہر آشنا کے ساتھ

ی

ہے یہ وحشت دشمن جانی مری
گھر میں ہے آباد ویرانی مری

اپنی تصویروں سے ہے اب انکو شوق
چھا گئی آنکھوں میں حیرانی مری

بے حجاب آیا وہ میرے سامنے
جب طبیعت اس نے پہچانی مری

بے وفاؤں سے یہ امید وفا
ہائے رے کمبخت نادانی مری

خاک ہونے تک مرے احباب کو
ہے بہت دشوار یاد آنی مری

عورتوں کی سب بلائیں ٹل گئیں
ایک کفارہ تھی قربانی مری

گالیاں کھلوائیں بلوا کر مجھے
آپ نے کی خوب مہمانی مری

میں نہ مانوں گا کبھی اس کا کہا
ہے طبیعت تو یہ دیوانی مری

دل میں ہے جب تک کہ یہ حرص و ہوس
دور ہو گی کیا پریشانی مری

کیا سنیں گے آپ گھبرا جائینگے
داستاں ہے ایک طولانی مری

عزت و دولت تو سب قربان کی
رہ گئی ہے جان اک جانی مری

تنگ دل بھی قوم پر رونے لگے   کام آئی مرثیہ خوانی مری
دیکھ کے تصویر اپنی اس بت نے کہا   کیا نہیں صورت یہ لاثانی مری
ان زمینوں میں کہے مضمون بلند   کیا طبیعت کی ہے جولانی مری
اہل فن کے سامنے مشکل ہے بات   ہو گئی بیکار لسانی مری
اب تو اردو کی دکن میں قدر ہے   کام آئے گی زبان دانی مری
عورتیں مردوں کی ہوں سچی رفیق   ہے یہی تعلیم نسوانی مری
مر گیا ہوں مہوشوں کے عشق میں   چادر تربت ہے نورانی مری
پردہ چھوڑا علم سیکھا کیا کیا   تم نے کوئی بات بھی مانی مری
عید قرباں میں بجائے گاؤ میش   کیجئے گا آپ کے قربانی مری
عشق میرا لوث حیوانی سے پاک   فخر یوسف پاکدامانی مری
صورت تصویر وہ خاموش ہیں   رنگ لائی خوب حیرانی مری

یہ محبت ہی حماقت ہے محب
پوچھتے ہو کیا پشیمانی مری

عیب ڈھونڈے آپ خود اپنے وہ عاقل اور ہے   جو نہ چونکے حشر تک وہ قوم غافل اور ہے
قوم کے رہبر بنے ہیں انتہا کے خودغرض   جس سے ہو یہ کام وہ انسان کامل اور ہے
علم دائم زندگی ہے جہل ہے انساں کی موت   آب حیوان اور ہے زہر ہلاہل اور ہے
جیتے جی ہی دفن ہیں قبروں کے اندر عورتیں   کیا کوئی پردے سے بڑھکر رسم قاتل اور ہے
سیکھتے ہیں وہ ہنر ہم سے تو ہم بھی ان سے عیب   قوم عاقل اور ہے وحشی و جاہل اور ہے
انسان ہند ہیں پیران بے پر کے مرید   کیا کوئی دنیا میں مکاروں کا قائل اور ہے

خوف جان بھی ہو تو کہدیتے ہین منھ پر بات سچ — بزدلون کا اور دل ہے اور یہ دل اور ہے

ہے سگ دنیا ہی یہ انسان کی حد سے جدا — نوع عالی اور ہے حیوان سافل اور ہے

گو نظر مین سب کی سائل خوار ہے لیکن محب

بھیک مانگے قوم کی خاطر وہ سائل اور ہے

خواہش جنت نہ کچھ پروا عذاب نار کی — ہم تو راضی اُس پہ ہین مرضی ہو جو غفار کی

حفظ عفت کے لئے تعلیم ہے حصن حصین — یہ نہین تو کچھ نہین اونچی بھی گر دیوار کی

سیر ہو جائے گی پردے کے اٹھانے سے نظر — روکنے سے اور بڑہتی ہے ہوس دیدار کی

جسکا ہر اک فرد اپنی ہی غرض پر ہو نثار — پوچھئے حالت نہ کچھ اس قوم کے ادبار کی

ہے دماغ قوم کی تصویر عکسی شاعری — دیکھیے اُس مین جھلک احساس کی افکار کی

ہر مکان کے واسطے اکدن خرابی ہے ضرور — کیا کرے کوئی حفاظت ان قدیم آثار کی

تو بھی اکدن چھوڑ کر یہ سیم و زر مر جائے گا — کیا حفاظت ہو سکی اگلون سے اس انبار کی

بیکسی و ذلت و رسوائی دشنام خلق — نعمتین کتنی ہین یہ اس قوم کے غمخوار کی

پہلے تہا کچھ ضعف اب غفلت سے ہے طاری قوم پر — بڑہتی ہی جاتی ہے شدت ہر گھڑی آزار کی

اے مسیحا موت ہے اس قوم کی اب زندگی — جلد مشکل ہو کہین آسان اس بیمار کی

گر رہے ہین غار نکبت مین مثال سنگ ہم — دس گنی بڑہتی ہے تیزی ہر قدم رفتار کی

عورتون کو بھی تو دو آنکھین خدا ہی نے دی ہین — کیون نہ ہو ان کو ہوس گلزار کے دیدار کی

ہے کوئی اگلے رواجون کی حمایت بے غرض — خوب ہم سمجھے ہوئے چالین ہین یہ اغیار کی

دوست دشمن مین نہین اس قوم غافل کو تمیز — تاڑ جاتی ہے منافق کو نظر ہشیار کی

ان مسلمانون کا یوم سبت تو یہ جمعہ ہے — فائدہ تعطیل سے ان کو نہین اتوار کی

بعض اکثر [illegible] سر کی [illegible] [illegible] [illegible] کرتے [illegible] جو نفع [illegible] [illegible]

مرد کا زیور تو ہے یہ تیغ و شمشیر و سنان
کیا زنانوں کی نظر میں آبرو تلوار کی

جو نہ ہو مظلوم کا حامی نہ ہمدرد نشا
کیا ضرورت ہند کو اُس نابکار اخبار کی

اے محب کیا پوچھتے ہو پرڈوالی کا مزاج
گھٹتی ہی جاتی ہے طاقت دم بدم بیمار کی

پاس وعدہ کا نہیں تجھکو مکرنے والے
دل میں ارمان لئے جاتے ہیں مرنے والے

گر نہیں علم تو تجھ سے ہر یہ طاوس حسین
او مرے ناز سے بن ٹھن کے سنورنیوالے

دل جو خالی ہو تو کیا خاک مضامین نکلیں
چاہ دیے اب سے پانی کو ہیں بھرنیوالے

دیکھ پروانوں کو کس شوق سے جل جاتے ہیں
کچھ پس و پیش نہیں سوچتے مرنے والے

بزدلی چھوڑ مصیبت میں بہادر ہو جا
موت سے بچتے ہیں کب موت سے ڈرنیوالے

کثرت کار سے ہوتی ہے قوی ہر قوت
کبھی تھکتے ہی نہیں کام کے کرنے والے

اہل سازش سے ہر ایک گھر کو بچائے اللہ
مسجدیں ڈھاتے ہیں یہ گانٹھ کترنیوالے

سوزش داغ سے جل جائیں مگر اف نہ کریں
ضبط یوں کرتے ہیں دم عشق کا بھرنیوالے

عشق کا جوش ضعیفوں کو بھی کرتا ہے جوان
کام کر جاتے ہیں دنیا میں نہ کرنے والے

بے وہ ٹک کود پڑیں آگ میں اور جل جائیں
دیکھئے مرتے ہیں یوں قوم پہ مرنے والے

دیکھ پچھتائیگی دل کو نہ لگا اے بلبل
ان گلوں کے تو ہیں اوراق بکھرنے والے

چار دن کی یہ جوانی ہے یہ جوبن ہے ادبھار
کہیں ہوتے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنیوالے

منہ سے کہدینا تو آسان ہے مرنا مشکل
ہم بھی دیکھیں تو وہ ہیں کون سے مرنیوالے

عشق وہ بحر فنا ہے کہ جو ڈوبا وہ گیا
ہم نے دیکھے ہی نہیں اس میں ابھرنیوالے

ان بتوں کو نہیں عشاق کے مرنے سے غرض
مفت میں جان سے جاتے ہیں یہ مرنیوالے

منزل دہر میں جتنا ہی رہیں کم اچھا رنج سہتے ہیں بہت اسمیں ٹھہرنے والے
اک دن خاک تری گرد سرِ رہ ہو گی بستر گل پہ بھی او پاؤں نہ دہرنے والے
عیش و شب ہجراں میں نہ کیوں صبر ہو دل کو کہ محب
ہیں یہاں رنج و خوشی دونوں گذرنے والے

جسم گئی جب اُدہر نظر پہنچی پھر اُدہر سے نہ وہ ادہر پہنچی
میرے نالوں ہی سے وہ برہم تھے اور یہ آہ پر اثر پہنچی
ہم نے تو کی نہ ایک دن بھی تلاش روز ہی روز عمر بھر پہنچی
کل گئے تھے وہ خود رقیب کے گھر مر گئے ہم جو یہ خبر پہنچی
دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اُنہیں جس طرف وہ گئے نظر پہنچی
دیکھیں کس کس کو زہر چڑھتا ہے ناگنی زلف تا کمر پہنچی
خوب پردہ ہے یہ کہ پردہ نشین شہر کا گشت کر کے گھر پہنچی
بال سر کے سپید ہونے لگے شام رخصت ہوئی سحر پہنچی
کچھ طبیعت پھری ہی دنیا سے نہ لگا دل تو پھر اُدہر پہنچی
جہانکی پردہ نشین جو پردہ سے سب کی رخسار پر نظر پہنچی
اس بلندی پر آشیاں نہ بچا گریہ خود تا سر شجر پہنچی
دل کو دل ہی سے راہ ہوتی ہے جو ہوا وان یہاں خبر پہنچی
ہر فنا کے ہے بعد دور بقا رات گذری تو پھر سحر پہنچی
گل جو مرجھائے اور رنگ چڑھا خبرِ آمدِ ثمر پہنچی
اور پردہ سے شوق دید بڑھا سات پردوں میں بھی نظر پہنچی

اے محبت بڑی بلا ہے تو | کر دیا کام ہی جدھر پہنچی
تھی بلا خیز ہی شب ہجران | حشر کی اور یہ سحر پہنچی
ٹکٹکی باندھے در کو تکتا تھا | کہ کچھ آواز نامہ بر پہنچی
تھی طبیعت میں عشق کی جو کشش | خود بخود جانب سقر پہنچی
چھپ گئے دیکھتے ہی وہ مجکو | تا بہ رخسار جب نظر پہنچی

کٹ گئے سب محب کٹھن رستے
آخری منزل سفر پہنچی

دل پہ قابو ہو محبت میں بڑی مشکل ہے | تھا کبھی دل جو ہمارا وہ پرایا دل ہے
عشق میں ضبط نہیں سہل بڑی مشکل ہے | ہاتھ سے جا کے نہ آئے وہ ہمارا دل ہے
دین و دنیا میں گرفتار ہے وہ غافل ہے | چھوڑ بیٹھا ہے جہاں سب کو وہی عاقل ہے
پیار سے رکھیے گا للہ دل نازک کو | تندخو آپ ہیں نازوں کا یہ پالا دل ہے
اے خدا اس بت کافر کے سوا اور ہے کیا | اور اُس بت میں بھی دیکھیں تو یہی اک دل ہے
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہیں لیکن ہے یہ رنج | کہ پشیمان بہت دل میں مرا قاتل ہے
اختر سوختہ خورشید پر آتا ہے نظر | رخ تاباں پہ تمہارے جو ذرا سا تل ہے
دیکھ لو پھر نگہ ناز سے ہو جائے سرد | کشتۂ ناز تمہارا تو ابھی بسمل ہے
عشق وہ بحر پر آفات و بلا ہے جسمیں | نہ تو کشتی ہے نہ پل ہے نہ کہیں ساحل ہے
عشق مجنوں کے تو باقی ہیں جہاں میں چرچے | اور مجنوں ہے نہ لیلیٰ ہے نہ وہ محمل ہے
جتنا جی چاہے ستا ہم نہیں شاکی لیکن | خوف تو یہ ہے ستمگر کہ خدا عادل ہے
صحن گلشن ہی میں رکھ دے یہ قفس اے صیاد | کیا سمجھتا ہے کہ مٹی کا ہمارا دل ہے

جہل خاتون مین بھی تعلیم سے آسان مگر
پردہ دارون ہی کی تعلیم بڑی مشکل ہے

کر دیا عورتون کو پردہ مہلک نے ہلاک
دق کسیکو ہے تو افسوس کسیکو سل ہے

گھر مین چھپ جاتے ہین جسطرح سی چوہا بل مین
جب یہ سنتے ہین کسی شاپ کا آیا بل ہے

قطعہ

آج کل پاس زر و مال ہے جس احمق کے
وہی عاقل وہی لایق ہے وہی قابل ہے

پاس جسکے نہین کوڑی نہ کوئی یار شفیق
کامل فن بھی اگر ہے تو وہ نا قابل ہے

چھوڑ دیتے ہین ضعیفی مین یہ اعضا بھی تو ساتھ
زندگانی مین بڑھاپا ہی کڑی منزل ہے

گھر مین بیٹھی ہے جوان بیوہ تو کہتی ہے پٹھان
ایک رکھی ہوئی چھاتی پہ پہاڑ سے سل ہے

علم بھی جہل بھی اک امر اضافی ہے محب
نہ کوئی عالم مطلق نہ کوئی جاہل ہے

آدمی ہے خانۂ دنیا بنانے کے لئے
اور یہ افلاک ہین بنیاد ڈھانے کے لئے

قطعہ

مانگتے ہین دربدر مسجد بنانے کے لئے
خوب یہ تدبیر ہے روٹی کمانے کے لئے

کر دیا افلاس نے یہ مال ناجائز حلال
ہے خدا کا مال ہی بندے کے کھانے کے لئے

اس مکان کے مذہب و حکمت ہی دو معمار ہین
وہ گرانے کے لئے ہے یہ بنانے کے لئے

ہم سبکدوشون کو ہے خانہ بدوشی ہی پسند
اپنی آزادی نہ دینگے قید خانے کے لئے

جہل نکبت نے کیا ہے قوم کو کیا مردہ دل
چاہیئے عیسیٰ کوئی مردے جلانے کے لئے

اختلاف مذہب و ملت سے کیون عاقل لڑین
کیا یہ مذہب آئے ہین لڑنے لڑانے کے لئے

غیر ممکن ہے کوئی مذہب تغیر سے بچے
چاہیئے ہادی ملت ہر زمانے کے لئے

حبس دایم سے ابھی چھوٹینگی کیا یہ عورتین
اک زمانہ چاہیئے وہ وقت آنے کے لئے

لطف دنیا کیون نہ جی بھر کر اٹھائین زاہدو!
ہم سرائے دہر مین آئے ہین جانے کے لئے

باغ ہستی میں بسیرا کوئی دم سے بلبلو — چاہیئے دو تین تنکے آشیانے کے لئے
جیتے جی تو بات بھی پوچھی نہ یاروں نے کبھی — آئے ہیں اب قبر پہ آنسو بہانے کیلئے
وائے ناکامی مری کس وقت آئی ہے قضا — جب ہوئے بن ٹھن کے وہ تیار آنے کیلئے
مر گیا ہوں پھر بھی ہے میرے جلانیکی ہوس — لاش پر وہ آئے ہیں مردہ جلانے کیلئے
گلرخوں پہ حسن کیوں اللہ نے تمکو دیا — کیا چھپانے کو دیا ہے یا دکھانے کیلئے
بعد مردوں بھی ہے یہ رنگ محبت کا اثر — پھول لائے ہیں لحد پر وہ چڑھانے کیلئے
سامنے غیروں کے آتے ہیں مگر عشاق سے — خوب چھپ جاتے ہیں پردے میں ستانے کیلئے

روِ رہا ہوں میں تو مثل ابر باران آہ محب
اور وہ ہنستے ہیں لو بجلی گرانے کے لئے

وصف کیا ہوں عمرؓ کے حیدرؓ کے — دونوں بازو تھے یہ پیمبر کے
آتش طور یہ نہیں موسےٰ — جلوے ہیں اُس رخ منور کے
قیدر کھتے ہیں عورتوں کو یہ مرد — کیا کلیجے ہیں انکے پتھر کے
مرد عورت میں کچھ نہیں ہے فرق — دونوں بازو ہیں یہ برابر کے
مفت دیتا نہیں خدا بھی کچھ — حوریں ملتی ہیں جنگ میں مر کے
عورتیں کیا قفس میں کھڑ رہیں گی — پر جو نکلینگے مرغ بے پر کے
سات پردوں میں عورتیں ہیں نہاں — کیڑے کیا جانیں لطف منظر کے
علم و فن کی تمام راہوں میں — ہم ہیں محتاج ایک رہبر کے
غنچہ دل نہ حادثوں سے بچا — جھوکے آئے جو باد صرصر کے
موم کا دل دیا خدا نے ہمیں — اور یہ بت بنائے پتھر کے

خود یہ چڑیاں قفس میں جاتی ہیں — کیا اوڑے مرغ کوئی بے پر کے
اس خدا سے تو بت ہی بہتر ہے — فائدہ کیا ہوا دعا کر کے
کیا نہ باقی پیام کا ہو یقین — ہم تو قائل نہیں پیمبر کے
رہ کعبہ سے دیر لے پہونچا — چومے پاؤں ایسے رہبر کے
کھیل سمجھیں ہیں آپ خدمت قوم — یہ تو ہیں کام رند کی بھر کے
رات کو مر کے صبح او ٹھتے ہیں — ہم بھی قائل ہیں روز محشر کے
اب تو توپ و تفنگ میں ہو کمال — تھے کبھی دن سنان و خنجر کے
کیسی دوزخ کہاں جنان واعظ — خوب طائر اوڑائے بے پر کے
دم نکل جائے گا ابھی دم میں — آپ پہلو سے گرد اس سرکے
گوری گوری یہ عورتیں جاہل — بت گھروں میں ہیں سنگ مرمر کے
کیا کٹھن راستہ ہے جس میں کہیں — نقش پا بھی نہیں ہیں رہبر کے
مصلح قوم حامی نسوان — وصف یہ ہیں محمد اختر کے
بے وفاؤں پہ کچھ اثر نہ ہوا — خوب بچتا ہے ہم وفا کر کے
کون مانے گا شیخ کی باتیں — عرش پر پہنچے آپ بے پر کے

ہم محبت کے ہیں غلام محب
اور بندے نہیں ہیں کچھ زر کے

مدرسے بنوائیں ہم کن کے لئے — چاہیئے تعلیم عشق ان کے لئے
جو دیئے تھے باپ دادا نے علوم — ہم نے وہ یورپ سے گن گن کیلئے
دل اُٹھائے آپ کے جور و ستم — اسکو پالا تھا اسی دن کے لئے

علم و فن سے نہیں عورت کو لگاؤ — سیکھتی ہیں تعلیم اس سن کے لئے

ایک دن چھیڑا تھا اوس پر آپ نے — اُس کے بدلے بھی تو گن گن کے لیئے

جیتے جی کچھ قوم کی خدمت تو کر — زندگانی ہے یہ کس دن کے لئے

نوجوانی میں ادب سے کیا غرض — شوخیاں ہیں خاص اس سن کے لئے

ہاتھ آئے جب نہ پھول اس باغ کے — گھاس ہی کے ہم نے دو تنکے لئے

وہ نہ آئے قبر پر بھی بعد مرگ — خاک چھانی عمر بھر جنکے لئے

ہوگا دعویٰ حشر میں اس خون کا — یہ اٹھا رکھا ہے اُس دن کے لئے

پیر کو کم سن سے مشاطہ نہ جوڑ — سن رسیدہ ڈھونڈھ اس سن کیلئے

واسطے علم کے یورپ جا تو اب — ہند ہے محتاج اک فن کے لئے

آنکھ اٹھا کر بھی نہیں وہ دیکھتے
جان دیتے ہیں محب جن کیلئے

بزمِ رندانِ خراباتی میں جانا چھوڑ دے — ساقی بنتِ عنب کو منہ لگانا چھوڑ دے

طفل کو جتنا مناتے ہیں اتنی ہی بڑھتی ہے ضد — عقل کی کر پیروی دل کا منانا چھوڑ دے

لحم خنزیر اور دم سے بڑھ کے غیبت ہے حرام — بھائیوں کا خون پینا گوشت کھانا چھوڑ دے

عشق خود دیوانگی ہے اور عاشق نا سمجھ — اے پری عاشق کو دیوانہ بنانا چھوڑ دے

دیکھ ملجاتی ہیں نادانوں کو کیا کیا نعمتیں — اپنی دانائی کا فخر و ناز دانا چھوڑ دے

عاشقوں کے خون ناحق کا نہ لے سر پر عذاب — مرغِ دل کو دامِ الفت میں پھنسانا چھوڑ دے

ہے زمانے کی طبیعت آجکل جدت پسند — رنگ تو اپنا جما ڈھرا پرانا چھوڑ دے

امتحانِ عشق میں پورا نہیں اترا کوئی — بدگمان تو عاشقوں کو آزمانا چھوڑ دے

مورث رشک و حسد ہین نخوت و کبر و غرور
بھائیون تو شان و شوکت کو جتانا چھوڑ دے

گر ہنسے اکبار تو سو مرتبہ رونا پڑا
روئین کب تک اسے قہقہہ لگا کے ہنسنا چھوڑ دے

تو دل آزاری نہ کر اللہ ہوتا ہے خفا
دل ہے کعبہ اسکو اے کافر جلانا چھوڑ دے

پھر کھلائے آ کے خود صیاد اپنے ہاتھ سو
ایک دن بھی گر قفس مین مرغ دانا چھوڑ دے

چھوڑ بیٹھے واعظو دنیا کو جنت کے لئے
احمقون مین اب تو رنگ اپنا جمانا چھوڑ دے

مسخرون کی دل مین لوگون کو نہین عزت کوئی
مجلسون مین پھبتیان کھہ کر ہنسانا چھوڑ دے

عاشقون کے خون پر دے گا گواہی لال رنگ
مہندی بھی چھوڑ دے لاکھا جمانا چھوڑ دے

نام الفت ہی برا ہے لیجئے گر اس کا نام
زشت صورت بھی محب صورت دکھانا چھوڑ دے

یون مسلمان ٹکڑے ٹکڑے جنگ باہم سے ہوئے
ریزہ ریزہ کوہ جیسے نقب پیہم سے ہوئے

اہل یورپ کیون ہمارا اب بجا لائین نہ شکر
ہم وحشی یہ مہذب آدمی ہم سے ہوئے

گریہ وزاری سے اپنی ہو گی اصلاح قوم
خشک پودے کب ہرے اس چشم پر نم سے ہوئے

اب وہی سرتاج عالم ہین وہی ہین فخر قوم
قوم کی خاطر بڑے جو ایک عالم سے ہوئے

ہم غریبون نے کئے وہ کام خلق اللہ کے
جو نہ اسکندر فریدون خسرو و جم سے ہوئے

شک نہین اس مین کہ بنیاد تمدن ہو یہ ڈالن
سیکڑون ویرانے آباد ایک اس دم سے ہوئے

کیجئے جتنی دوا اتنا ہی بڑھتا ہے مرض
زخم تیر عشق تازہ اور مرہم سے ہوئے

وقت کوشش کا ہے موقع قوم کی امداد کا
فائدے کیا مرثیہ خوانی سے ماتم سے ہوئے

تھا نفاق شیعہ و سنی کا کیا مہلک اثر
آپ خود برباد ہم اس جنگ باہم سے ہوئے

فتنہ و شر مین بھی اس انسان کو بڑھ کر ہے کون
جو نہ شیطان سے ہوئے تھے کام وہ ہم سے ہوئے

عورتیں یورپ کی کرتی ہیں سخاوت کی جو کام
کب رفاہِ عام کی خاطر وہ حاتم سے ہوئے

زہرِ قاتل سے بھی مہلک پردۂ نسواں ہے یہ
مضمحل کیا عورتوں کے جسم اس سم سے ہوئے

حبسِ دائم سے چھوڑانا قیدیوں کا ہے ثواب
نام پردہ سنتے ہی کیوں آپ برہم سے ہوئے

نسل پر کیا فخر ہے علم و عمل پر فخر کر
آدمی تو سب یہ پیدا ایک آدم سے ہوئے

ایک دردِ قوم پر قرباں لاکھوں راحتیں
شاد ہیں ہم آشنا جب سے کہ اس غم سے ہوئے

کثرتِ دولت بھی کر دیتی ہے قوموں کو تباہ
منہدم کتنے چمن بارانِ پیہم سے ہوئے

جو شیاطیں علم کی قوت سے ہو جاتی ہیں یہ
وہ سلیماں کے بھی قابو میں نہ خاتم سے ہوئے

سب اوسی کے ہیں عنایات و کرم ورنہ محب
کسکو تھی امید انکی کام جو ہم سے ہوئے

ساحل ہوا قریب تو کشتی الٹ گئی
سب کوششیں دھری رہیں قسمت پلٹ گئی

کثرت سے زر کی ہوتے ہیں تنگ ور دلکے تنگ
پھیلیں شعاعیں گریہ کی پتلی سمٹ گئی

آئی بہار جوشِ جنوں کا ہوا ہے زور
رنگیں قبائے غنچۂ سربستہ پھٹ گئی

چھیڑی تھی دردِ قوم کی کچھ دل نے داستاں
سوئے نہ شب کو نیند ہماری اوچٹ گئی

کم مل بہت جو تجکو بڑھانی ہے اپنی قدر
آمد بڑھی تو جنس کی قیمت ہی گھٹ گئی

باہر کے آنے جانے سے کیوں روکتے ہیں آپ
نکلیں جو گھر سے عورتیں کیا ناک کٹ گئی

پیچھا چھڑانا تجربۂ دنیا سے ہے محال
گر ایک بار بھی وہ کسی سے لپٹ گئی

دولت بڑھی تو اور کشادہ دلی گھٹی
نظروں میں اہلِ بخل کے دنیا سمٹ گئی

سینہ زنی کو بیوہ کی تو دیکھتا رہا
اے سنگ دل فلک تری چھاتی نہ پھٹ گئی

آگے بڑھانا چاہتا اس سمت قوم کو
وہ چار گام اور یہ پیچھے ہی ہٹ گئی

پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب — دنیا کی دیکھیے کایا پلٹ گئی
چھوٹا ہے کوئی عشق کا پہلو جو ہم لکھیں — اس شاعری کی تھی جو بضاعت وہ گھٹ گئی
کیا باہمی نفاق سے ٹکڑے ہوا ہے ملک — قطعہ — غیروں میں سب ریاست اسلام بٹ گئی
بحر فنا میں ڈوب کے ابھرا نہ ایک بھی — منجدھار میں جو ناؤ ہماری الٹ گئی

بودی عمارتوں کی مرمت سے فائدہ
دیوار گر پڑی جو محب سقف پٹ گئی

ہماری قوم بیماری کو اپنی یا خدا سمجھے — جہالت کو مرض تعلیم حکمت کو دوا سمجھے
مسیحا ہے کہاں جو درد قوم بینوا سمجھے — مرض سمجھے علل سمجھے اثر سمجھے دوا سمجھے
ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم سی کیا سمجھے — اسے دام ہلاکت اس کو گرداب بلا سمجھے
غلامی کا ذریعہ علم کو سمجھے تو کیا سمجھے — ہم اس کو زور بازو سے خدا ظل ہما سمجھے
سمجھتے ہیں یہ نادان عورتوں کے جہل کو اچھا — سمجھ تو دیکھیے تعلیم نسواں کو برا سمجھے
رہے یہ غیر قوموں سے جو پیچھے علم و حکمت میں — بتائیں تو ہمیں پھر اس میں یہ کس کی خطا سمجھے
کیئے در پردہ لاکھوں ظلم گو ہم پر زمانے نے — مگر افسوس ہم اب تک نہ یہ جور و جفا سمجھے
بغیر اسباب کام کچھ نہیں ہوتا ہے دنیا میں — مصیبت کو بھی ہم اعمال کی اپنے سزا سمجھے
ملایا خاک میں گو تو نے ہم کو اے فلک لیکن — اسے بھی اے ستمگر ایک ہم تیری ادا سمجھے
سمجھتے ہیں شفق کو نتیجۂ خورشید کی رنگت — مگر ہم تو کسی کے پاؤں کا رنگ حنا سمجھے
سمجھتے ہیں بہت قسمت سے دولت ہاتھ آتی ہے — مگر ہم تو اسے تعلیم و محنت کی جزا سمجھے
جو سمجھے دولت جاوید ان علمی خزانوں کو — مآل اندیش ہیں وہ قوم کی سچی بقا سمجھے
جہالت عورتوں کی زہر ہے اولاد کے حق میں — مگر نافہم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے

قصیدہ امیر
مردوں عورتوں
پردہ ہند میں

نہیں آزادیٔ نسواں سے عفت کو کوئی خطرہ — غلط ہے قید دائم کو اگر کوئی حیا سمجھے
بری رسموں سے قیدی ہیں بند راہیں سب ترقی کی — ہیں غارت کیا کافر رواجوں سے خدا سمجھے
دری ہر علم میں بیٹھے ہیں سدِ راہِ ترقی پر — جو اپنے آپ کو اس راستے میں خاک پا سمجھے
نہ سمجھے اپنی ہی غفلت کے یہ سارے نتیجے ہیں — یہ کرتوتوں کو اپنے چرخ کے جور و جفا سمجھے
سمجھتے ہی نہیں پیدا سمجھ کچھ اقتضا سے وقت — دہی ہشیار ہیں جو ہر زمانے کی ادا سمجھے
مکافاتِ عمل کو دیکھتا محروم رہے انسان — بھلائی کی جزا سمجھے برائی کی سزا سمجھے
بھلائی ڈھونڈتے ہیں اپنی جو قومی برائی میں — ضرر کو نفع وہ سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے
فلک پر بیگنانِ ہند کا یہ خونِ ناحق ہے — شفق سمجھے کوئی یا جلوۂ رنگِ حنا سمجھے
کمالِ نفس ہی مقصود تعلیم و ریاضت ہے — دنائت ہے جو زر کو علم کی کوئی جزا سمجھے

اثر نام کچھ باقی محب رہتا ہے دنیا میں
جو حبِ ملک و ملت میں فنا کو بھی بقا سمجھے

مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے — تیرے گدا کو کام تری بارگاہ سے
مقصود حفظِ نفس نہیں ہم کو سپاہ سے — تیر و تیغ روکتی ہے ہزاروں گناہ سے
گھر پھونک کر خوشی میں بھی دیکھتے ہیں سیر — تکلیف عمر بھر کی اٹھاتے ہیں بیاہ سے
دم توڑتی ہیں مار جہالت میں عورتیں — ان بیکسوں کو کون نکالے گا چاہ سے
شاداب پھل یہ لائیں گے کیا مضمحل درخت — ہوگا ہرا نہ باغ کبھی خشک کاہ سے
ڈر ہے کہیں تباہ نہ ہو جائے ملک ہند — یارب اسے بچا تو بیوہ کی آہ سے
کاٹی زبان کہ عرض بھی کچھ کر سکیں نہ ہم — کرتے یہی سلوک ہیں کیا دادخواہ سے
ہے مرد و زن کو غضِ بصر کا جو حکم رب — منظور ضبطِ نفس ہے نیچی نگاہ سے

پردے میں نے کر دیا ہے یہ مردون کو بدنظر	وحشت تجھکو ابھی سے ہے ہماری نگاہ سے
آزاد عورتون کو بنایا ہے تو نے یان	بدتر یہ ایک جرم ہے لاکھون گناہ سے
مظلوم عورتون کو کیا قید بے سبب	یہ بدظنی گناہ ہے عفت پناہ سے
مجبور عورتین ہین تو آزاد ہین یہ مرد	ان کی غرض ہے بیاہ سے ان کو نباہ سے
ان قیدیون کے حال پہ بھی التفات ہو	یہ عرض قیصر سے ہے اور شاہ سے
شاہی کی گر ہوس ہے تو کر خدمت وطن	یہ سلطنت ملے گی نہ زر سے نہ جاہ سے
مردون سے مانگتے ہوئے پھرتے ہین حاجتین	باقی نہین ہین کیا ابھی بندے اِلہ سے
مقصود شاعری سے ہے اظہار درد دل	تعریف کی غرض ہے نہ کچھ واہ واہ سے

گمراہ ہو کے پایا محب کب مراد

اچھا ہوا محب جو پھرے شاہ راہ سے

خاکسارون سے فلک بغض و عداوت کیسی	پڑ گئی ظلم و ستم کی تجھے عادت کیسی
ہم سے ناحق یہ زمانے کو عداوت کیسی	ظلم کی اپنے محبون پہ یہ عادت کیسی
ایک دن وہ تھا کہ ہم سا نہ مہذب تھا کوئی	آج وحشت مین ہین بے مثل جہالت کیسی
اپنے آپس ہی مین ہم آپ لڑے مرتے ہین	اہل اسلام مین آپس مین عداوت کیسی
مرد میدان ہین تو کچھ جہل و تعصب سے لڑین	یہ درندون کی لڑائی یہ حماقت کیسی
ہم سناتے ہین جنہین قصۂ درد نسوان	ہاتھ کانون پہ وہ دھرتے ہین سماعت کیسی
عقل دی ہے تمہین اللہ نے سوچو سمجھو	یہ ہر اک بات مین تقدیر و قناعت کیسی
جسکو دیکھو وہ ہے افلاس کے ہاتھون سے تباہ قطعہ	چھا گئی ہند پہ اے چرخ فلاکت کیسی
عمر سب اپنی عجب رنج و مصیبت مین کٹی	ہم نہین جانتے دنیا مین ہے راحت کیسی

عمر ساری تو غم ہجر صنم میں گذری
کس کو کہتے ہیں خوشی وصل کی راحت کیسی

بے ہنر کی نہیں دنیا میں ذرا بھی عزت
ذات کو پوچھتا ہے کون شرافت کیسی

بھیک مانگیں گے نہ سکیں گے مگر کوئی ہنر
مفت خوری کی انہیں پڑ گئی عادت کیسی

نہ کوئی خوف تنزل نہ ترقی کا خیال
قبل مردن ہمیں حاصل ہے فراغت کیسی

گرچہ اس عہد میں ہے ہر طرف آسایش خلق
پھر یہ افلاس کی ہر جگہ شکایت کیسی ق

اب نہ وہ ڈھاکے کی ململ ہے نہ بیدر کے ظروف
مٹ گئی ہند کی افسوس صناعت کیسی

جان دی مال دیا جو کہا تم نے وہ کیا
اور ہوتی ہے بتاؤ تو اطاعت کیسی

باندھ سکتے نہیں ہتیار بھی ہم بہر شکار
ہم کہاں جنگ کہاں اور شجاعت کیسی

لطف شادی ہے اسے جسکی ہے بیوی لایق
گھر میں نادان جو عورت ہے تو راحت کیسی

ان جہیم قیدیوں سے مرد کو کیا گھر میں خوشی
عمر بھر کی یہ مصیبت ہیں بشاشت کیسی

ہے یہی علم تو اک حضرت آدم کا شرف
ورنہ انسان کو حیوان پہ شرافت کیسی

عورتیں کہتی ہیں واعظ سے کہ چل بیٹھ سوئے
زندہ در گور ہیں ہم اور قیامت کیسی

ساتھ دولت کے گئیں سب یہ صفات حسنہ
تنگدستی میں محب جود و سخاوت کیسی

مرثیہ پڑھتے ہیں سنا ہم تمہارے سامنے
ہو رہا ہے قوم کا ماتم تمہارے سامنے

کیا کریں اظہار درد و غم تمہارے سامنے
غم تمہارے سامنے ہے ہم تمہارے سامنے

دیکھتے ہو تم کہ حال اپنا ہے فاقوں سے تباہ
پھر شکایت کیا کریں ہر دم تمہارے سامنے

تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کس کے دل میں درد ہے
نالے ہم کرتے رہے پیہم تمہارے سامنے

یاد ہونگی تم کو اہل ہند کی وہ عزتیں
ہو چکی ہے برہم یہ بزم ہم تمہارے سامنے

ہم بیاہی اور بیوہ کا کہیں کیا تم سے حال — قید میں وہ ہے تو یہ بے دم تمہارے سامنے
کس نے روکا ہے تمہیں خستگی تری کی بہر سے — کیا نہیں موجود بیڑہ تمہارے سامنے
کیا اشارت کا مرا جب ہم وطن ہوں زیر خاک — ونے غیرت اقوم تو بیٹھے کے دم تمہارے سامنے

اس اکھاڑے میں نہیں جیتے ہو یہ کشتی محب
پہلوان چھوٹنے لگا کیا اب خم تمہارے سامنے

خواہش خورد عیش و طرب سے ہمیں فرصت کیسی — وقت کی مفت لٹی جاتی ہے دولت کیسی
خاک میں مل گئی سب دولت و عزت افسوس — اب تو کچھ جو نکلے نتیجہ غفلت کیسی
بے ریاضت نہیں آتا ہے کوئی علم و ہنر — اپنی غفلت کا گلا کیجئے قسمت کیسی
ہو گئے اپنے ہی اعمال سے ہم آپ ذلیل — سب کی نظروں سے گری جاتی ہیں عزت کیسی
کوئی خوش حال نظر ہی نہیں آتا افسوس! — سب کے سب مفلس و قلاش ہیں عسرت کیسی
ہاتھ پھیلانے سے بڑھ کر نہیں ذلت کوئی — مفت خوری کی جو عادت ہو تو ذلت کیسی
فاقہ مستوں کو کہاں نشۂ دولت کا سرور — مردم ہند کہاں اور مسرت کیسی
پائمالوں سے فلک کوئی بھی رکھتا ہے غبار — مل گئی خاک میں ہم ہم سے کدورت کیسی
عہد طفلی ہی میں پڑھنا ہو تو پڑھ اے ناداں — ورنہ ایام جوانی میں تو فرصت کیسی
خاک میں مل گئیں غفلت ہی سے قومیں اگلی — بے خبر سوتی ہے اے قوم یہ غفلت کیسی
عمر ساری یونہیں بے کار گئی کچھ نہ کیا — ہائے برباد ہوئی وقت کی دولت کیسی
عورتوں کے لیے یہ باغ تو ہے کنج قفس — مرغ پر بستہ کو پرواز کی لذت کیسی
کیوں یہ بے جرم مقید ہیں گھروں میں نسواں — جنس بیجا ہے یہی عفت و عصمت کیسی
ایک دن وہ تھا مسلمان پہ مسلمان تھا نثار — آج یہ تفرقہ باہمی نفرت کیسی

اوٹھ گئی قوم سے بیدردی اسلام کی رسم   [illegible]

فقر پر فخر ہے شاہی سے گدائی اب تو   مانگنا بھیک کا عزت ہو تو ذلت کیسی

حسن والی تھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے   سات پردون مین بھی ہو جائی تو شہرت کیسی

مر گیا آج محب قوم کا دیکھا نہ عروج

اس کے لاشہ پہ کھڑی روتی ہے حسرت کیسی

الہی جہل و تعصب سے تو نکال مجھے   بغیر علم ہے یہ زندگی وبال مجھے

اب اس کے ہجر مین یہ زیست ہے محال مجھے   جو موت آئے تو ہو یار کا وصال مجھے

مٹائین دل سے یہ پاؤ سیون نے امیدین   کہ خواب ہوگیا امید کا خیال مجھے

قرار کس کو ہے ہر لحظہ ہے گھٹاؤ بڑھاؤ   بتا رہا ہے اشارے سے یہ ہلال مجھے

ہزار حیف گئی عمر رائیگان ساری   رہے گا تا بہ قیامت یہی ملال مجھے

عروج قوم کا کچھ دیکھنا ہوا نہ نصیب   دکھایا چرخ نے افسوس یہ زوال مجھے

چھٹا بلاؤن سے سب بچا جو ترک عشق کیا   نہ خوف ہجر نہ ہے حسرت وصال مجھے

حسد کی آگ سے یارب بچائیو دل کو   یہی ہے نار جہنم نہ اس مین ڈال مجھے

جو آبرو سے ملے نان جو وہ بہتر ہے   پلاؤ چاہیئے رازق نہ شیرمال مجھے

حریص کو نہین دنیا مین راحت و آرام   الہی خواہشون مین دے تو اعتدال مجھے

ہر ایک کام مین اپنی ہوئی ہے ناکامی   کہ کامیابی کا آئے گا کیا خیال مجھے

کہا جو مانون کا اس نفس دشمن جان کا   ذلیل خوار کرے گا یہ بد خصال مجھے

ادھر ہے حرص کا طوفان ادھر ہی جہل کا غار   الہی پاؤن کو لغزش ہے تو سنبھال مجھے

شرافت ہی علم سے بھیڑون کی اون سے تو نہین   بنائے گی نہ شریف آدمی یہ شال مجھے

عدم سے آئے تو دیکھا یہ دل فریب سماں — دکھائے گا کوئی منظر پسِ انتقال مجھے
جو پارسال سماں تھا کہاں ہے وہ امسال — سنے دکھاتے ہیں کیا رنگ ماہ و سال مجھے
کرے گی قوم کوئی قدر میری خدمت کی — یہ خواب میں بھی کبھی آئے گا خیال مجھے
ملا کے خاک میں ہستی تو میری کی برباد — کرے گا اور یہ کیا چرخ پائمال مجھے
یہ پل عمر کی جاتی ہے سوئے ملک عدم — نشاں ہیں سب یہ ہر ایک ماہ و سال مجھے
خوشی میں غم کا ہے ڈر غم میں ہے خوشی کی امید — عروج میں بھی ہے اندیشۂ زوال مجھے
تباہ ہوں نہ کہیں اور اہل ہند ابھی — یہی ہے انکے تغافل سے احتمال مجھے
زمانہ خود یہ بقا و فنا کے پھیر میں ہے — بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے
مری لحد کا مٹا نا نشان نہ گردش چرخ — کریں گے بعد فنا بھی وہ پائمال مجھے
ضرور گھٹ کے بڑھے گی مثال بدر یہ قوم — ہلال دیکھا تو آیا یہی خیال مجھے

مثال سرو جو بے فیض و بے ثمر ہیں محب
کرینگے خاک وہ اس باغ میں نہال مجھے

کبھی جو آتا ہے اعمال کا خیال مجھے — کمال ہوتا ہے اس وقت انفعال مجھے
وصال یار کا آئے گا کیا خیال مجھے — یہ آرزو یہ تمنا تو ہے محال مجھے
ہلال دیکھ کے کہتی ہے چرخ سے بیوہ — یہ تیغ تیز ہے کر ڈال تو حلال مجھے
میں اپنے آپ کو اس وقت سمجھا ناقص تر — کہ جب علوم میں حاصل ہوا کمال مجھے
یہ حبس دائمی پردہ نہیں ہے حکم خدا — نہ بحث آپکو اس میں نہ قیل و قال مجھے
کھلی جو علم کے سرمہ سے چشم دل تو کھلا — ہر ایک شے میں دکھاتا ہے وہ جمال مجھے
کہاں یہ علم کی نعمت کہاں یہ عبد ذلیل — کیا ہے رحمت باری نے کیا نہال مجھے

تمہارے وعدۂ فردا کو میں سمجھتا ہوں — بروز حشر دکھاؤ گے تم جمال مجھے
متاع علم کا کافی ہی خزانہ ہے — نہیں جو دولت دنیا تو کیا ملال مجھے

یہی اپنی قوم سے چاہوں گا خدمتوں کا صلہ
محب یہ آئے گا بھولے سے بھی خیال مجھے

نہیں کی علم میں محنت جفا کی — یہ ہستی ہم نے خود اپنی فنا کی
ہمارا دل لیا تم نے جفا کی — جفا پر بھی تو ہم سے ہمیشہ وفا کی
نہ حاصل کی زبان حاکم وقت — سمجھا تو! بڑی تم نے خطا کی
ہر اک شے میں نظر آتا ہے جلوہ — ذرا دیکھو تو ہے صنعت خدا کی
خدا خود آپ ہے دانا و بینا — نہیں پھر اوس سے کیا حاجت دعا کی
بہت پائیں گے یہ دنیا میں راحت — جو علم و فضل میں محنت ذرا کی
ہوئے ہم مضمحل آکر دکن میں — عجب تاثیر ہے آب و ہوا کی
ہوئیں یہ عورتیں کیوں زندہ در گور — کوئی حد بھی تو ہے شرم و حیا کی
سراپا ناز و حسن دلربائی — عجب تصویر ہے اس دلربا کی
کھلائے گل وہاں یاں شمع کی گل — عجب رفتار ہے باد صبا کی

تپ غم سے جلی جاتی ہے بیوہ
محب کیا قوم نے اس کی دوا کی

مرد میداں ہیں نہیں راہ سے پھر جائینگے — مشکلیں لاکھ ہوں لیکن نہیں گھبرائینگے
باغباں سست ہوا گر میسر نہیں آب — سب یہ آثار ہیں اس باغ کے مرجھائینگے
سیر کرنے دے ہمیں کچھ تو چمن کی صیاد — اس گلستاں میں نہیں پھر کبھی ہم آئینگے

نوجوانو! تمہین سمجھا سکے کوئی کیا انجام
خود سمجھدار ہو یہ دن نہین سمجھانے کے

کشت عالم مین نیکی کا ثمر ملتا ہے
ڈھیر خرمن کے ہوئے بونے سے اک دانے کے

پیر بنتے ہین کوئی صوفی صافی کوئی
خوب یہ ڈھنگ نکالے ہین کما کھانے کے

گالیان دیتے ہین دین ہم تو نہین پیر کے خلاف
ان کے دشنام سے ہم تو نہین غم کھانے کے

غفلت و پستی و خود بینی و خود رائی و جہل
یہی اسباب تو ہین خاک مین مل جانے کے

حافظ و شبلی و منصور و جنید و خیام
اندر یہ سب ہین اسی نیچری میخانے کے

ہر چند ہین سبھی جبہ و دستار مگر دل مین فریب
دانت کھانے کے ہین یہ اور وہ دکھانے کے

عاقلو! کچھ تو مری باتون کو سمجھو بالقصد
یہ خیالات نہین ہین کسی دیوانے کے

نکتہ چینیون کے فقط ہم ہی نہین ہین کش
مہر خوبان پہ بھی احسان ہین بہت شانے کے

عشق صادق کا یہ معشوق پہ ہوتا ہے اثر
شمع رو دیتی ہے خود حال پہ پروانے کے

مے کے دھوکے مین دیا زہر جو ساقی نے ہمین
منھ سے چھوٹی کبھی کوئی بات نہ پیمانے کے

جیف ہے ہمکو زمانہ کہے جاہل وحشی
یہی القاب تو ہین ڈوب کے مر جانے کے

سیر و تفریح نہین ہے فقط آبادی مین
عبرت انگیز ہین احوال بھی ویرانے کے

ایک در بند جو ہو سیکڑون کھل جاتے ہین
لاکھون حیلے ہین یہان رزق کے پہونچانے کے

کیون اڑے بیٹھے ہو اب جاؤ محب گھر اپنے
بزم ساقی مین نہین ساغر مے پانے کے

جو ارمان سے خالی ہے وہ دل بھی ہے
نہین جس مین لیلیٰ وہ محمل یہی ہے

چھپین لاکھ پردون مین پر خون ناحق
کہیگا خدا سے کہ قاتل یہی ہے

شرابین پئین کوٹ پتلون پہنین
ہماری ترقی کا حاصل یہی ہے

قطعہ

ستمگر ہیں جو بے پردے کا حامی — اصول تمدن سے جاہل یہی ہے
سمجھتا ہے پردے کو یہ عین نفرت — بڑا فلسفی اور عاقل یہی ہے
ترقی کریں مرد بے عورتوں کے — غلط فیصلہ زعم باطل یہی ہے
پڑیں عورتیں سخت پردے میں کیونکر — ہماری ترقی میں مشکل یہی ہے
فلک نے جو بیوہ کا دیکھا تڑپنا — کہا سخت جان نیم بسمل یہی ہے
کریں اپنی غفلت کی کیا ہم شکایت — ہمیں جس نے مارا وہ قاتل یہی ہے
حرم میں بھی ہے خال اسود کی پوجا — ترے مصحف رخ کا کیا تل یہی ہے
نہیں کچھ زمیں پر ہی شادیٔ بیوہ — فلک پر بھی انجم کی محفل یہی ہے
نہیں ماتم قوم کچھ انجمن میں — چمن میں بھی شور عنادل یہی ہے

ہمیں قبر میں رکھ کے احباب بولے
عدم کی محب پہلی منزل یہی ہے

درد دل اپنا کوئی کیا جانے — اس کو ہم جانیں یا خدا جانے
آدمی کیا کہے کوئی اس کو — جو نہ اپنا بھلا برا جانے
ایک دم کی حیات پر یہ خوشی — غنچہ انجام زیست کیا جانے
بھوکوں مر جائیں گو تمام غریب — ان امیروں کی پر بلا جانے
ابھی ہو جائے دور درد نفاق — علم کو قوم گر دوا جانے
کیمیا ہے یہی بشر کے لئے — آپ کو سب کا خاک پا جانے
ہر مصیبت کو چاہیئے انسان — اپنے اعمال کی سزا جانے
اتنا کس کو کیا خدا نے ذلیل — کیا ہوا ہم سے کوئی کیا جانے

باقی ان تک تو کچھ اثر ہوتا — سب دعا کس جگہ خدا جانے
جانتا ہے وہ بھید سب دل کا — دل میں کیا ان کے ہو خدا جانے
تا کہ پہنچا یگا وہ منزل پر — راستہ جو نہ رہنما جانے
غائب معرفت ہے یہ کہدو — ایک دو ابتدا فنا جانے
اس کی نظروں میں کیا سمائے طور — دل کو جو جلوۂ خدا جانے
راحت قلب ہے اسی کو نصیب — جو عدو کو بھی آشنا جانے
کیوں ہے یہ دور مرگ و پیدائش — کون خالق کا مدعا جانے
ہر بشر کو ہے موت کا تو یقین — پر کہاں اور کب خدا جانے
کیوں زمانہ کرے مدد اس کی — وقت کا جو نہ مقتضا جانے

خاک ہے اوسکے سامنے اکسیر
جو محب علم کیمیا جانے

قید محلوں میں ہیں تا زیست یہ عزت اچھی — زندہ در گور ہیں سب بے جرم شرافت اچھی
ذلت قوم سے ہر طرح کی ذلت اچھی — قید تہذیب سے آزادیٔ وحشت اچھی
ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں عالم فاضل — ایسی تعلیم سے واللہ جہالت اچھی
گنج قارون بھی اگر کام نہ آئے تو ہے خاک — زحمت بار کشی سے تو قناعت اچھی
روئے اپنے گناہوں پہ کہ دھو جائیں گناہ — اپنے اعمال سے جتنی ہو ندامت اچھی
روز کے بیم و رجا سے تو ملے گی فرصت — دھمکیوں سے تری واعظ یہ قیامت اچھی
فائدہ کیا جو کیا جمع زر سرخ و سفید — فائدہ قوم کو ہو جس سے وہ دولت اچھی
گالیاں دیتے ہیں دیتے وہ مگر رنج یہ ہے — گالیاں دینے کی ہوتی نہیں عادت اچھی

دشمنِ نفس کی باتوں میں نہ آنا اے دل
دوستی اُس کی بُری اُس سے عداوت اچھی

سچ کہے جاؤں گا گو لاکھ بُرا مجھکو کہیں
صداقت کے لئے پہنچے جو ذلت ہو وہ ذلت اچھی

صحبتِ بد کے اثر سے نہیں بچتا کوئی
رند و اوباش کے سایہ سے بھی نفرت اچھی

یوں تو بدنام بھی ہوتے ہیں جہاں میں مشہور
نیک نامی سے جو شہرت ہو وہ شہرت اچھی

کیوں مجھے چشمِ حقارت سے عدو دیکھتے ہیں
میری صورت سے بُری انکی تو سیرت اچھی

روح و قالب کے تناسب میں بھی نسبت ہے یہی
خوبصورت کی ہوا کرتی ہے سیرت اچھی

بدنصیبوں کو کہاں دولتِ تعلیم نصیب
علم رکھتے ہیں وہی جنکی ہو قسمت اچھی

خیر و شر میں نہیں کچھ فرق مگر نیت کا
قتل اچھا ہے جو قاتل کی ہے نیت اچھی

خدمتِ ملتِ احمد میں کمر بستہ ہوں
سب عبادات سے ہے یہ ایک اطاعت اچھی

خیر کر پھینک یہ تسبیح و مصلےٰ زاہد
نفع ہو خلق کا جس میں وہ عبادت اچھی

ترکِ دنیا ہے ادھر خواہشِ جنت ہے اُدھر
زاہدِ خوب یہ نفرت ہے یہ رغبت اچھی

دولتِ علم ملی اور ہوس کیا ہے محب
اِس سے بڑھکر بھی کوئی اور ہے دولت اچھی

ملتا نہیں ہے درسِ حقیقت کہاں مجھے
فطرت کا مدرسہ ہے یہ سارا جہاں مجھے

طے کس طرح سے ہوں رہِ الفت کی منزلیں
ہر خارِ دشتِ شوق ہے نوکِ سناں مجھے

کیوں کر ابھی ملے سندِ اُستادِ عشق
دینے ہیں قتل گہ میں کئی امتحاں مجھے

لینے دے دم کہیں تو نہ اب دربدر پھرا
چکر میں ڈال رکھا ہے کیوں آسماں مجھے

گھر میں خدا کے جانے کو اُٹھتے نہیں قدم
رکھتا ہے بتکدہ ہی میں عشقِ بتاں مجھے

زاہد ثواب خدمتِ اہلِ وطن ہے نقد
کھاتے میں ال رہیں گے یہ حورِ جناں مجھے

مسجد سے کچھ غرض ہے نہ کچھ دیر سے ہے کام
کافی ہے تیرے در کا فقط آستاں مجھے

ملتا ہے ان بتوں ہی کے ملنے سے بھی خدا
معلوم اب ہوا ہے یہ سرِ نہاں مجھے

اے ہمنشیں [illegible] دل ہی سے واقف نہ تھا کوئی
بدنام اب کریگی یہ آہ و فغاں مجھے

ہوتا نہیں [illegible] روح کو سکون
پہونچا خیال لیکے کہاں سے کہاں مجھے

لیتے [illegible] گردشِ قسمت [illegible] دم
ثاقب کی طرح پھینکا فلک نے جہاں مجھ کو

[illegible]
وہ تو سدا ہے چھوڑ کے گئے ہم جہاں مجھے

[illegible] ستم
کچھ گور ہیں [illegible] اب اماں مجھے

لایا ہے آپ [illegible] عدم سے جو کھینچ کر
کرنے دے کچھ تو سیرِ چمن باغباں مجھے

[illegible]
زاہد نہیں ہے خواہشِ حور و جناں مجھے

[illegible]
ہاتھ آئے [illegible] کے لئے تیر و کماں مجھے

[illegible]
کافر ہی اب بھی جانتا ہے بدگماں مجھے

[illegible]
گویا نہیں دیا ہے خدا نے زباں مجھے

حق گو کی بات زہر سے ہوتی ہے تلخ تر
رسوا کریگی خلق میں میری زباں مجھے

اترا خمار ہو گئے پھر سے نشے سب ہرن
بیٹھی قضا دبوچ کے جب ناگہاں مجھے

چلتا ہے زور گردشِ تقدیر سے کہیں
پٹکا فلک نما سے فلک نے کہاں مجھے

کہتا نہ دوستوں سے جو میں رازِ دل محب
رسوائے خلق کرتے نہ یہ رازداں مجھے

غریب کا ہے معاون جگر یہ کس کا ہے
عنائے ہند پہ سینہ سپر یہ کس کا ہے

زمیں سے اوگتے ہی ہوتا ہے خشک ہر پودہ
زمیں کا آب و ہوا کا اثر یہ کس کا ہے

پھر چھپا ہیں نے شب ماہ دیکھکر رخ یار — نہیں کہا چاند تو وہ [illegible] یہ کس کا ہے

درخت علم کے پھل کھا کے شاد ہو یو بہ — جو [illegible] تو پھر یہ کس کا ہے

[illegible] لگی ہیں گل بلبلیں غزل خوانی بہت — [illegible] گذر یہ کس کا ہے

[illegible] کرتی ہیں باتیں بلند در و دیوار ہیں — مژگان یار کا [illegible] یہ کس کا ہے

[illegible] باغ کے پھل کھا کے پوچھتے ہیں لوگ — یہ [illegible] کس سے [illegible] یہ کس کا ہے

[illegible] سے خالی نہیں اگر شب و روز — تو کون [illegible] شام [illegible] یہ کس کا ہے

کسی کی ہمت مردانہ کا جواب نہیں — [illegible] خود [illegible] یہ کس کا ہے

[illegible] سے فصل بہار میں یہ چمن — ہوا [illegible] میں یہ اثر یہ کس کا ہے

بجز خدا کے محب جب نہیں کسی کا ڈر
تو کیوں سکوت ہے خوف و خطر یہ کس کا ہے

[illegible] زمیں [illegible] نکلنے کیلئے — آسمان جھکتا ہے ہر بار مسلنے کے لئے

عورتیں کھیتی ہیں کہتا ہے کلام میں خدا — دل جو گھبرائے کہاں جائیں ٹہلنے کیلئے

وہ طبیبان [illegible] جو ہیں زمانہ کے [illegible] — پر طبیعت نہیں [illegible] سنبھلنے کیلئے

پند آمیز پڑھے شعر جو میں نے تو کہا — آپ ہی رہ گئے ہیں زہر اگلنے کے لئے

کیا ہی ادبار نے غفلت میں دبوچا آکر — کچھ بھی مہلت نہ ملی ہم کو سنبھلنے کے لئے

کام نسوان کو نہیں کوئی تو کچھ پڑھنے ہی دو — چاہیے شغل کوئی جی کے بہلنے کیلئے

باغِ عالم میں یہ نیکی و بدی کا ہے ثمر — پھول پھلنے کیلئے خار ہیں کھلنے کیلئے

دل ہے پہلو میں کہ ہے گود میں بچا — کیا مچلتا رہتا ہے ہر شے پہ مچلنے کیلئے

وعدہ وصل ادھر اور ادھر ہے انکار — ایک دم چاہیے سو رنگ بدلنے کیلئے

اپنی جاگیر سمجھا کر ہوسے دل، پہ قابض — میرے ارمان ٹھہرو آئے تھے تحلیل کیلئے
وصل میں ہجر کے ڈر سے ملے کیا آرام — ایک کھٹکا ہی رہا دل کے دھڑکنے کے لئے
اے فلک رنگ خیالات بہت کچھ سے ہے — دن نہیں چاہیے یہ رنگ بدلنے کے لئے
عشوہ و ناز کے تیروں کی وہ بوچھار ہوا ب — دم کی مہلت ہی نہیں دل کو سنبھلنے کیلئے
ہم خزاں دیدہ چمن میں تو بہار آئی ہے — یہ مگر باغ نہیں ہے پھولنے پھلنے کے لئے

بات بھی ہو جو محب تو بھی نہ بانو قسمت
سیکڑوں اور ہیں چالیں ابھی چلنے کیلئے

بزم میں جب کوئی نسوان کا عدو آتا ہے — کیا کہوں آنکھوں میں میرے تو لہو آتا ہے
شاعروں کو نہیں کچھ بھی حق و باطل سے غرض — ہجو و ذم میں تو فقط ان کو مزا آتا ہے
اوج سے ہم سوئے پستی ہیں بس اب تو مائل — جس طرح کوزے سے پانی لب جو آتا ہے
ایک ہمدردی انسان سے ہے عبادت کافی — مشکلیں آتی ہیں ہمکو نہ وضو آتا ہے
چشم مخمور کا رہتا ہے جو ہر وقت خیال — رات کو خواب میں بھی جام و سبو آتا ہے
بے قضا خنجر براں میں نہیں کاٹ کوئی — کند ہو جاتا ہے جب تا بہ گلو آتا ہے
کسکو کہتے ہیں بُرا لوگ مجھے حیرت ہے — جب نظر صاف ہر اک چیز میں تو آتا ہے

اٹھ گیا قوم سے اب تو حق و باطل کا تمیز
لوگ کہتے ہیں محب کو کہ عدو آتا ہے

دیکھو جسے وہ اپنے ہی رنج و محن میں ہے — افسردگی کا دور اب اس انجمن میں ہے
کیونکر ابھی گھٹے گی جہالت کی تیرگی — جب آفتاب علم ہمارا گہن میں ہے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی حسرت وصال — اک ڈھیر حسرتوں کا ہمارے کفن میں ہے

ہندوستان سے اٹھ گیا افسوس فنِ شعر — کچھ قدر شاعری ابھی باقی دکن میں ہے
بے تربیت نہیں کوئی تسلیم کا ثمر — سب اعتبار اور بزرگی چلن میں ہے
انسان کی صنعتوں کی ہے آبادیوں میں سیر — خالق کی قدرتوں کا تماشا تو بن میں ہے
سن گوش ہوش سے کبھی مجنوں کی بھی بڑ — حکمت بھری ہوئی ہے دیوانہ پن میں ہے
پردے کے حامیوں سے یہ پوچھے کوئی ذرا — محبوس عیش میں ہے کہ رنج و محن میں ہے
کیا لاغری ہے لاش پہ کہتے ہیں آ کے وہ — باریک تار سا کوئی لپٹا کفن میں ہے
غربت میں عمر بھر رہے ہم کب کے گئے عزیز — اب روشناس بھی نہیں کوئی وطن میں ہے
اٹھتے ہی کچھ زمیں سے ٹھٹھرتا ہے ہر درخت — فصلِ خزاں نمو ہی سے اپنے چمن میں ہے
رکھوں نہ کچھ بھی تو ہمکو نہیں یقین — جکڑا یہ بند بند ہمارا رسن میں ہے

کیا ہو سکے گی ہم سے محب خدمت وطن
ہمت نہ دل میں اور نہ طاقت بدن میں ہے

رواں جو آنکھوں سے اک سیلِ آب رہتا ہے — تو دل ہمارا میان دو آب رہتا ہے
دبے گی جہل و تعصب سے کیا شعاع علوم — دبا گہن میں کہاں آفتاب رہتا ہے
شمار جرم سے کیوں مضطر ہو روز شمار — خدا کے پاس تو لکھا حساب رہتا ہے
جو چونکتا ہے وہی ہے یہاں پریشاں حال — وہ ہوشیار ہے جو مست خواب رہتا ہے
یہ کارخانۂ عالم تو ہے فریب نظر — ہمارے سامنے دایم سراب رہتا ہے
بھرا ہے جنکے رگ و پے میں زہر بغض و حسد — مثال مار انہیں پیچ و تاب رہتا ہے
عدو پہ آپکی ہر دم تو ہے کرم کی نگاہ — یہ دوستوں پہ مگر کیوں عتاب رہتا ہے
عجیب سفلۂ احباب کش ہیں اہل جہاں — کہ ان کا دوست ہمیشہ خراب رہتا ہے

یہ کوئی دم کا تعصب ہے پھر ہے مطلع صاف | کہاں فلک پہ ہمیشہ سحاب رہتا ہے
ہر ایک ہند کے عاقل کا ڈھونڈھیں گر مسکن | تو پائیں گے وہ میان دو آب رہتا ہے
بنے جوان جو پیری میں منھ ہوا کالا | خضاب سے کہیں قایم شباب رہتا ہے
اسی کو ملتی ہے کچھ علم و فضل کی دولت | جو ایک کونے میں محو کتاب رہتا ہے
ذرا سی پی کے جو مستوں میں مل گیا تو کیا | وہی ہے رند جو غرق شراب رہتا ہے
وہ خام طبع بھی ہوتا ہے پختہ جل جل کر | جو دیر تک سر آتش کباب رہتا ہے
خوشی حیات کو لازم ہے گرچہ ہو موہوم | کہ ایک سانس پہ بھولا حباب رہتا ہے
قرار مہر ہے نصف النہار پر جتنا | بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے

کمال حسن کو لازم ہے جلوہ افروزی
کہاں محب رخ مہ پر نقاب رہتا ہے

دل سے تذلیل قناعت جو نکل جائے ابھی | مفلسی ہند کی دولت سے بدل جائے ابھی
نفس گرم جلے دل سے جو بیوہ کھینچے | تو فلک بھی شرر آہ سے جل جائے ابھی
اے مسیحا ترا بیمار ہوا ہے لب گور | دارو علم جو دے تو تو سنبھل جائے ابھی
کج روش برسوں کی تعلیم میں ہونگے سیدھے | شاخ پیچیدہ کا کس طرح سے بل جائے ابھی
غور تو صبر کرو قید سے بھی چھوٹو گی | یہ بلا بھی جو خدا چاہے تو ٹل جائے ابھی
نوجوان بیوہ کے رونیکا اگر حال لکھوں | ایک چشمہ مری آنکھوں سے ابل جائے ابھی
بیوہ نالہ جو کرے عرش ہلانے والا | تو دل رعد بھی سینہ میں دہل جائے ابھی
سختی پردہ نسواں کا اگر ذکر کروں | سنگ دل تیرا کلیجہ بھی پگھل جائے ابھی
ترک خواہش سے کہاں دل یہ نہیں جب قابو | اچھی صورت پہ یہ نادان مچل جائے ابھی

سنگ ہوتا ہے گہر دونون کی کاوش سے — ہے کوئی موم ہے سانچہ مین جو ڈہل جائے ابھی
زاہد خشک تو رندون سے بھی بڑہکر ہے حسین — ہے بنا نوش خم سے بھی نکل جائے ابھی
گر زبان سے ہو بیان سوزش درد نسوان — دل جو فولاد کا ہو وہ بھی پگھل جائے ابھی
ایک مدت مین ریاضت کا ثمر ملتا ہے — کیا لگاتے ہی شجر علم کا پھل جائے ابھی
موذیون کی تو ہے کیا اصل اگر وہ چاہے — مار گردون کا سر نحس کچل جائے ابھی
درد دل تیرا حبیب کان لگا کر جو سنین
تو فسون سحر بیانی کا بھی چل جائے ابھی

سب ہی یہان نثار ہین حسن و جمال کے — عنقا مگر ہین پوچھنے والے کمال کے
بوچھو ہین سے ہر ایک تو قربان تو تم ملک — کتنے یہان بتاؤ تو ہین اس خیال کے
سب بے جوتے ہوئے مانگتے ہین خوشہ مراد — طالب یہ نا سمجھ ہین خدا سے محال کے
قیدنسا ہین پیر کے تقلید کیون نہ ہو — ہین پنجہری گروہ کے یہان سب یہ بال کے
کھائی جنہون نے ہین رہ الفت مین ٹھوکرین — رکھتے یہان قدم ہین وہی دیکھ بھال کے
گذرا جو ایک گورغریبان سے مین حبیب — ق — دیکھا بنے ہوئے کئی مرقد ہین حال کے
چادر کسی پر اور کسی پر ہین چند پھول — آثار اور بھی ہین کچھ افلاس و مال کے
پوچھا یہ مین نے دل سے کہ کیا فائدہ انہین — اطلس کے قبر پوش ہون اونپر کے شال کے
مرقد سے اک امیر کے پھر آئی یہ صدا — وارث یہان تو زندے ہین مردون کے مال کے
افسوس ایک چیز بھی آتی نہین ہے کام — رکھتے تھے احتیاط سے جسکو سنبھال کے
تکلیف سہکے جمع کیا مال عمر بھر — ہاتھ آیا ہمکو مال سے کیا جز ملال کے
یہ سب نیاز و نذر بھی اب تین دن کے ہین — پھٹکے گا پھر یہان نہ کوئی پھول ڈال کے

لیگا نہ کوئی نام بھی میرا زبان سے
کرتے ہیں کسکو یاد یہ دنیا سے جا کے

کہتا ہون تجھ سے مین یہ ذرا کان دھر کے سن
سب دوست ہین جہان مین یہ مال و منال کے

دنیا مین رہ کے مال کی کرنا نہ تو ہوس
پچھتاتے ہین اُس سے لوگ اپنے جی کو جلا کے

اولاد کام آتی ہے اب تو نہ مال و جاہ
جز خاک کیا نصیب ہوا ان کو پال کے

عمر بھر تجھکو با وفا سمجھے
بیوفاؤن کو آہ کیا سمجھے

عکس تیرا جو دل مین تھا تو اُسے
سب نے آئینہ جہان نما سمجھے

لاکھ تحلیل کیمیاوی کی
آپ سمجھے نہ ہم ہوا سمجھے

یہ طلسم جہان ہے پر اسرار
جز خدا اسکو کوئی کیا سمجھے

صاف چھپتا نہ سامنے آتا
یہ ادا تیری کوئی کیا سمجھے

اہل دنیا تو ہین غرض کے مرید
اور ہم اُنکو آشنا سمجھے

حبس نسوان کی ہم نے کی تائید
سب قوانین کو ہم روا سمجھے

جہل ہے موت اور علم حیات
قطعہ
ہم انہیں کو فنا بقا سمجھے

مفلسی مال عزت و ذلت
سب کو اعمال کی جزا سمجھے

آئی جو کچھ بلا تو اُس کو بھی
اپنے کرتوت کی سزا سمجھے

اپنے ہاتھوں سے آپ کو مٹا
اور پھر چرخ کی جفا سمجھے

شیخ کو اپنے کشف پر ہے بڑا ناز
قطعہ
تو بتائین وہ خود کو کیا سمجھے

ہم سے پوچھین تو صاف کہدین
سب کو ہم شیخ ناسزا سمجھے

نہ کیا شکوۂ قضا و قدر
غم کو راحت کا پیشوا سمجھے

کیا خودی نے ہمیں کیا بے خود [illegible]

[illegible]

[illegible]

جو ستم [illegible] دیکھیے کب تک ستم
[illegible] عذاب دیکھیے کب تک رہے

پیٹ کو روٹی نہیں تن پہ نہیں ٹوپی نہیں
ہند کی حالت خراب دیکھیے کب تک رہے

بے ہنری سے ہمیں [illegible] دشوار زیست
[illegible] دیکھیے کب تک رہے

تھک گئے سب چیخ کر جوں نہ چلی کان پہ
قوم پہ [illegible] دیکھیے کب تک رہے

چھوڑ دو بابو [illegible]
ہم پہ خدا کا عذاب دیکھیے کب تک رہے

سختی قید دوام جھیلتے ہیں تا بہ زیست
عورتوں پر یہ [illegible] دیکھیے کب تک رہے

سچ ہے بہت پائدار جھوٹ ہے ناپائدار
جھوٹ سے [illegible] دیکھیے کب تک رہے

چھپ گیا خورشید علم ظلمت دیکھو رہے
جہل کا چھایا سحاب دیکھیے کب تک رہے

کل جو تھے مختار کل شہر بدر آج ہیں
پولیٹیکل انقلاب دیکھیے کب تک رہے

[illegible]
رخ پہ تمہارے نقاب دیکھیے کب تک رہے

عیش میں سرمست ہیں پا کے یہ دولت امیر
نشہ جام شراب دیکھیے کب تک رہے

سب ہے نظر کا فریب اصل جہاں کچھ نہیں
سامنے اپنے سراب دیکھیے کب تک رہے

علم سے سیراب ہے صوبہ پنجاب سب [illegible]
جہل [illegible] دیکھیے کب تک رہے

صحت و تعلیم سے عورتیں محروم ہیں
حبس دوامی حجاب دیکھیے کب تک رہے

پختگی عقل و رائے آتی ہی کچھ دیر میں
خام ہر آتش کباب دیکھیے کب تک رہے

عیش کو کرتا ہے تلخ روز جزا کا خیال
خوف حساب و کتاب دیکھیے کب تک رہے

کان جس پر ہیں اب منتظر کوچ ہیں   جہالت پا در رکاب دیکھئے کب تک رہے

پند محب سنتے ہی کھاتی ہے بل مثل مار
قوم کو تو پیچ دیتا ہے دیکھئے کب تک رہے

ہماری قوم بھی ضد کی بڑی ہے   پرانی ریت رسموں پر اڑی ہے
نہیں آسان کچھ ہمدردیِ قوم   یہ رستہ سخت ہے منزل کڑی ہے
بڑھی جاتی ہیں آگے اور قومیں   مگر یہ قوم ہی پیچھے پڑی ہے
غضب ہے سادگی ان لیڈیوں میں   نہ سر ہے نہ ہستی کی دھڑی ہے
ترقی کر رہی ہیں اور قومیں   ہماری قوم منہ تکتی کھڑی ہے
یہ نظم بے بہا نایاب و نادر   قطعہ مسلسل ایک موتی کی لڑی ہے
نہیں الفاظ یہ کاغذ پہ ہیں پھول   نہیں یہ بیت پھولوں کی چھڑی ہے
ہمارے حال پر روتا ہے یہ ابر   نہیں برسات اشکوں کی جھڑی ہے
حیا تہذیب عفت علم و دانش   کوئی ان سے بھی بہتر پھلجھڑی ہے
نہیں ممکن رہیں اک حال پر ہم   زمانہ کو تغیر ہر گھڑی ہے
نہیں پابندیِ اوقات سے کام   تو پھر پاکٹ میں کیوں جیبی گھڑی ہے
مرے سر کی قسم کچھ تو بتاؤ   یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے

محب یہ قوم کیا آگے بڑھے گی
تعصب میں جہالت میں گڑی ہے

قفس ہی میں سے گئے ہم چھوٹ کر بھی   نہ کام آئے ہمارے بال و پر بھی
مسلمانوں گھٹے تم بڑھ گئے غیر   نہیں ہے دین و دنیا کی خبر بھی

بلا سے جہل سے چھوٹے گا کب ہند — کبھی اس رات کی ہوگی سحر بھی
بشر کیا جز خدا ہیں سب ہی فانی — زمیں بھی چرخ بھی شمس و قمر بھی
یہ ہے تاثیر آہ اہل زنداں — کہ چیخ اٹھے ہیں اب دیوار و در بھی
فرشتے سے بھی انساں ہے برتر — جو دل ہے پاک نیت بھی نظر بھی
ثبات و صبر سے کرتے ہیں جو کام — وہ پاتے ہیں ریاضت کا ثمر بھی
بری تھی بھی نہ چھپتی ہے بہ حسن سیرت — جو ہو صورت تو ہو خوش شکل و بہتر بھی
بھٹکتا کیوں ہے واعظ آپ کو دیکھ — اسی دل میں ہے جنت بھی سقر بھی
نہیں ہے جز خدا ہم کو کسی سے — امید نفع بھی خوف ضرر بھی
اسی کو شعر ہم کہتے ہیں جس میں — زباں بھی ہو معانی بھی اثر بھی

محب وہ قوم کا ہے جو پئے قوم
لٹاتا گھر بھی ہے دیتا ہے سر بھی

بہر تمنا ہے

صفائی ناخن کی دل بھی جگر بھی دیکھتے جاتے — جو وہ دم بھر ٹھہرتے رقص سر بھی دیکھتے جاتے
یہ زہر عشق لکھ کر آپ تو دنیا سے جاتے ہیں — ذرا اس سم قاتل کا اثر بھی دیکھتے جاتے
لگایا باغ نسواں ہے کس محنت ریاضت سے — یہی حسرت رہی دل میں ثمر بھی دیکھتے جاتے
نہ کرتے راہ گم یہ رہروان منزل ہستی — اگر زیر قدم بالائے سر بھی دیکھتے جاتے
یہی تعلیم ہوتی رفتہ رفتہ زیور نسواں — حسینوں میں اگر علم و ہنر بھی دیکھتے جاتے
ہماری نظم کی تھی داد دینی اہل جوہر کو — جو آتے تھے تو یہ سلک گہر بھی دیکھتے جاتے

فلک تک اڑ گئے ہم جاتے نہ گرتے یوں محب ہرگز
اگر طاقت بھی اپنی بال و پر بھی دیکھتے جاتے

گو حسن مین یہ عورتین بہتر ہین پری سے
حیوان سے بھی بدتر ہین مگر بے ہنری سے

کیا عقل نئے عورتون ہی کے لئے آیا
مردون کی نہین روک کوئی بد نظری سے

۹۷ قل للمومنون — سورۂ نور

منطق سے وہی کرتے ہین پردے کی حمایت
مس جن کو نہین علم سے بھی نظری سے

پردے سے عدم کے یہ نکل آئی نہین بار
گر فائدہ ہوتا نہ کوئی جلوہ گری سے

رو کے بہت اسے چرخ فلک سوز یہ نالہ
اب ضبط کی طاقت نہین درد جگری سے

ہر قوم کو الزام ہے ترقی و تنزل
ثابت ہوا ہر ماہ یہ دور قمری سے

اس دہر نے رکھا ہمین ہر سنگ سے محفوظ
اتنا تو ملا پھل یہ ہمین بے ثمری سے

اک ہم ہین کہ خود اپنے ہی گھر سے نہین واقف
اک وہ ہین کہ آگاہ ہین خشکی و تری سے

ہمدرد یتیمون کے ہین وہ حامی ملت
جو ان کو چھڑاتے ہین غم بے پدری سے

چل دلکو بچا کر کہ ہزارون ہین سر راہ
غنچہ بھی کہتا ہے نسیم سحری سے

پتھر کے کلیجے ہون تو تاثیر ہو کیون کر
نالون کا بھی دل ٹوٹ گیا بے اثری سے

میدان ترقی مین بڑہی جاتی ہین قومین
ہم منزلون پیچھے ہین ابھی بیخبری سے

تھا پردۂ نسوان رہ تعلیم مین حائل
یہ بھید کھلا ہم کو محب پردہ دری سے

جاہلون کی صحبت جسے انہین رغبت رہی
اہل علم و فضل و دانش سے مگر نفرت رہی

خود تڑپ کر آپ سینہ سے نکل جائیگا دل
گر ہماری بیقراری کی یہی حالت رہی

کر دیا ادبار نے افسوس کیا ذلت پسند
نام کو بھی اب نہین باقی کوئی غیرت رہی

ناخلف اولاد سے مٹتا ہے نام اجداد کا
ہم مین باقی کیا سلف کی اب کوئی جرأت رہی

جھیلنے مین سختیون کے کچھ تو سختی ہے بدو
عیش و عشرت مین بھی محنت کی اگر عادت رہی

یاور ہوتا کون ہے جز خادمانِ ملک و قوم — گر رہی بھی تو اخبارِ نویسون کی کچھ شہرت رہی
خدمتِ قومی سے بڑھکر مستقل خدمت ہو کون — لاکھ شغلِ دنیوی ہین تا قیامت ایک یہ خدمت رہی
دفترون مین اک مسلمان بھی نہ آئیگا نظر — اور انگریزی سے تھا کچھ بہرہ ور ان کو نفرت رہی
خوش نصیبون کے گھرون مین تھی بڑی سی یہان بہار — بھاگ گئی ہمت تو کہو اب دور ہی وہ دولت رہی
علم و فضل و خلق و تہذیب و تمدن کہو چکین — سو تو اب کیا تمہاری قوم مین عزت رہی
آپ کی الفت ہی مین تو جان و دل بھی دیکچکا — اور میرے نام سے بھی آپکو نفرت رہی
ہر فضیلت کے لیئے آزادی و نیت ہی شرط — کیا فضیلت آرزو [illegible] نسبت کی عزت رہی

جب سے سیکھا ہے محب یہ ترک خواہش کا عمل
کیا کہون تم سے کہ کیسی روح کو راحت رہی

اب تو نقاب روے منور اٹھائیے — پھر ایک بار فتنۂ محشر اوٹھائیے
جور و جفا و غمزۂ دلبر اوٹھائیے — مرجائیے قدم سے نہ اب سر اٹھائیے
کانسے سر غرور کے کھاتے ہین ٹھوکرین — سر کو جھکائیے نہ یہان سر اٹھائیے
یارب! یہ ضعف اور یہ پھر اس پہ بار غم — جو اٹھ سکے نہ بوجھ وہ کیونکر اوٹھائیے
تنکا بھی بار ہوتا ہے احسان کے نام سے — مرجائیے پہاڑ نہ سر پر اوٹھائیے
کھانے کو گھر مین سو تو کمانے کو ایک ہے — بار عیال و بار برادر اوٹھائیے
ملتا ہے انقلاب مین جب سازشون سے زر — بیٹھے بیٹھائے اور کوئی شر اوٹھائیے
مشتاق دید کو نہین اب تاب ضبط و صبر — زانو سے شرم سے تو ذرا سر اوٹھائیے
ڈھونڈھے سے حق بھی ملتا ہے ہان جستجو ہے شرط — کیون منت بار رہبر اوٹھائیے
شادی مین خرچ کرتے ہو لاکھون عبث محب — بچون کی تربیت پہ بھی زر اٹھائیے

کچھ نہ سوچے عشق زلف و لعل لب میں پڑ گئے
ہم نہ چھوٹے اس بلا سے کس غضب میں پڑ گئے

اس سے ہوگی خاک کوئی خدمت اہل وطن
جو کہ مال و جاہ و عزت کی طلب میں پڑ گئے

پڑھ گئے آگے علوم مغربی میں گبر تک
حیف ہے لیکن مسلماں ہی عقب میں پڑ گئے

گو ہوئے ... سے نکلی جب کو بختی آواز حق
تھک کے اکبار گی شام و حلب میں پڑ گئے

لے چکے تھے یہ مسلماں ساری دنیا کو مگر
پا ہی کیا تو رہ گئے تنگ عرب میں پڑ گئے

فلسفی کیا خاک ہو ڈھونڈتے ہیں علت ایجاد خلق
وہ نہ ابھرے پھر جو گرداب سبب میں پڑ گئے

ایک ہم ہیں اور ہے چاروں طرف دشنام خلق
بحث پر وہ چھیڑ کر ہم کس غضب میں پڑ گئے

فلسفہ کو ان ہیوں سے کب ہو امید کمال
مدرسے سے جب اٹھے علم ادب میں پڑ گئے

فائدہ کیا قوم کو ان اہل دولت سے محب
ہاتھ آیا مال تو عیش و طرب میں پڑ گئے

رہ طلب میں تری وہ قدم بڑھا کے چلے
جو اپنی جان سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کے چلے

ہمارا بزم میں آنا ہے درد کا آنا
اٹھے جو بیٹھ کے محفل کو ہم رلا کے چلے

عدم کو جاتے ہیں اے قوم اب خدا حافظ
نہ چونکنا تھا نہ چونکی بہت جگا کے چلے

ہمیں نجات کا کیونکر یقین نہ ہو زاہدا
کہ عورتوں کو ہم اس قید سے چھڑا کے چلے

ترے کرم سے یہ پر خوف گھاٹیاں طے کیں
خضر کی راہ میں بھی ہم قدم جما کے چلے

ہزار حیف رہے پردۂ عدم میں نہاں
یہ گل چمن میں جو آئے تو منہ چھپا کے چلے

بچے وہی ہیں تنفر سے اہل کار یہاں
جو سازشوں سے بہت آپ کو بچا کے چلے

انہیں کو رکھتی ہے کچھ یاد خود غرض دنیا
جو یادگار کوئی خیر کی بنا کے چلے

اب اختیار ہے انکو کہ وہ سنیں نہ سنیں
نفیر قوم کے ابتک صدا سنا کے چلے

لگا نہیں مرد بھی مہندی زنانہ پن سے یونہی
نہ خوان کس لئے نوشاہ کو حنا کے چلے

دراز علم کی منزل تو عمر ہے کوتاہ
رہ کمال میں رہ رو قدم بڑھا کے چلے

بچے گا اب نہ یہ پردہ کوئی بچائے ہزار
کہ آگ بوالہوس کی ٹٹی میں ہم لگا کے چلے

کسی کے روکے سے رکتے ہیں کب اجل کے شکار
جو آئی موت تو خود سامنے قضا کے چلے

لیا نہ ہم نے کبھی جنگ میں بھی مکر سے کام
چلے جو چال تو دشمن کو بھی بتا کے چلے

وہی ہے رہبر کامل روش سے جو اپنی
رہ نجات کا ہر پیچ و خم دکھا کے چلے

رہے نہ بعد فنا بھی کوئی نشان باقی
ہم اپنے نقش قدم آپ خود مٹا کے چلے

خیال خام ہے اہل جہان کی الفت کا
چلی جدھر کی ہوا ساتھ یہ ہوا کے چلے

گئے بلائے جو محشر میں حامیان حجاب
تو منہ چھپائے ہوئے سامنے خدا کے چلے

خدا بچائے شرارت سے اہل شہر کے محب
کسی کے گھر میں جو آئے تو گھر جلا کے چلے

رنج و تکلیف ہی میں یاد خدا آتی ہے
عالم یاس میں ہر لب پہ دعا آتی ہے

خبط پردہ کا ہے زوروں پہ بتا دے بقراط
اس مرض کی بھی تجھے کوئی دوا آتی ہے

ان حسینوں کو تو آتا نہیں کچھ علم و ہنر
اک لگانی انہیں ہاتھوں میں حنا آتی ہے

آہ بیوہ سے لرزتا ہے جو عرش اعظم
ہند پر[لہ] روز نئی ایک بلا آتی ہے

خاک میں مل کے بھی ہم قید سے چھوٹے نہ فلک
لحد پردہ نشین سے یہ صدا آتی ہے

چمن دہر سے کیا کام ہے ہم کو صیاد
اس قفس تک نہیں گلشن کی ہوا آتی ہے

حبس نسوان پہ کوئی لائے معقول دلیل
یوں تو ہم کو بھی کوئی بات بنا آتی ہے

ان حسینوں کی بھی کچھ چاہیئے تعلیم ضرور
نہ حیا آتی ہے ان کو نہ وفا آتی ہے

لہ قحط، طاعون، ہیضہ جو ہندوستان میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں

غفلت و کاہلی و فخر رسوم آبا — کیا کہیں عیب ہم اپنے کہ حیا آتی ہے

قوت و مال و حکومت نہیں کچھ کام آتے — شیر کی طرح جھپٹ کر جو قضا آتی ہے

زنگ ناسخ کا اڑانا تو عجب ہے آسان
حضرت داغ کی کب طرز ادا آتی ہے

غیر تو محنت سے جو علم و ہنر میں بڑھ گئے — پر تعصب سے مسلماں بھی ضرر میں پڑ گئے

عورتوں کو دیکھ کر آیا یہ غصہ کا خیال — حلقۂ زنجیر غض پائے نظر میں پڑ گئے

مصلحان قوم کو لازم ہے عالی ہمتی — مرد میداں ہیں وہی جو خود خطر میں پڑ گئے

کس قدر مہلک اثر تیرا ہے او قاتل شراب — تو لگی منہ سے اُدھر چھالے جگر میں پڑ گئے

یہ نزاکت عورتوں کی قابل افسوس ہے — جب چلیں اک گام تو سو بل کمر میں پڑ گئے

کرم خوردہ پودہ میں سے مضمحل ماں کا اثر — پیڑ پژمردہ ہوئے کیڑے ثمر میں پڑ گئے

دیکھ کر ان مہوشوں کو قید میں دم توڑتے — داغ حسرت سینۂ شمس و قمر میں پڑ گئے

کچھ نہیں ہوتا دوا سے اور دعا سے فائدہ — حلقۂ تقدیر جب پائے اثر میں پڑ گئے

خاک درد قوم کو مرہم سے تسکیں ہو محب
سینکڑوں ناسور جب گھر سے جگر میں پڑ گئے

ہے بند زباں صدمۂ غم کہہ نہیں سکتے — کیا دل پہ گذرتا ہے الم کہہ نہیں سکتے

کہہ سکتے ہیں غیروں سے کہاں درد دل اپنا — تم سے بھی تو ہم قصۂ غم کہہ نہیں سکتے

لب سل گئے منہ بند ہوا وائے مصیبت — اب منہ سے بھی ہم حرف ستم کہہ نہیں سکتے

جنت بھی جہنم ہے جو حوریں ہوئیں جاہل — دوزخ کو تو ہم باغ ارم کہہ نہیں سکتے

نسواں کی جہالت ہی سے ہے قوم یہ مردہ — کیا جہل کا مہلک ہے یہ سم کہہ نہیں سکتے

حادث ہیں ہمیں اور ہمیں آپ نہیں دائم
پر شیخ سے [illegible] کہہ نہیں سکتے

بیٹھے تو سر راہ ہیں منزل کہیں جاتے
کچھ حال عدم نقش قدم کہہ نہیں سکتے

جب دیر و حرم دونوں میں ہے ایک ہی جیتا
کیوں بت کو خدا اہل حرم کہہ نہیں سکتے

کیوں پوچھتا ہے درد دل اہل قفس تو
صیاد اسے ہم بتبسم کچھ کہہ نہیں سکتے

غنچوں سے تبسم کا کھلا اب تو یہ عقدہ
ہے بند زبان حال عدم کہہ نہیں سکتے

گھٹ گھٹ کے کہہ گاؤں میں جی کہتی ہیں نسوان
کیا قہر ہے پردہ کا ستم کہہ نہیں سکتے

پردہ سے بڑا کاٹ لیں موجود زبان ہے
اس سے تو ہم اک حرف بھی کم کہہ نہیں سکتے

یہ ظلم تو دیکھو کہ کہیں آپ ہزاروں
اور آپ کو ایک بات بھی ہم کہہ نہیں سکتے

ادبار میں شیخی جو سمجھتا ہے زمانہ
اجداد کا ہم جاہ و حشم کہہ نہیں سکتے

اللہ کے گھر بھی وہی بت چھپا ہے ای شیخ
یہ راز نہاں اور ستم کہہ نہیں سکتے

اندھیر ہے آزادی تحریر بھی چھینی
حق بات بھی کیا اہل قلم کہہ نہیں سکتے

پڑ جائے محب قفل دہن پہ نہ ہمارے
اس خوف سے ہم درد و الم کہہ نہیں سکتے

غم ہم قوم میں طوفان اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
زمین و آسمان کو ہم بہاتے اپنی آنکھوں سے

خدا قدرت جو دیتا غیر کے دل میں سمانے کی
انہیں ہم قوم کی حالت دکھاتے اپنی آنکھوں سے

نہ رہتا حبس دائم پردہ نسوان کبھی باقی
اگر غفلت کا پردہ یہ اوٹھاتے اپنی آنکھوں سے

حرم کیا دیر میں بھی ہم جو پاتے اہل دل کوئی
قدم ایسے بزرگوں کے لگاتے اپنی آنکھوں سے

نہ ہوتے علم و آزادی نسوان کے کبھی دشمن
جو یہ یورپ کو جا کر دیکھ آتے اپنی آنکھوں سے

پسند غیر پر کیا انتہا ہے زوجہ و شوہر
یہ بہتر تھا کہ دونو آزماتے اپنی آنکھوں سے

کیا چرخ کے ہے دل میں کدورت بھری ہوئی
ہے خاک مثل شیشۂ ساعت بھری ہوئی

تیرے خیال ہی میں ہیں دن رات ہم تو مست
دل میں ہے کیا شراب محبت بھری ہوئی

لیتے ہو بات بات میں کیا دل میں چٹکیاں
رگ رگ میں آپ کے ہے شرارت بھری ہوئی

بعد فنا ہو خاک مری گرد کوے یار
دل میں ہے اے فلک یہی حسرت بھری ہوئی

کرتی ہے دم بدم خم مے کی طرح سے جوش
دل میں ہمارے آپ کی الفت بھری ہوئی

واعظ کبھی نہ آئے گی حور و بہشت پر
دنیا کی نعمتوں سے طبیعت بھری ہوئی

کیا بدظنی سے رکھتے ہیں زن کو قفس میں بند
ہے آپ کے دماغ میں وحشت بھری ہوئی

افلاس میں بھی ٹھاٹھ امارت کے ہیں وہی
اب تک ہے کیا سروں میں امارت بھری ہوئی

لازم ہے یہ صفائی کا ہو خوب انتظام
ہے آجکل تو شہر میں خلقت بھری ہوئی

قید دوام پر ہے بہت جنکو فخر و ناز
ہے کھوپری میں ان کی حماقت بھری ہوئی

شیشے میں جسطرح سے بھری ہو محب شراب
دل میں ہے اسطرح سے محبت بھری ہوئی

دل کے ٹکڑے سینۂ صد چاک میں مل جائینگے
اور یہ ارمان بھی سب خاک میں ملجائینگے

آپ کو ملنا ہو گر ملجایئے وعدے ہیں کیا
کیا ملیں گے آپ جب ہم خاک میں مل جائینگے

خاک ہونے پر بھی مٹتا ہے کہیں حسن و جمال
ڈھونڈھ مہ پاروں کو سب افلاک میں ملجائینگے

خار حسرت وہ گلوں میں کیا ملیں گے بلبلو!
جو ہمارے سینۂ صد چاک میں ملجائینگے

ہم گنہگاروں کی بھی دھو جائینگی آلائشیں
قطرۂ ناپاک بحر پاک میں مل جائینگے

ایک مجنوں ہی نہ تھا کچھ خارزار عشق میں
ڈھونڈ لاکھوں دشت وحشتناک میں ملجائینگے

دامن کوشش نہ چھوٹے لاکھ پردوں میں پچھیں
ایکدن وہ ہم ہیں جن کی تاک میں ملجائینگے

کیون مٹانے کی ہمارے سعی کرتے ہین عدو — آپ ہم غفلت سے اپنی خاک مین مل جائینگے
کیا ملینگی میٹرک والون کو اعلے خدمتین — عہدہائے خط رسانی ڈاک مین مل جائینگے
ڈھونڈھیئے تو دونون عالم کی صفات نیک سب — ایک بحر عشق کے تیراک مین مل جائینگے
کب وہ جوہر چرخ کی تیغ ہلالی مین ملین — جو تمہارے ابروئے سفاک مین مل جائینگے

وصل کی درخواست پر وہ ہنسکے کہتے ہین محب
حشر کے میدان دہشت ناک مین مل جائینگے

کیون بنائے دل بتون کو اسے خدا فولاد کو — کیا اثر ہون ان پر اپنے نالہ و فریاد کے
انتظار ذبح ہے اب موت سے بھی سخت تر — دیکھئے کب چھوٹتے ہین ہاتھ سے صیاد کے
بھول جاتے ہو ذرا سی دیر مین وعدہ ہی تم — کس سے شکوے کیجئے جا کر تمہاری یاد کے
ایک شے کی بھی حقیقت سے نہین واقف ہین ہم — جانتے ہین خاصے کچھ آب و خاک و باد کے
کم نہین نشتر سے مجھکو غیر سے ان کے کلام — کون لے احسان سر پر نشتر فصاد کے
کیا بچے گی وہ عمارت کیسی ہی مضبوط ہو — کھودنے والے ہون لاکھون جب کسی بنیاد کے
اس چمن مین اس کے قامت کی نہین کوئی نظیر — ہین کہان بوٹے سے وہ قد سرو کی شمشاد کو
اور حیوانون کے ہین افعال و فطرت مستقل — ہین مگر کتنے مخالف فعل آدم زاد کے
مجھکو بلوا کر کہا کس نے بلایا ہے تمہین " — وائے قسمت مین کہان لائق تھا انکی یاد کو
دل مین رہتا ہے تصور یار کا آٹھون پہر — جاگ اٹھے ہین نصیب اس خانۂ برباد کے
وائے حسرت نزع مین بھی دیکھنے آئے نہ وہ — خاک مین سب مل گئے ارمان دل ناشاد کے
بھول جاتے ہین زمانے کے غم و رنج و الم — یاد آتے ہین مزے جب آپکی بیداد کے
کیا برا اے آہ مین نالہ مین ہے باقی اثر — کیجئے انداز پیدا اور کچھ فریاد کے

روز گھٹتے ہین غلامی سے غلامون کی دماغ
اور آزادی سے بڑہتے ہین قوا آزاد کے

ایک دن وہ تھا کہ ہم کرتے تھی غیرون کی مدد
ایکدن یہ ہے کہ ہم محتاج ہین امداد کے

خاک وہ تعلیم ہے جس سی نہ ہون عالی دماغ
پیٹھ پر لاتے ہین یورپ سے کتابین لاد کے

ایک بھی دیکھا نہین ایسا مصور ملک مین
نام کانون سے سنے ہین معنی و بہزاد کے

اُٹھ گئے موجد رہے باقی لکیرونکے فقیر
حوصلے ہی اب نہین انکو نئے ایجاد کے

ہم پھرین آزاد باہر دوست اندر قید ہون
دیکھ لے جسنے نہ دیکھے ہون جگر فولاد کے

شاد تھے بے فکر تھے آزاد رہتے تھی محب
آب دانے نے پھنسایا دام مین صیّاد کے

رہا حجاب تو اُس شوخِ فتنہ گر سے بچے
ہزار فتنہ سے طوفان سی اور شر سے بچے

تمہارے ہجر مین کسطرح رات دن مہجور
بلائے شب سے بچے آفتِ سحر سے بچے

غضب کا سحر ہے نظرون مین ان حسینونکی
خدا بچائے جو دلکو تو وہ نظر سے بچے

لقائے روح کے قائل نہین ہین جو واعظ
چھٹے عذاب سے وہ دہشت سقر سے بچے

بھلا ہے خیر کا انجام اور شر کا بُرا
بشر کو چاہیئے فتنے سے اور شر سے بچے

بنائین ماؤن کو لایق کہ قوم ہو لایق
محال ہے کہ کوئی مادری اثر سے بچے

تمام عمر تو بچتے رہے محبت سے
مگر نہ منزل آخر مین اس خطر سے بچے

نگاہ ناز کے چلتے ہین تیر ہر جانب
جگر کہان سے بچے اور دل کدہر سی بچے

وہی ہین قابل لفت جو بے غرض ہین محب
بشر کو چاہیئے ہر خود غرض بشر سے بچے

اُس مہ کامل کی کچھ تصویر پہلے اور تھی
اب کمال حسن سے تنویر پہلے اور تھی

کر دیا ہر بار کے آنے نے خود مجکو حقیر
تیری مجلس میں مری توقیر پہلے اور تھی

مبتلائے عشق ہو کر ہم نے سمجھا راز عشق
اب بیان کچھ اور ہے تقریر پہلے اور تھی

پہلے ہوتے تھے خفا اب بات بھی کرتے نہیں
اب سزائے موت ہی تعذیر پہلے اور تھی

دیکھکر تصویر مجھ مہجور کی اس نے کہا
اس کی یہ صورت ہے اب تصویر پہلے اور تھی

بیٹھتا تھا پاس میرے آ کے خود وہ سنگدل
آہ میں نالہ میں کچھ تاثیر پہلے اور تھی

اب کہاں پہلے سے وہ اُن کے عنایات و کرم
کیجئے تدبیر کیا تقدیر پہلے اور تھی

مجھ سے رہتے تھے مخاطب غیر سے ملتے نہ تھے
اُن کی نظروں میں مری توقیر پہلے اور تھی

ڈھونڈھنے والے گرے تھے دام میں خود پھنس گئے
اب تمنا اور ہے تدبیر پہلے اور تھی

وہ شجاعت ہی کہاں کس کو امید ملک ہے
ہاتھ میں لوہا ہے اب شمشیر پہلے اور تھی

اب تو قوم و ملک کی طرز تمدن ہے جدید
اس عمارت کی مگر تعمیر پہلے اور تھی

پہلے لکھتے تھے محب تم تو محبت کے خلاف
اب مضامین اور ہیں تحریر پہلے اور تھی

رباعیات

قصائد

قصیدۂ قومیہ

آج کیا بدلی ہوئی سے باغ عالم کی ہوا
آندھیاں بادِ خزاں کی چل رہی ہیں جابجا

سرد آہیں دمبدم بھرتی ہے گلشن میں نسیم
خاک اوڑاتی پھرتی ہے صحنِ گلستاں میں صبا

غنچہ ہائے ناشگفتہ کے گریباں چاک ہیں
ٹکڑے ٹکڑے ہیں گلوں کے دامن و جیبِ قبا

سرو صف بستہ کھڑے ہیں قمریاں ہیں نوحہ خواں
صحنِ گلشن ہو گیا ہے سر بسر ماتم سرا

سوکھ کر کانٹا ہیں غم سے تو نہالانِ چمن
ایک خارستان ہے جو باغ تھا پھولا پھلا

خون روتی نرگسِ بیمار ہے چپکی کھڑی
اور ملتا ہے کفِ افسوس ہر برگِ حنا

غنچۂ لب بستہ کے منہ پر ہے کیا مہرِ سکوت
دردِ دل اپنا نہیں کہتا صبا سے بھی ذرا

نام کو باقی نہیں پتہ درختوں میں کہیں
خشک شاخوں کو کہیں گر شاخِ آہو ہی بجا

گر رہے ہیں پھول یوں بادِ خزاں سے دمبدم
جیسے گرتے ہیں زمیں پر دھڑ سے سر وقتِ غزا

خشک پتے اڑ کے گرتے ہیں تو ہوتا ہے گماں
پھینکے ہیں صیاد نے پر بلبلوں کے جابجا

عشقِ پیچاں رنج سے کیا کھا رہا ہے پیچ و تاب
خونِ دل داغِ جگر غم سے ہو لالہ کی غذا

زرد پتے جھڑ رہے ہیں نخل سے گلریزوار
یا پتنگے آگ کے لاتی اوڑا کر ہے ہوا

ملتیاں مہندی کی بولی ہیں خزاں نے اس قدر
نام کو باقی نہیں ان میں ہے پتے کا پتا

دوش پر سنبل کو بھی موئے پریشان ہین بال
سر بسر ہین گیسوے پیچان بر رنگ اژدہا

نرگس بیمار کی آنکھین تپ غم سے ہین زرد
کیا بچے گی اب تپ محرق مین جب یرقان ہوا

سرو کو سکتہ ہے قمری کی زبان پر ہے فغان
ہونٹ نیلے پڑ گئے سوسن کی کیا کیجیے دوا

ضعف دل سے دست و پائے ہر شجر ہے رعشہ
احتراق خون سے لالہ کا جگر ہے پھک رہا

دامن گلہاے رنگین ہین سرشک خون سے تر
چشم بلبل سے ہے جاری خون کا اک نربدا

دمبدم آتا ہے سوسن کی زبان پر یہ سخن
"کون اس گلشن مین ہے جسکو نہین آخر فنا"

کہتی ہے باد خزان گوش گل پژمردہ مین
"اس بہار چند روزہ پہ عبث تو شاد تھا"

آمد فصل خزان سے رخصت وصل بہار
انقلاب باغ عالم دیکھو عبرت سے ذرا

کوس رحلت بج رہا ہے وقت رخصت ہے قریب
بلبلین ہین ہم بغل گل سے بصد آہ و بکا

نالہاے عندلیبان چمن سے باغ مین
بزم ماتم کا سمان ہے جابجا احسرتا

چیخ سے طاؤس کی ہلتا ہے ہر غنچہ کا دل
کوئلون کی کوک مین پیدا ہے رونیکی صدا

یاس سے تکتی ہے نرگس بلبلون کی صورتین
سرو پر چھایا ہوا ہے ایک عالم یاس کا

کیا قیامت کی سحر ہے آج باغ دہر مین
عندلیبان چمن مین شور محشر ہے بپا

آفتاب صبح کا منہ فق ہے رنگت زرد ہے
باغ عالم مین گل خورشید بھی مرجھا گیا

ہے فلک پر لالۂ پژمردہ مریخ فلک
ماہ ہے ایک چاندنی کا پھول مرجھایا ہوا

کیا غم و اندوہ سے تارون کی رنگت ہی سیاہ
ہے زمین پر چاندنی کا فرش سارا ملگجا

مشتری چرخ کبود پر نظر آتی ہے یون
جیسے پانی مین گل مہتاب ہو ٹوٹا پڑا

سرخ ہے رنگ شفق سے چہرۂ مہر منیر
چشمۂ خون مین کنول کا پھول ہے یا تیرتا

نسر طائر بھی فلک پر نوچتا ہے بال و پر
آسمان پر بال کھولے نوحہ خوان ہے سنبلا

سوزِ دل سے سینۂ خورشید ہی مثلِ تنور — تیر گئی بخت سے مہتاب سے اُلٹا توا

برقِ غم سے دانۂ انجم ہین کھیلون کی مثال — کشتِ چرخ پیر پر اوسے گرے پالہ پڑا

گردشِ افلاک سے برج اسد ہے برجِ ثور — قوسِ گردون سہم کر برجِ حمل مین ہے چھپا

جھلملاتے ہین چراغانِ فلک وقتِ سحر — ٹمٹماتا ہے افق مین ماہ کا ڈھندلا دیا

خوشۂ پروین ہے مثلِ خوشۂ انگورِ خشک — آسمان پر کہکشان جنگل ہے سوکھی گھاس کا

اس قدر غمگین ہے رقاصۂ چرخِ کبود — شادیانے گائے تو پیدا ہو نوحے کی صدا

ہے زحل کی صورتِ منحوس بھی اُتری ہوئی — رنج و غم کیا چہرۂ زہرہ پہ ہے چھایا ہوا

کلبِ اکبر فرطِ غم سے ہے سگِ دیوانہ وار — کلبِ اصغر آپ اپنی بوٹیان ہے نوچتا

دُبِ اکبر ہے فلک پر ایک خرسِ خوفناک — ذو الذنب غیظ و غضب سے ہوگیا ہے بہیڑیا

آسمان کے ہاتھ مین قوسِ قزح کی ہی کمان — کون ہے دنیا مین جو تیرِ حوادث سے بچا

تیرِ ثاقب چل رہے ہین ڈر سے سہما ہی فلک — سنگِ آتشبار سے بچ بچکے چلتی ہی ہوا

رعد کے نالون سے ہلجاتی ہی سقفِ بامِ چرخ — بیٹھہ جائین گنبدِ افلاک وہ ہی زلزلہ

برق کی صورت سی ہے ہر آن ظاہر اضطراب — اور سوزِ دل سے ہی بیتاب ہر دم صاعقہ

اسقدر ابرِ فلاکت آسمان پر ہے محیط — روزِ روشن پر گمان ہے کیا شبِ دیجور کا

دور سے اشجار آتے ہین نظر چوبِ سیاہ — کوئلا پتھر کا کہیے کوہ کو تو ہے بجا

کالے کالے ابر کے ٹکڑے افق مین یہ نہین — کالے دیوون کا کوئی لشکر فلک پر ہے چڑھا

غم سے چرخِ پیر کے دل مین ہین ناسورِ کہن — مینہ برستا ہے کہ ہی یہ بارشِ تیرِ قضا

چل رہی ہے ہند مین ہر سمت عسرت کی ہوا — مطلع — چھائی ہے کیا گلشنِ اسلام پر غم کی گھٹا

ہر طرف ہے کیا غمِ افلاس کا ابرِ سیاہ — آندھیان اِدبار کی چلتی ہین ہر سو جابجا

موجزن ہے قلزمِ رشک و حسد غیض و غضب
سامنے جہل و تعصب کے ہین گرداب بلا

اُٹھ رہا ہے ہر طرف پر خوف طوفانِ نفاق
جوش پر ہے خود نمائی خود سری کبر و ریا

قہر باری کے فرشتے سر پہ منڈلاتے ہین اب
قوم کو گھیرے ہوئے چار و طرف سے ہے فنا

نکبت و افلاس کی موجین فلک تک ہین بلند
ہو گیا وہ قوم کا بیڑا ڈباؤ دیکھنا

کوہ کو جنبش ہے یا اُٹھتے ہین موجونکے پہاڑ
بحر مین ہے یہ تلاطم یا زمین کو زلزلہ

چل رہی ہے ہر طرف بادِ مخالف سائین سائین
موت کا پیغام لاتی ہے تعصب کی ہوا

گر پڑے سب بادبان ڈھیلے ہوئے سب جوڑ بند
کیل کانٹے ہلگئے مستول نیچا ہو گیا

ٹکڑے ٹکڑے رسیان پتوار بھی ٹوٹی ہوئی
کثرتِ سوراخ سے چھلنی ہین تختے جابجا

ہر تھپیڑا موت کا لاتا ہے پیغامِ اجل
اب سنبھلنے کی نہ دم لینے کی مہلت ہے ذرا

دور سے آتا نظر کچھ ہے موجونمین جہاز
کوئی دم مین اب ہوا ہو جائیگا یہ بلبلا

اہلِ کشتی کا مگر ہے قابلِ افسوس حال
سب کے سب سوتے ہین کوئی بھی نہین ہے جاگتا

سوتے ہین مُردون سے شرطین باندہ کر بیتکے
ہے بہت مشکل قیامت مین بھی انکا چونکنا

برق کے کڑکے ہوا کا شور بادل کی گرج
ہین بہت پُر خوف لیکن انکو چونکائینگے کیا

کچھ کنارے پر کھڑے ہین غیر قومون کے جو لوگ
اُنکو آتا ہے نظر موجون مین بیڑا ڈوبتا

دیکھکر یہ حالتِ پر خوف سب ہین مضطرب
چیختے ہین اور کہتے ہین بصد آہ و بکا

سو چکے بس نیند بھر کر اب نہین سونیکا وقت
اٹھو دیکھو جا رہے ہو تم سوئے تحت الثرا

نیند سے چونکے نہ اب تک سر پر آیا آفتاب
رہگئے افسوس پیچھے بڑھ گیا سب قافلہ

نیند کے ماتو ذرا اوٹھکر تو دیکھو حالِ زار
اب حکومت ہے نہ دولت ہے نہ عزت کا پتا

اب کہان وہ عزتِ قومی بقول میر درد
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب کہاں ہے وہ شجاعت اور عالی ہمتی
بزدلی و دون ہمتی اب ہے ہمارا خاصا

اب کہاں جوشِ اخوت اور قومی اتفاق
اب نفاق و کینہ و بغض و حسد ہے برملا

اب کہاں وہ صدق وہ حقانیت و عدل و داد
عام ہے بغض و تعصب کذب و غیبت افترا

اب کہاں ہمدردیٔ انسان کہاں حبِ وطن
اب نہ بھائی بھائی کا یاور نہ بیٹا باپ کا

اب کہاں ہیں وہ امنگیں اب کہاں وہ ولولے
اب نہ باقی ہے اولوالعزمی نہ کوئی حوصلا

اب کہاں ہے وہ ثبات و صبر و محنت کی خو
اب تن آسانی تعیش سے نہیں فرصت ذرا

اب کہاں وہ خدمتِ ملت کہاں وہ حبِ قوم
اب تو ہے ہر شخص اپنی ہی غرض کا آشنا

اب کہاں وہ اہلِ باطن اور وہ ہمدردِ خلق
اب ریاکاری کا جبہ ہے تعصب کی قبا

اب کہاں وہ خلقِ احمد اور وہ خوئے حسن
اب ہے کج خلقی انانیت و دغا مکر و ریا

اب کہاں ہیں وہ علوم فلسفہ وہ علم دین
اب کدھر ہیں مجتہد عالم۔ امام و پیشوا

اب کہاں وہ شوقِ تحصیل کمالِ علم و فن
اب تو دختِ رز پہ مرتے ہیں مدک پر ہیں فدا

ایک دن وہ تھا سرِ گردون پہ رکھتے تھے قدم
ایکدن یہ ہے کہ ہم ہیں سر کے بل تحت الثریٰ

ایک دن وہ تھا کہ تھے تہذیب میں فخرِ بشر
ایکدن یہ ہے کہ وحشت میں ہیں حیوان سے سوا

ایک دن وہ تھا کہ جھکتے تھے ہمارے در پہ سر
ایکدن یہ ہے کہ ہم ہیں در بدر مثلِ گدا

جہل۔ خودبینی۔ تعصب۔ کاہلی بغض و حسد
اب ہماری قوم ان امراض میں ہے مبتلا

آگئی ہے قوم میں خود مطلبی کی سمیت
اور ہے پھیلی ہوئی نااتفاقی کی وبا

کاہلی نے کر دیئے کمزور سب اعضائے جسم
کھا گئے جہل و تعصب۔ دل کلیجا پھیپھڑا

بادۂ عشرت سے کوئی رات دن مدہوش ہے
کوئی شب کو جاگتا اور دن کو سوتا ہے پڑا

ہے کوئی بنتِ عنب کے عشق میں سرشار و مست
دخترِ رز کی محبت کا کسی کو ہے نشا

خنجرِ ابروئے جاناں کا کوئی مقتول ہے
کوئی کشتہ ہے نگاہِ نازِ چشمِ یار کا

گیسوئے پرخم کسی کے حق مین ہی مار سیاہ | ہے کسیکو یار کی زلف دوتا کالی بلا
کاکل شب رنگ کا سودا کسی کے سر مین ہے | دل کسی کا جال مین ہے جعد مشکین کے پھنسا
ہے کوئی غنچہ دہن کی یاد مین دل سے تنگ | ہے کوئی بیمار چشم نرگس بیمار کا
ہے کوئی چین جبین کی موج سے طوفان زدہ | ہے کوئی چاہ ذقن کی چاہ مین ڈوبا ہوا
ہے کہین افیون چانڈو اور مدک کا مشغلہ | ہے کہین آٹھون پہر شطرنج چوسر گنجفا
ہین کہین سیندی کے جلسے اور کہین رقص و سرود | ہی کہین دور شراب و کسبیانِ مہ لقا
جان دیتا مرغبازی پر کوئی نادان ہے | ہے بٹیرون کی لڑائی پر کوئی دل سے فدا
کوئی کرتا ہے پتنگون مین بہت برباد وقت | کوئی کنکوون مین اپنی عمر ہے سب کاٹتا
چھوڑ کر کعبہ بتون کا کوئی کرتا ہے طواف | کوئی چکر کاٹتا پھرتا ہے کوئے یار کا
عشق و الفت مین کوئی فرہاد کا استاد ہی | اور ہے جوش جنون مین کوئی مجنون سے سوا
روزنِ دیوارِ جانان سے کہین ہی تاک جھانک | دیکھتا ہے کوئی در کو ٹکٹکی باندھے ہے کھڑا
گھر لٹا دیتا ہے الفت مین کوئی خانہ خراب | پھونک کر گھر دیکھتا ہے سیر کوئی دل جلا
عشق بازی کی بدولت فقر فاقہ ہی نصیب | اور عیاشی کے باعث مضمحل ہین سب قویٰ
تنگ دستی نے کیا ہے اس قدر جینے سے تنگ | مانگتا ہی ہاتھ اوٹھا کر موت کی کوئی دعا
سال بھر بارہ مہینے ہے کہین ماہِ صیام | ہے کہین فاقہ پہ فاقہ اور روزہ روز کا
سر پہ ٹوپی ہے نہ پاؤن مین ہین ثابت جوتیان | پیٹ کو روٹی نہ تن پر ہے کسی کے چیتھڑا
قرض لیکر کوئی فاقہ مست پیتا ہی شراب | بیچکر گھر دیکھتا ہے کوئی ناٹک جا بجا
یوسفِ خدمت ہی ابھی سب کی نظرون مین عزیز | نقد آزادی ہے اس جنس غلامی پر فدا
جان دیتے ہین غلامی پر ہمارے ہموطن | ڈھونڈتے پھرتے ہین خدمت دربدر مثل گدا

غایتِ تحصیلِ علم و فضل ہے اب نوکری ہند مین شوقِ غلامی ہے کہان تک بڑھ گیا

مطلع

علم سے انسان خلیفہ ہے خدا کا برملا اشرف المخلوق ہے قبضے مین ہے ارض و سما
علم الانسان مالم یعلم اسکی شان ہے خود کلام اللہ ہے اسکی فضیلت سے بھرا
علم سے انسان انسان ہے وگرنہ جانور علم کو گر فضل ٹھہراتا ارسطو تھا بجا
بے حصولِ علم نطق و عقل سب بیکار ہین بے مدد علم و ہنر کے عقل سے ہوتا ہے کیا
ایک سنگِ ناتراشیدہ تھا انسان فطرتاً محض بے قیمت تھا پتھر ایک معدن مین پڑا
تھی مگر تعلیم ہی وہ بت تراشِ باہنر جسنے پتھر سے بنائے ہین بتانِ دلربا
آدمی مین ہے نہان اسطرح سی فضل و کمال کھردرے پتھر مین جیسے لعل ہو کوئی چھپا
تربیت تعلیم سے انسان ہوتا ہے ملک اور علم و فضل و دانش ہی سے بنتا ہے خدا
علم ہی سے خاتمِ دستِ سلیمان جامِ جم علم ہی ہے سب کرامات و فسون و معجزا
علم موسیٰ نے کیا فرعون کو دریا مین غرق علم ہی تھا نوح کی کشتی کا کھیوا نا خدا
ساحران مصر پر ہوتے نہ غالب وہ کبھی پاس موسی کے نہ ہوتا علم و فن کا گر عصا
علم ہی نے دامنِ عصمت بچایا لوث سے ورنہ یوسف بھی تو تھے دل سے زلیخا پر فدا
علم ہی تھا جس نے یوسف کو بٹھایا تخت پہ ورنہ ہوتا شاہ ہے کب حسن صورت سے گدا
علم ہی نے حضرت ایوب کو بخشا تھا صبر علم ہی نے آتشِ نمرود کو ٹھنڈا کیا
علم ہی سے اہل یونان تھے جہان کی فخر و ناز علم ہی سے تھا دلون مین روم کا سکہ جما
علم ہی سے مثلِ یوسف مصر تھا اسکو عزیز علم ہی سے اہل ایران کا بڑا تھا مرتبہ
علم ہی سے ہو گیا ملکِ عرب خلد برین ریت کے ٹیلے ہوئے ہم پایۂ اوجِ سما

مطلع

آسمان پر تھا عرب کی سرزمین کا مرتبا
جب ہوئے کعبہ میں پیدا حضرت خیر الوریٰ

آفتاب علم سے روشن ہوئے ارض و سما
اور ذروں نے دکھائی مہر تابان کی ضیا

چشمۂ خورشید تھا وہ خشک میدان عرب
اور تھا ہر کوہِ مکہ ایک ٹکّا نور کا

نیّر اسلام کی پہنچیں شعاعیں چار سو
دور تاریکی ہوئی ہر جا اجالا ہو گیا

شامیوں کے دل چراغوں کی طرح روشن ہوئے
جب جلایا شام میں اسلام نے اپنا دیا

گلشن اسلام میں آئی تھی کیا فصل بہار
رشکِ گلزار ارم تھی سرزمین ایشیا

ہو لے مصری لذتِ شیرینی قند و نبات
مصر نے جب شربت اسلام کا چکھا مزا

دم میں غائب ہو گئی تاریکی عصیان و کفر
جب حبش میں آفتابِ علم چمکا جا بجا

چین تک میں جب مذہب اسلام نے رکھا قدم
مشک حکمت سے دماغ اہل چین نافہ ہوا

جب ہلال پرچمِ اسلام چمکا ہند میں
خطۂ کشمیر سے سیلون تک پہنچی ضیا

ملک بنگالہ سے تا گجرات پھیلا نور علم
ہند میں چاروں طرف ہر جا اجالا ہو گیا

مدتوں سے اہل یورپ پر جہالت تھی سوار
کھانے پینے کے سوا ان کا نہ تھا کچھ مشغلا

وحشیوں سے بھی کہیں بدتر تھیں انکی حالتیں
آدمی تھے آدمیت پر نہ تھی ان میں ذرا

رات دن اشغالِ حیوانی میں کرتے تھے بسر
نام کو بھی ان میں باقی تھی نہ کچھ شرم و حیا

علم سے مطلب نہ تھا اونکو نہ حکمت سے غرض
غرقِ بحرِ جہل تھے وہ عقل سے نا آشنا

قلزم اسلام میں اکبارگی آیا وہ جوش
ہو گیا سیراب جس سے تشنہ لب ہسپانیہ

ہر طرف سے اہل یورپ دوڑے لیکر سبو
لیگئے بھر بھر کے پھر اس بحر سے آب بقا

بادۂ اسلام سے تازہ ہوئی روحِ فرنگ
اہل یورپ کو چڑھا پھر علم و حکمت کا نشا

ہوگئے ہشیار پیتے ہی شراب معرفت / ایک مدت سے خمار جہل و پستی جنکو تھا
سارے یورپ مین چلا وہ دور صہبائے علوم / ہوگئے پیتے ہی جسکے زندہ سب مردہ قوا
ساقی اسلام تیرے ہی شراب علم سے / آج یورپ ہے مہذب اور ملک ایشیا
تونے دنیا سے مٹائے بت پرستی کے نشان / بت پرستون کو سکھائی تونے توحید خدا
تونے دنیا سے اوٹھائے سب بری رسم و رواج / تونے دنیا مین بٹھایا سکۂ خلق و صفا
تونے یونان کے چراغ علم کو روشن کیا / مدتون سے جو پڑا تھا ایک کونے مین بجھا
ملگیا تھا خاک مین سقراط کا وہ فلسفہ / جسکو رازی اور غزالی نے زندہ کردیا
مٹ گئے تھے صفحہ ہستی سے تاریخ و سیر / کردیا اسلام نے یہ دفتر کہنہ نیا
علم ہیئت ہوگیا تھا ایک تقویم کہن / نور سے اسلام کے پھر وہ ہوا شمس الضحےٰ
فیثا غورث کا نظام شمس تھا زیر حضیض / پایا قدمون سے اسی کے اوسنے بھی اوج سما
علم جغرافیہ کی کس درجہ مٹی تھی خراب / کردیا اسلام نے اس خاک کو بھی کیمیا
طب بقراط اور جالینوس کا پوچھو نہ حال / یہ بیاض کرم خوردہ کس مرض کی تھی دوا
اسکو بخشی تھی مسلمانون ہی نے تازہ حیات / مردۂ صد سالہ کو اعجاز سے زندہ کیا
وہ سدیدی وہ نفیسی اور وہ قانون شیخ / شرح اسباب و علامات اور وہ قانونچا
وہ اشارات و شفا وہ ابن سینا کے کتب / مدتون تک اہل یورپ کے بھی تھے رہنما
علم منطق کا تصور بھی نہ تھا کچھ ذہن مین / جانتا ہی تھا نہ کوئی یہ ہے خادم علم کا
بعد غور و فکر لیکن مذہب اسلام نے / دے دیا منطق کو سب علمون سے اعلی ارتقا
ہوگیا تھا گلشن علم ریاضی پائیمال / اہل قبلہ کی ریاضت سے ہوا وہ بھی ہرا
رہ گیا تھا سب کی نظرون سے بہت جبر ثقیل / دستگیری سے مسلمانون کی پہنچا تا سما

ان سے کے گھر کا علم تھا۔ علم مدن اخلاق و دین
ان کے در کی خاک تھی اکسیر اعظم کیمیا

فن تعمیرات میں ان کا ہوا پایہ بلند
گنبد و محراب کے موجد بھی ہیں بر ملا

خیر ہم ہر علم میں کامل تھے پر اب تو نہیں
گذری باتوں کے جتلانے سے نہیں کچھ فائدہ

جب سے چھوڑا ہم نے دامان علوم فلسفہ
دولت دنیا نے بھی ہم سے کنارہ ہی کیا

جب سے چھوڑی ہم نے وہ محنت و صبر و ثبات
فقر و نکبت ذلت و خواری میں ہیں ہم مبتلا

مطلع

اب تو ہر دم یہ دعا ہے حق سے با آہ و بکا
رحم کر اس قوم کی حالت پہ اے رب العلیٰ

دور کر دے قوم سے جہل و تعصب کی بلا
چشم بینا دے کہ دیکھے اپنی حالت کو ذرا

دے اسے شوق حصول علم اور کسب کمال
ہو مثال ماہ نو بڑھ کر کبھی بدر الدجے

اس کے دل میں ڈالدے تو حب قوم و اتفاق
جان بلب بیمار ہی اب موت سے اسکو بچا

دے اسے جام مئے عشق علوم و فلسفہ
تا کہ حکمت کا چڑھے اکبارگی اسکو نشا

دے اسے قومی محبت اور قومی اتفاق
تا قوی ہوں عضو سب مضبوط ہوں سارے قوا

جائیں یورپ کو ہمارے ملک کے سب نوجوان
اور سیکھ آئیں وہاں سے سب علوم بے بہا

وہ بھی آنکھوں سے دکھا دے دن ہمیں بندہ نواز
ہوں ہماری قوم کے افراد رکن پر بہا

شکر ہے تیرا کہ دی تو نے ہمیں نعمت بڑی
ایسی نعمت کا کریں ہم شکر یہ کیوں کر ادا

ہے یہ موجودہ حکومت نعمت عظمیٰ ہمیں
جسکے انصاف و عدالت کا ہے شہرہ جابجا

اسکے سایہ میں اگر سیکھیں نہ ہم علم و ہنر
تیرگی بخت سے دیکھیں گے پھر ہم دن برا

دور کر دے قوم سے یہ پردہ حبس دوام
اور رسموں کی غلامی سے چھوڑا ہمکو خدا

دور کر دے کاہلی سستی تعیش مکر و زور
تا کہ پیدا ہو ہماری قوم میں صدق و صفا

گنبد گردون ہے جب تک ای خدا سقف زمین
اور ہو فرش زمین زیر آسمان جب تک بچھا

آسمان پر مہر کی جب تک کہ یہ قندیل ہے
اور جب تک ہے فلک پر جلوہ گر مہ کی ضیا

انجم افلاک جب تک ہیں چراغان فلک
اور جب تک ہیں منور مشتری و زہرہ سہا

چرخ اخضر کی ہے جب تک کشت سرسبز
اور جب تک ہے زمین میں قوت نشو و نما

باغ عالم میں ہے جب تک بلبلون کو عشق گل
اور جب تک ہے گلون میں رنگ جا نفزا

گلشن اسلام میں دائم رہے فصل بہار
اور چمن اس باغ کی ہو وے ہمیشہ پھولے پھلا

ہو محب قوم مثل سرو سب سے سربلند
اور عدو قوم مثل سبزہ ہو پامال ہو پا

قصیدۂ وقاریہ

درمدح ہز ایکسلنسی عالیجناب نواب فضل الدین خان ابوالفضل عرف خواجہ بادشاہ سکندر جنگ اقتدار الملک اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر معین المہام مال سرکار عالی دام اقبالہم

گلشن عالم میں ہے چاروں طرف فصل بہار
آسماں سرسبز ہے ساری زمین ہے لالہ زار

بلبلوں کے بینڈ بجتے ہیں چمن میں جابجا
سرو کی فوجیں کھڑی ہیں ہر طرف باندھے قطار

کثرت برگ و ثمر سے خم نہیں شاخ درخت
سجدۂ شکرانہ میں ہے عابد شب زندہ دار

ہیں گلوں کے چہرۂ رنگیں پہ سو رنگ سرور
چہچہوں سے بلبلوں کے ہیں عیاں نغمے ہزار

چھیڑتی چلتی ہے کیا باد سحر ستانہ وار
ہم بغل گل سے تو غنچوں سے کبھی بوس و کنار

اس قدر پھیلی ہوئی ہے تازہ پھولوں کی مہک
آسماں سے تا زمیں ساری ہوا ہے عطر بار

کیاریاں پھولوں کی ہیں مخمل پہ یا گلکاریاں
سبز مخمل کا بچھا ہے فرش یا ہے سبزہ زار

لہلہاتی گھاس کے تختے زمرد کے ہیں تخت
قطرۂ شبنم ہیں یا موتی جڑے ہیں آبدار

موگرا۔ جوہی۔ چنبیلی۔ موتیا۔ چمپا۔ گلاب
ہر روش کی دونوں جانب دے رہے ہیں کیا بہار

چومتی ہے منہ گلوں کا دم بدم باد سحر
کر رہی ہیں بلبلیں کس شوق سے پھولوں کو پیار

لڑکھڑاتی پھرتی ہے صحنِ گلستاں میں نسیم | جھومتی ہیں ڈالیاں جیسے نشے میں بادہ خوار
ہیں کہیں طاؤس اپنے رقص میں خود آپ مست | ہیں کہیں مرغانِ خوش الحان چہکتے بار بار
چھوٹتے فوارے ہیں کیا چشمۂ پُرآب میں | یا کسی عاشق کی آنکھیں ہجر میں ہیں اشکبار
حوض میں آبِ مصفا کے چمکتے آئینے | چشمۂ خورشید جن کے روبرو ہے شرمسار
سر سے پاؤں تک ہرے ہیں نونہالانِ چمن | یا کھڑی ہیں سبز پریاں باغ میں کر کے سنگار
مدح خواں کس کی ہیں یہ سب عندلیبانِ چمن | گلشنِ عالم میں ہے گل کون ایسا باوقار
سرو قد تعظیم کو کس کی کھڑے ہیں سروِ باغ | ڈالیاں تسلیم کو جھکتی ہیں کس کی بار بار
کس کی خدمت میں ہیں یہ سب قمریاں حلقہ بگوش | کس کے خدمتگار ہیں شمشاد و سروِ جویبار
راہ تکتی ہے کھڑی ہر آن شوقِ دید میں | نرگسِ بیمار کو کس کا ہے اتنا انتظار
ہے وہ نواب اقتدار الملک خواجہ بادشاہ | یعنی فضل الدین خاں اقبال و دولت یادگار
مہرِ برجِ شرافت آسمانِ عز و جاہ | فخرِ اعیان و رکنِ عالی نسب والا تبار
مدحِ حاضر میں لکھو وہ مطلعِ رنگیں محب | رنگ سے جس کے ہو مہکا گلستان و لالہ زار

مطلع

تو ہے اے نواب وہ ذی منزلت عالی وقار | ہے یہ زیبا تیرے زیرِ حکم ہوں چین و تتار
گنبدِ گردوں ہے تیرے قصر کا اک سائبان | نہ فلک ہیں تیرے بالاخانے کے بالا حصار
شیرِ گردوں بھی ترے ڈر سے پھرے چھپتا ہوا | گر نیستاں میں کرے تو شیر کا قصدِ شکار
موج زن ہے دل میں تیرے قلزمِ حبِ وطن | مال و دولت چیز کیا تو قوم پر ہے جاں نثار
خرچ کر دے بیدھڑک قومی ترقی کے لیے | گنجِ قاروں بھی اگر ہوں پاس تیرے سو ہزار
ہے چراغِ علم روشن تجھ سے اے مہرِ سخا | نام سے تیرے ہی قومی مجلسوں کا افتخار

رشکِ لندن ہو یہی اُجڑا ہوا ہندوستان — اور بھی پیدا ہوں تجھ سے ہند میں گر تین چار
قوم پر ادبار کی چھائی ہے کیا کالی گھٹا — موج زن ہے جہل کا دریائے ناپیدا کنار
آندھیاں حرص و ہوا کی چل رہیں ہیں چار سو — اور طوفانِ فتنہ و شر کے اُٹھے ہیں بے شمار
ہے جہازِ قوم گردابِ بلا میں مبتلا — ڈوبتے میں اسکے اب باقی نہیں کچھ بھی پروا
ہے غضب یہ اور سوتے اہلِ کشتی ہیں پڑے — جسطرح قبروں میں مُردے میکدوں میں بادہ خوار
اور ہیں ملاح بھی مستِ مئے عیش و طرب — نشہ کی حالت میں ہیں سب اسپ بچھڑی پر سوار
ہر قدم پر ہے وہ گردابِ تعصب ہولناک — کھینچ لے دم بھر میں جو دنیا کا سب آبِ بحار
اس تلاطم میں مگر اے حامیِ علم و ہنر — ناخدائی سے تری اس قوم کا بیڑا ہے پار
ہے یہی وہ قوم آگے تھی جو سرتاجِ اُمم — جسکا لوہا مانتے تھے خاقانِ نامدار
قلب پر تھا جسکے رعب و داب کا سکہ جما — اور قوموں کو بھی تھا طاعت کا جس کی افتخار
وحشیانِ اہلِ یورپ کو سکھائے جسنے علم — اور پھیلائے علوم از مصر تا چین و تتار
اندلس میں جس نے تھا قایم کیا دارالعلوم — اور یورپ میں کیئے جاری مدارس بیشمار
سب سے پہلے کیمیا کے تجربے جسنے کیے — جسنے ڈھونڈے ہیں اصولِ ساعتِ لیل و نہار
علم تاریخ و ریاضی جبر و اثقال و نجوم — تھی ہماری قوم سب علموں میں فردِ روزگار
سلطنت جمہوریہ کی ہم نے ڈالی ہے بِنا — ہم ہیں آزادی کے حامی حریت کے جان نثار
ہمنے ڈھونڈے ہیں اصولِ انتظامِ سلطنت — ہم نے دنیا پر کیا فنِ فلاحت آشکار
جنگ کے ہم نے دکھائے اہلِ یورپ کو کمال — چوٹیں اپنی مانتے تھے تاجدارانِ کبار
تھا تجارت کا ہمارے ہر طرف بازار گرم — منڈیاں اپنی تھیں یورپ مصر چین و مالابار
ہمنے بنوائے مدارس پل سرائیں خانقاہ — ہر جگہ باقی ہے دنیا میں ہماری یادگار

رات دن سیر و سیاحت مین ہمین سرگرم تھے — تھین گذرگاہین ہماری دشت و صحرا کوہسار
قیصر و فغفور و زارِ روس و شاہانِ عظام — تھے ہمارے ہی مطیعِ امر اور طاعت گذار
ہم نے روما کی حکومت کو کیا زیر و زبر — سرکشون کو ہم نے دکھایا ہے نیچا بار بار
ہم نے ڈھائی ہے بنائے ظلم و جور و خودسری — ہم نے لوٹے ہین تعصب کے ہزارون ہی دیار
ہم نے توڑے بت مٹائے بت پرستی کے نشان — ہم ہین اعدائے رقیبانِ خدائے کردگار
ہم نے ڈھونڈے ہین اصولِ مذہب و اخلاق و دین — ہم نے پھیلائی ہے توحیدِ خدائے کردگار
ہم سے تھے عادل ہم تھے منصف اور ہمدردِ بشر — تھے ضعیفون کے معاون بیکسون کے یارِ غار
تھا ہمین ہمدردیِ انسان مین کیا حاصل کمال — دردِ اعدا سے ہمین ہوتے تھے فوراً بیقرار
ہم مین تھے علم و ہنر جود و سخا خلق و کرم — ہم سے تھے اشرافِ اُمم باقی تھے سب وحشی و خوار
وہ ہمین ہین اہلِ یورپ جنکے تھے سب خوشہ چین — مانتا تھا جنکو اُستادِ مسلم ہر دیار
اپنی عظمت کی کہان تک ہم سنائین داستان — خیر جو کچھ تھے سو تھے اب تو نگاہون مین خوار
اب ہماری قوم مین عنقا ہے علم و خلق و داد — مٹ چکی ہمدردیِ قوم و وطن سب ایکبار
اب کہان وہ عظمت و شان و شکوہ و کر و فر — سب کی نظرون مین کھٹکتے ہم ہین جیسے گل مین خار
اب نہ وہ محنت نہ وہ جرأت نہ وہ شوقِ علوم — کاہلی سستی مین کرتے ہین بسر لیل و نہار
دوسرون کے علم پر اب ہے ہماری زندگی — ہمکو صنعت اور حرفت سے ہے اتنا ننگ و عار
غیر قومون کی ہمین ہر کام مین ہے احتیاج — انتظامِ ملک ہو یا اور کوئی کار و بار
خود غرض لوگون سے ہمدردی کی ہے کسکو اُمید — درد و دکھ مین غیر ہین اب تو ہمارے غمگسار
غیر قومون کی ہمارے ساتھ ہین ہمدردیان — اور اپنون کو نہین کچھہ درد اپنا زینہار
تیرے ابرِ فیض سے لیکن ہے یہ ہمکو اُمید — آئے گی پھر اس چمن مین علم کی فصلِ بہار

پھر ہرے ہو جائیں گے یہ خشک پودے علم کے
اور ہو وینگے پھلینگے باغ کے سب برگ و بار

تیرے فیض ہمت عالی سے اے ابر سخا
پھر ہری ہو جائیگی یہ خشک کھیتی ایکبار

ہے دعا میری کہ جب تک ہیں زمین و آسمان
اور جب تک ہے فلک پر آفتاب زرنگار

صفحۂ ہستی پہ جب تک ہیں دیار و مصر و شہر
اور جب تک ہیں سمندر اور جب تک کوہسار

باغ عالم میں ہیں جب تک پھول اور پھولوں میں بو
گل ہیں جب تک اور گلوں پر بلبلیں جب تک نثار

تو پھلے پھولے تری اولاد بھی ہو بار ور
باغ سے تیرے نہ جائے تا ابد فصل بہار

ہو محب تیرا ہمیشہ کامیاب و بامراد
اور دشمن ہو ترا تیر ملامت کا شکار

قصیدۂ اقبالیہ

در تہنیت جشن تقریب خلعت وزارت بادشاہ دکن به عالیجناب گردون رکاب ہز ایکسلنسی نواب فضل الدین خان ابو الفضل سکندر جنگ اقتدار الملک اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر مدار المہام ریاست سرکار نظام حیدر آباد دکن

شہ خاور کا ہوا جو سرخ چہارم پہ عمل
پڑ گئی فوج کواکب میں غضب کی ہل چل

علم پنجۂ خورشید افق میں چمکا
پرچم سرخ کھلا ہو گیا رنگین بادل

جانب شرق سے بڑھنے لگیں افواج شعاع
کثرت نور سے معمور ہوئے دشت و جبل

نیزۂ خط شعاعی ہوئے گردوں پہ بلند
ڈر سے مریخ چھپا زرد ہوا رنگ زحل

کرنیں سورج کی چمکنے لگیں مانند سیوف
پرتو نور کی گرنے لگی بجلی ہر پل

حور خورشید نے پہنا ہے لباس گلرنگ
گل ناری ہے افق میں کہ کھلا لال کنول

پھول لالہ کے کھلے ہیں نہیں پھولی ہے شفق
کشت لالہ ہے نہیں بادلوں کے دل کے دل

ٹکڑے بدلی کے افق میں نہیں زردی مائل
ہر فلک پر گل خورشید کا کوسوں جنگل

اطلس سرخ کا شگیرہ فلک پر ہے تنا
لال مخمل کا افق میں ہے کھنچا دل بادل

شفق صبح کا پڑتا ہے زمیں پر جب عکس
لال مخمل کے نظر آتے ہیں سارے جل تھل

سبز اشجار کے بر میں ہے لباس گلرنگ
لال گوں ہیں شجر و شاخ و ثمر گل کو پھل

ہیں گل سرخ کہ جلتے ہیں درختوں پہ چراغ
ثمر سرخ ہیں پتوں میں کہ روشن مشعل

تاج زریں سے مزین ہے ہر اک قلۂ کوہ
جامۂ سرخ سے دولہا نظر آتے ہیں جبل

سر اشجار پہ پڑتی ہے جو سورج کی کرن
برق ساں کوندتے ہیں دھوپ میں تیز ہر پل

دھوپ چھن چھن کے جو آتی ہے تو ہوتا ہے گماں
دھوپ چھاں کی ہے زمیں یا کہ سنہری مخمل

عکس اشجار جو سبزے پہ بہم پڑتے ہیں
سبز کاغذ پہ نظر آتا ہے عکسی جنگل

نور و سایہ کی زمیں پہ ہے عجب گلکاری
ہیں شجر کے بچھونے پہ چھپے لال کنول

مطلع

اس قدر بڑھ کے گھٹا ٹوپ ہیں اشجار جبل
غیر ممکن ہے کہ پتوں سے صبا جائے نکل

رشک گلزار ہے ہر سمت پہاڑوں کا سماں | سبز اشجار سے دہانی نظر آتے ہیں جبل
اس قدر ہر شجر کوہ ہے پہولوں سے لدا | کہ دکھائی نہیں دیتا کوئی پتا کو بل
جنگلی پہولوں سے آتی ہے وہ بہینی خوشبو | کہ مہک اوٹھتا ہے اک مرتبہ سارا جنگل
کہیں چشمے کہیں تالاب کہیں ہیں جھیلیں | آبشاروں کی ہے کثرت کہیں جاری ہیں نل
لب جو ہے کہیں گنجان درختوں کا ہجوم | سبز پتوں میں چھپے ہیں کہیں طوطی ہریل
ڈہاک کے بن نے دکھائی ہے گلستاں کی بہار | دامن کوہ ہے یا لال پری کا آنچل
زرد پہولوں سے ہیولوں کا بسنتی ہے لباس | وادی دشت میں بچہی ہے سنہری مخمل +
صحن گلشن کا وہ نقشہ ہے کہ سبحان اللہ | چوم لے دست چمن بند کو نقاش ازل
صحن گلشن ہے مربع روشیں شکل عمود | باغبانوں نے کیا شکل عروسی کو حل
کوئی کیاری ہے مثلث تو مربع ہے کوئی | متوازی کہیں نہریں ہیں عمودی کہیں نل
بیضوی ہے کوئی تختہ تو مدور کوئی | صورت قوس ہے کیاری کوئی شکل ہیکل
تختۂ گل کے زوایا پہ ہیں قایم شمشاد | گوشۂ حادہ ہے سرو گلستاں کا محل
منفرج زاویوں پہ ہیں کہیں سوسن نرگس | مرکز دایرہ حوض پہ ہے لال کنول
اسقدر مختلف الشکل ہیں تختے ہر جا | کہ ریاضی کی ہوئیں باغ میں سب شکلیں حل
بار اثمار سے سجدے میں جہکی ہیں شاخیں | کثرت گل سے درختوں کے ہیں تنے اوجہل
ثمر نخل گلستاں ہیں وہ شیریں خوش رنگ | میوۂ باغ جناں سامنے جنکے حنظل
گل کہلے جاتے ہیں غنچے بھی ہنسے پڑتے ہیں | بلبلیں جوش مسرت سے بجاتی ہیں بغل
مچھلیاں حوض میں ہیں جوش طرب کی ہیچیں | چشم تر کی طرح چشمے کہیں آئے ہیں ابل
جوش مستی سے ہیں طاؤس چمن میں رقصاں | بلبلیں ملکے بہم گل کو سناتی ہیں غزل

صوفیانہ کہین بلبل بھی غزل گاتی ہے — وجد مین جھومتی ہے شاخ شجر ہر گل کوپل
دم بدم کوکتی ہے فاختہ ارگن باجا — نے بجاتے ہین درختون پہ پپیہے ہر پل
کوئلین کوکتی ہین یا کہ بجاتی ہین بگل — اور جنگل مین بھی گاتے ہین پرندے منگل
بانگ دیتا ہے موذن کی طرح مرغ سحر — مورنا قوس بجاتا ہے چمن مین ہر پل
بج رہے ہین کہین تنبور کہین بین و سرود — شور سے طائرون کے گونج رہا ہے جنگل
بوق و قرنا کہین بجتے ہین کہین شہنائی — بولتے ہین عجب آواز سے مرغان جبل
بج رہے ہین کہین مرچنگ کہین چنگ و رباب — بولتے ہین کہین طوطے کہین مینا کوئل
جہانجھ رہ رہکے بجاتے ہین درختان چمن — کھڑکھڑانے سے پہ پتو لگے ہوا عقدہ حل
چمن دہر مین وہ جوشش نمو ہے ہر جا — شجر سنگ مین پھوٹ آتی ہے پل مین کونپل
بے ثمر آج جہان مین نہین نخل امید — سرو و شمشاد مین پھل آج سے لگنے پہلے پھل
کیا ہی شاداب ہے ہر ایک درخت مومی — کونپلین کاغذی اشجار مین آئی ہین نکل
کیا تعجب ہو کہ ہو سبز و چراغان شاداب — کیا تعجب ہے کہ گلزار بنے ہر مشعل
کشت دہقان فلک مین ہو عجب کیا جو نمو — دانۂ انجم افلاک ہون اشجار جبل
کیا تعجب گل خورشید مین پیدا ہو عجب — کیا تعجب گل مہتاب ہو ماہ اکمل
کیا عجب خوشۂ پروین سے ٹپکنے لگے مے — کیا عجب کاہکشان تاک کا گر ہو جنگل
شاخ آہو بھی عجب کیا جو ہری ہو جائے — شاخ ثور فلک پیر مین پھوٹے کونپل
کیا تعجب کہ کرنپھول گل تر ہو جائین — کان کے پتون مین آئین نہ کہین کیا کونپل
کیا تعجب کہ نگین سبزۂ خط مین کلیان — کیا تعجب گل رخسار کھلین جیسے کنول
کیا تعجب ہے کہ کانون سے زر گل نکلے — کیا تعجب شجر طور مین آجائین پھل

مطلع

کثرت بارش باران سے بھرے ہین جل تھل　　آب شاروں سے ہی فوارہ ہر اک دشت و جبل

کیا عجب چادر مہتاب ہو اک چادر آب　　کیا عجب چشمۂ خورشید ابھی جائے اُبل

کیا تعجب ہے کہ ہر سنگ سے پانی نکلے　　کیا تعجب ہے کہ ہر ایک جبل ہو بادل

برگ اشجار ہین اوراق کتاب فطرت　　دفتر معرفت حق ہی ہر اک گل کوپل

گل خودرو سے نمایان ہے خدا کی قدرت　　پتے پتے سے عیان صنعت صناع ازل

ہے بصیرت جنہین پڑھتے ہین کتاب فطرت　　کور ہین چشم ہین جنکے ہے جہالت کا سبل

محو نظارۂ قدرت مین ہوا اچھا ایسا　　کہ گئی دل سے میرے فکر دو عالم کی شغل

اسی حیرت مین کہا مین نے یہ دل سے اسوقت　　آج کیون نقشۂ عالم ہے گیا سارا بدل

ارض سے تا بہ سما ماہ سے لے ماہی تک　　سارا عالم ہے غرض شادی و عشرت کا محل

سن کے یہ ہاتف غیبی نے یہ دی مجھکو نوید　　تیرا طالع ہوا مسعود گیا دور زحل

بخت جاگا ترا امید بر آئی تیری　　آسمان پہ ہوا خورشید سخاوت کا عمل

مسند آرائے وزارت ہو وقار الامرا　　حامی دین متین فخر وزیران دول

فخر ارکان دکن فخر زمین فخر زمن　　فخر اعیان دول فخر معینان ملل

صاحب علم و ہنر لایق و دانا عاقل　　دوراندیش نکوکار مدبر اکمل

ماہر علم مدن واقف علم منزل　　جامع فضل و کمالات مہذب اعمل

تو ہے وہ فلسفی دھر محب حکمت　　طفل مکتب ہی ترے سامنے عقل اوّل

حسن مین ثانی یوسف تو حیا مین مریم　　حلم مین شہرۂ آفاق کرم مین افضل

لکھون وہ مطلع روشن کہ منور ہو جہان　　شرم سے ابر مین ہو مہر درخشان اوجھل

مطلع

ہے عدالت کا تری ملکِ دکن میں دنگل
شیر بچے سے نہیں بھاگتے ہرگز چیتل

عدل نوشیرواں مشہور کسی وقت میں تھا
اس زمانہ میں نہیں کوئی بھی تجھسا اعدل

وہ ترا رعب ہے ڈرتے ہیں ضعیفوں سے قوی
اسد تیرے دبک جاتے ہیں وہ ہے خوفِ اجل

تیری ہیبت سے ہیں کمزور بھی سب زور آور
فیل چنگھاڑ کے بھاگے جو مقابل ہو جبل

رحم میں ثانیٔ عیسیٰ ہے سخا میں حاتم
حوصلہ میں ہے سکندر سے کہیں تو افضل

زور میں رستمِ ثانی ہیں کہوں کیا تجھکو
تو ہے اولادِ سلاطینِ دکن دو قشقاول

کیا ضرورت تجھے ہانکے کی ہے بروقتِ شکار
شیر کرتا ہی ہے خود شیرِ نیستان کو اجل

شان و شوکت ترے خدام کی ہو کیسے بیان
کوئی اسکندرِ رومی ہے تو کوئی ہرقل

صف شکن ہے کوئی خوش خلق کوئی شیر جگر
کوئی ہے علم فروشی میں غرض ضرب مثل

تری تقریر سے کیا کیجیے اوصاف بیان
طفلِ مکتب ہے ترے سامنے سحبان اخطل

حیدرآباد بدولت ہے تری مالا مال
ہے ترقیٔ زراعت تری تدبیر کا پھل

عہد میں تیرے رعیت ہوئی اسدرجہ امیر
گھر میں دہقانوں کے ہو شال بجائے کمل

یہ ترقی زراعت ہے دکن میں ہر جا
مزرعہ سبز نظر آتا ہے ہر دشت و جبل

آبپاشی کے وسائل جو کئے تو نے بہم
حوض تالاب سے ہیں رشکِ گلستاں جنگل

عہد میں تیرے یہ چوری کا ہوا استیصال
کہ زرِ گل بھی نہیں چھوتی ہے زنبورِ عسل

عدل سے تیرے یہ آباد ہیں دیہاتِ دکن
کیا تعجب ہے کہ ہو ثانیٔ لندن نرمل

کسکو جرات ہے جو دیکھے نظرِ بد سے تجھے
چشمِ نرگس بھی جو گھورے تو ابھی ہو احول

وہ فلک سیر ہے تیز فرس برق مثال　　دوڑ مین اسپ فلک سے بھی کہین پیچھے چل
بادپا ایسا کہ پائے نہ صبا گرد اوسکی　　دو طرار دن مین وہ افلاک سے جاتا ہی نکل
برق رفتار کہون گر تو غلط ہے تشبیہ　　برق مین کب ہے یہ تیزی یہ کہان ہی چھبیل
دم رفتار جو ہوتا ہے کبھی گرم عنان　　چشم خورشید سے ہو جاتا ہے دم مین اوجھل
خوبصورت ہے وہ ایسا کہ پری ہو عاشق　　چال ایسی ہے کہ ہر گام پہ دل جائین مسل
نظم شمسی رہے جب تک کہ فضا مین قایم　　چلتی جب تک کہ رہے انجم افلاک کی کل
شمس جب تک کہ رہے مرکز اجرام فلک　　چرخ دوار پہ جب تک کہ رہے برج حمل
رونق بزم کواکب رہے زہرا جب تک　　ماہ جب تک کہ دکھاتا رہے اپنی مشعل
چرخ پہ مہر کی جب تک رہے روشن قندیل　　سقف افلاک مین جب تک رہین اقمار زحل
منشی چرخ کے جب تک ہین دفاتر افلاک　　مشتری کا رہے جب تک کہ فلک شیش محل
کرہ ارض فضا مین رہے جب تک سیار　　کرہ ارض پہ ثابت رہین جب تک کہ جبل
تو سلامت رہے دنیا مین ترا جاہ وحشم　　رہے سرسبز ترا تا با ابد باغ امل

سر پہ ہو تیرے محب کے ترا دست شفقت
تیرے دشمن پہ رہے سایۂ منحوس زحل

نظم ایڈریس

جو جناب مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کی خدمت مین بروقت روانگی

سفر لندن جلسۂ دعوت احباب مین پیش کیگئی تھی۔

حیدرآباد ہے وہ مشتری علم و ہنر — جسکے دامن مین ہین ہر رنگ کے یکتا گوہر
مرکز فضل و کمالات ہے وہ ملک دکن — ہے زمین جسکی فلک ذرہ ہے مہر انور
ہے یہان مجمع اصحاب کرم اہل کمال — ہین برج فلک علم مین اک جا اختر
کوئی فردوسی ثانی ہے کوئی کالیداس — ہے دکن کا کوئی ملٹن تو کوئی شکسپیر
ہے کوئی نظم مین یان انوری و خاقانی — نثر مین سعدی شیراز کا کوئی ہمسر
وقت کا اپنے کوئی ذوق ہر کوئی غالب — بزم مین رزم مین ہے کوئی انیس و ہومر
کوئی حکمت مین فلاطون کوئی فیثاغورث — فلسفہ مین کوئی نیوٹن تو کوئی ہے کیپلر
کیمیا مین کوئی کامل ہے ریاضی مین کوئی — بے بہا علم معادن کا ہے کوئی گوہر
کوئی قانون مین ہے ملک دکن کا سولن — کوئی تدبیر مین بسمارک سے ہے بالاتر
کوئی تقریر مین ہے برک تو کوئی سسر — کوئی اسپیچ مین ہے ثانی کیشب چندر
کوئی ہمدردی اسلام مین سید احمد — فکر تہذیب نسا مین ہے کوئی خستہ جگر
اسی مجمع مین ہے اک مولوی بحر علوم — جنکی طینت مین ہے حلم اور تخلص ہے شرر
دل سے ہمدردی نسوان کا یہ دم بھرتے ہین — ہند مین ایسے بہت تھوڑے ہین ہمدرد بشر
انکے اخلاق کی تعریف کرون کیا مین بیان — ایک ہمدردی نسوان ہی ہی سب سی بڑھ کر
انکو گر ہند کا اسکاٹ کہون ہے یہ بجا — انکی تحریر مین خالق نے دیا ہے وہ اثر
انکو مضمون نگاری مین وہ حاصل ہی کمال — ایک ساعت کی جو فرصت ہو تو لکھین دفتر
دیکھتا انکے مضامین کو اگر ایڈیسن — پھر نہ لکھتا وہ کبھی بھول کے اسپکٹیٹر

لارڈ میکالے کی کیا اصل ہے انکے آگے　　دیکھتا ان کے مصنفات جو ہوتا ششدر
ان کی تحریر جو اسٹیل کہین پا جاتا　　پہلے سب علم کی کرتا وہ اسی کو از بر
ناولین ان کی ہین وہ گلشن نثر رنگین　　ہین نشین جنکی چمن لفظ ہین جن کے گل تر
گل الفاظ سے گلزار کا کہتے ہین جو سماں　　[illegible] نظر آتا ہے جیسے [illegible]
موج دریا کی روانی جو دکھاتی ہے کبھی　　جو ہر [illegible] قرطاس [illegible] پیدا ہو [illegible]
انکا دل کش ہے وہ ناول کہ ہو دل جس پہ فدا　　دل گداز ان کا ہے وہ جان ہو قربان جس پر
پائی رینالڈ نے انگلینڈ مین کب ایسی شہرت　　[illegible] اندر [illegible] سر
ہند مین ان کی تصانیف کی وہ شہرت [illegible]　　[illegible] ناولین ان کی [illegible]
سچ تو یہ ہے وہ مصنف ہی بڑا اہل [illegible]　　جنکی تصنیف کا ہوتا ہے دلون پر اثر
کہ بدل جاتے ہین اک قوم کے وہ [illegible]　　[illegible] جو انسان کا [illegible] جگر
ان جنینون کے لئے تیغ دو پیکر ہے قلم　　[illegible] سر کو چلتی ہے اڑاتی ہوئی سر
اہل تصنیف ہین وہ قوم کے جانباز دلیر　　جنکو فوجون کا نہ کچھ خوف نہ شاہون کا خطر
ان کی محنت ہی سے سرسبز ہے یہ باغ جہان　　ورنہ جز خاک نہ تھا اور کچھ اس کے اندر
یہ نہ ہوتے تو تمدن کا کبھی ہوتا نہ نشان　　رہتے بندر نظر آتے یہ جو ہین آج بشر
ان کی کوشش ہی سے پیدا ہوئے یہ علم و کمال　　انکے پہلے تو جہان مین تھی جہالت یکسر
کسکی محنت پہ ہے یورپ کو یہ سب ناز و غرور　　کسکے ہین سب یہ سلاطین و گدا دست نگر
کسکے دم سے ہوئے آباد یہ پیرس لندن　　کسنے بخشے ہین انہین علم کے پاکیزہ گہر
برکتین سب یہ تصانیف کی ہین یورپ مین　　ہے جہالت کا مگر ہند مین چرچا گھر گھر
یہان نہین اہل تصانیف کی کچھ عزت و قدر　　ہند مین ان سا نہین کوئی ذلیل و ابتر

جسکی قسمت میں ازل سے ہے فلاکت لکھی
وہی لکھتا ہے بیان شعبدۂ فن سے کے دفتر

ایک کوڑی کو بھی لیتا نہیں یاں کوئی کتاب
گو بھرے لاکھ کوئی نکتے کے اس میں گوہر

مفت گر دیجئے تو پھاڑ کے پھینکیں یہ ورق
بار یہ بھی ہے کہ رکھیں نہ اسے گھر کے اندر

پیش کرتا ہے مصنف جو کوئی اپنی کتاب
بخشنے تحفے سے کچھ پاتے نہیں اس پہ ظفر

اور فرماتے ہیں کیا فائدہ ہمکو اس سے
کار دفتر سے نہیں ہم کو بھی ہے فرصت دم بھر

مفت آتی نہیں دولت جو کریں صرف اسمین
ناچ گانے کے مجالس ہوں تو حاضر ہیں مگر

کون ملا ہے پڑھ پڑھ کے کتابیں ناحق
کیوں دکھائے کوئی آنکھوں کو بچا کے کیوں سر

ہمکو شطرنج سے کب ملتی ہے فرصت جو پڑھیں
سکے ہیں پھیر کے اخبار سے ہے گھٹا بستر

چھپنے مرنے سے ہیں تو ہم کے کیا اسطرح بچے
کیوں ہیں دستے ہیں پڑھانے کے معلم گھر پر

جب یہ ہے قدر صنعت تو اسکا بیت بچپن کیا
کیوں نہ ہو ہند کی اقبال سے حالت ابتر

کیوں بہکتا ہے محب پڑھ کوئی مطلع روشن
دیکھکر جسکو چھپے اپنا پھرا نور

مطلع

آج کس حسن و تکلف کا ہے سامان ڈنر
کہ ڈنر روم دکھاتا ہے ارم کا منظر

خوش نما پھولوں کے دستوں کی وہ میز پہ بہار
پر تکلف وہ قرینہ سے صراحی ساغر

نقرئی تشتریاں اور طلائی وہ پلیٹ
وہ چھری کانٹے وہ چمچے وہ بلوریں کنستر

نور افشاں ہیں قمر یا کہ ہیں لیمپیں روشن
چاندنی میز پہ ہے یا کہ ہے اجلی چادر

نیلے گلدانوں میں اس حسن سے ہیں پھول سجے
جمع جسطرح سے ہوں برج فلک میں اختر

قاب میں خوشۂ انگور ہیں یوں جلوہ فگن
جسطرح خوشۂ پروین کا فلک پر منظر

گو یہ سامان نہیں مہمان کے لائق لیکن
دوستوں کی ہے مگر نان جویں بھی خوشتر

ہے تواضع سے تو اظہار محبت مقصود — ورنہ اس لذت ادنیٰ سے ہے کیا لطف بشر

فخر یہ ہے کہ یہ مہمان ہے وہ صاحب علم — جسکو سرکار نے دی خدمت تعلیم پسر

تھا اسی کام کے لایق یہ خجستہ اطوار — مولوی شاعر و نثار و حلیم و بے شر

ہے محب کی یہ دعا پہنچیں سلامت لندن
ہو مبارک انہیں یارب یہ ولایت کا سفر

قصیدۂ تعلیمیہ

جو بوقت بنائے مدرسۂ آصفیہ واقع ملک پٹنہ لکھا گیا تھا

اے خوشا عہد کہ جس میں ہو عروج تعلیم — دولت علم جو ہاتھ آئے تو کیا ہفت اقلیم

چمن علم میں کیا فصل بہار آئی ہے — لڑکھڑاتی ہوئی مستانہ جو چلتی ہے نسیم

طور پہ جلوۂ حق پھر تو نظر صاف آیا — نور تعلیم سے روشن جو ہوئی چشم کلیم

فرض تعلیم کی ہے علّم آدم جو دلیل — تو ملایک پہ بھی ہے علم کی واجب تعظیم

گرچہ حادث ہے دو عالم کی ہر اک شی لاشے — ذات باری میں ہے لیکن صفت علم قدیم

اہل حکمت کی بزرگی میں نہیں کوئی کلام — خود خدا آپکو فرماتا ہے قرآن میں حکیم

قوت علم سے انسان نے کیا ہی کیا زیر — گرچہ ہے دیو سے بھی فیل زبردست جسیم

نور تعلیم سے ہے گلشن جنت یہ جہان — ظلمت جہل سے لیکن ہے یہی نار جحیم

علم قسمت میں ہے غیروں کی ہمیں جہل نصیب — واہ کیا خوب ہے اقسام ازل کی تقسیم

آج اس مدرسہ کی ہوتی ہے قایم بنیاد — جس سے نکلیں گے بہت عالم و ماہر تسلیم

سرپرست اوس کے ہین خود آپ شہ ملک دکن جنکی امداد سے تعلیم کو ہے فیض عمیم
اسکے حامی ہین جو نواب وقار الامرا کیون نہ توقیر ہو ہمت فلک سے بھی عظیم
افسر فوج دکن کی ہے یہ سب حسن سعی کہ بنا ہوتا ہے اس ملک مین قصر تعلیم
ہو وہ حکمت کی دکن مین بھی ترقی یارب کہ ہر اک طفل یہان کا ہو ارسطو سا حکیم
ہر جوان مرد جو خالد ہو بوقت پیکار تو شجاعت مین بھی سب عورتین ہون ام حکیم

نا سمجھ ہے تو محب کیا ہو امید تحسین
داد دیتا ہے تری نظم کی ہر مرد فہیم

اخبار

ہے مشیران دغاباز سے بہتر اخبار جھوٹ کہتا ہی نہین بال برابر اخبار
ہے معلم سا کوئی ہند مین برتر اخبار فوج اخبار کا ہے ایک یہ افسر اخبار
کیون نہ خوشبو سے معطر ہو دماغ ناظر نافۂ مشک ہے یا زلف معنبر اخبار
چھوٹی تختی ہو تو ہو پر ہون مضامین بلند فائدہ کیا ہے کہ کاغذ کی ہو چادر اخبار
شورش انگیز مضامین سے قیامت ہے بپا سازشون سے ہے بھرا فتنۂ محشر اخبار
فائدہ کچھ بھی ریاست کو نہین پہونچاتے کھینچتے ہین یہ رئیسون سے مگر زر اخبار
دشمن حق ہے جو لوگون کی خوشامد کے لئے وہی احمق وہی الو ہے وہی خر اخبار
سر بکف حق کی حمایت مین جو ہے بر سر جنگ ہے بہادر وہی غازی وہی صفدر اخبار
ناسمجھ کی تو نظر مین ہین یہ ردی پرچے جوہری کو ہے مگر معدن گوہر اخبار
ہے جو اخبار یہ ہر کار حکومت کا مدار دست حکام سے چھٹتا نہین دم بھر اخبار
اسکے پڑھنے سے ہے آئینہ ہر اک ملک کا حال سرمۂ چشم سلاطین ہو کیون کر اخبار

سنگ ریزوں سے بھی جو اہر بھی چمک جاتے ہیں
قابل قدر نہیں گرچہ دربان ہر اخبار

سنا کیا پڑھتے ہیں ... سے دل پژمردہ
گل مضمون سے جو ہوتا ہے معطر اخبار

کیوں نہ یورپ کے وزیروں کی ... تھا
ہے زبان قلم تو ار تیغ ... اخبار

ہند میں اہل ریاست ... شہرت
اور یورپ میں بنایا ہے گھر گھر اخبار

ہے یہ زیبا جو کہ معلوم کریں وحی سما
ہے یہی ہند کے پرچوں کا پیمبر اخبار

حامی بیکس و مظلوم وطن ... غریب
ظالموں کو ہے بھی تیغ دو پیکر اخبار

زر کے لالچ سے جو کرتا ہے کسی پر حملے
ڈاکوؤں سے بھی وہ بدتر ہے ستمگر اخبار

علم قانون وغیرہ ہیں سیاست کی بنا
... تدبیر منازل کا یہی ور اخبار

ہو گی دوزخ سے بھی بدتر ہیں وہ ...
ملا ایک بھی پڑھنے کو وہاں گر اخبار

صبح ہوتا ہے اسی سے تو ہمارے دولت
مرغ شہباز ... کا ہے شہپر اخبار

جو اخبار کے ... نے سے کھلے باب ستم
دست ظلمت میں یہی ایک تھا خنجر اخبار

روشنی چشم میں ... سے ہے تو اس سے ولیکن
رخ خورشید سے بڑھ کر ہے منور اخبار

جسکی ترتیب ... پر خراب ...
... سے کبھی ... اخبار

کار آمد ہوں ... مگر ساتھ اسکے
نکلے اوقات معین پہ برابر اخبار

جسکے الفاظ غلط ہوں مضامین ہوں پلید
ہے وہی گندہ دہن ہند کا مہتر اخبار

باغ پھولوں کا ہے کاغذ پہ کہ رنگین مضمون
باغ جنت کا قلم ہے کہ گل تر اخبار

سب طلب کیوں چلے آتے ہیں برابر پرچے
یہ کوئی ... ہیں یا ہیں قلندر اخبار

عام اخبار کا ... سے رسالے کا جو ہے نام
ندیاں علم کی ہیں تو سمندر اخبار

اسکی جانب ہے کبھی اور کبھی اس کی طرف
کودتا پھرتا ہے کیا کاغذی بندر اخبار

طفل مکتب ہیں ابھی سمجھنے کے لائق بھی تو ہوں ہیں یہ تو خیر منتظم ہے مگر اخبار
بار خاطر ہیں یہ حماقت پہ خوشامد کی ہے حصول یہ غزالی سے کے طلبہ ہیں سے بیچارے اخبار
بھوکوں مرتے ہیں مدیران جرائد تو یہاں اور یورپ میں ہے ہر ایک تونگر اخبار
ملک و ملت کی یہی لاتے ہیں خبریت پیہم نامہ بر قاصد اقوام - کبوتر اخبار
اہل مغرب کی جو تعلیم سے ہیں بے بہرہ اُن کے نزدیک ہے ردی سے بھی بدتر اخبار
بند کرتے ہیں یہ اخبار غضب کرتے ہیں حامیِ شہر ہے یہی ملک کا یاور اخبار
ملک کا ہاتھ جو ہے فوج تو دل اہل قلم پاؤں اسکے ہیں جو حکام تو ہے سر اخبار
مشتہر کرتا ہے اخیار کے اوصاف اگر تو چھپاتا نہیں اشرار کے بھی شر اخبار
ہے ہنر کو نہیں دنیا کی ترقی سے غرض روز پڑھتے ہیں کسی وقت ہنر ور اخبار
جسکے قبضے میں ہے ہر ملک کا کل بند و بست ہیں اسی تیغ حکومت کے یہ جوہر اخبار
جوش طوفان بغاوت یہی کرتا ہے فرو کشتی نظم ممالک کا ہے لنگر اخبار
خون فاسد کوئی ہو سینے نہیں پاتا پھوڑا دست فصاد حکومت میں ہے نشتر اخبار
خال و خط دیکھتا آئینہ سمجھکر اس میں ایک بھی پاتا جو اسوقت سکندر اخبار
آن کی آن میں دنیا کی خبر لاتا ہے یہ کوئی برق جہندہ ہے کہ صرصر اخبار
شب دیجور جہالت میں انہیں کی ہے چمک ہیں بروج فلک علم کے اختر اخبار
جس کے خلوت میں کیا کرتے ہیں پہروں باتیں وہ ہمارا ہے یہی مونس و دلبر اخبار

سنکے یہ کانپ گئے عاشق اخبار محب
ہوگا ہرگز نہ جہنم میں میسر اخبار

(۴۴)
تہنیت جشن سالگرہ مبارک سی و چہارم اعلیحضرت حضور پرنور بندگان عالی متعالی خلد اللہ ملکہم

الٰہی عہد میں حضرت کے ہر حیوان انسان ہو
کوئی بقراط ہو۔ کوئی فلاطون۔ کوئی لقمان ہو

علوم نافعہ کی ہو ترقی اس ریاست میں
ارسطو اور جالینوس ہر طفل دبستان ہو

یہاں آکر پڑھیں سب اہل یورپ درسگاہوں میں
مہیا عہد میں تیرے ترقی کا وہ سامان ہو

یہ ہو تعلیم نسواں کی ترقی ملک میں تیرے
کہ پردہ میں بھی ہر خاتون افلاطون دوران ہو

وہ آزادی و عفت ہو تیرے عہد مبارک میں
کہ گھر میں ڈر سے اوباشوں کے عورت اب نہ پنہاں ہو

ترے دور حکومت میں ہو عقد بیوگان رائج
کوئی بیوہ نہ تیرے ملک میں گریان و نالان ہو

ترے ظل حمایت میں پلیں اطفال لاوارث
یتیموں کے سروں پر دست مادر تیرا دامان ہو

ترے رعب عدالت سے بنے ہر پیرزن رستم
وہ اپنی جھونپڑی میں ہم سر شیر نیستان ہو

ترے عہد ہمایوں میں تمدن کا ہو یہ عالم
کہ ہر بستی ہو لندن اور ہر جنگل گلستان ہو

وہ تیرے دور میں حاصل ترقی ہو رعایا کو
کہ نواب اور راجہ گانون کا ادنی سا دہقان ہو

دکن میں ہن کبھی برسے کبھی بارش آب موتی کی
ترا ز خیر یہ عہد مبارک ابر نیسان ہو

دکن میں پھر نہ جور و ظلم کی اگلی سی رات آئے
ابد تک یا الٰہی تیرا مہر عدل تابان ہو

تری ہر فکر ہو صورت مجسم شرع و حکمت کی
ترے ہر فعل سے تصویر امر حق نمایان ہو

محب کے ان جواہر کی گران قیمت نہ ہو کیونکر
کہ جب شاہ دکن خود جوہری اعلےٰ سخندان ہو

محنت

ترے دم سے ہی جہان میں رونق جاہ و جلال — ترے قدموں سے لگی ہیں تاج و تخت و ملک و مال
خانہائے صنعت و حرفت میں جلوے ہیں ترے — ذات اقدس سے تری ہر علم و فن کو ہے کمال
کھیت باڑی باغ کیاری تجھسے ہیں شاداب سبز — باغبان و دہقان ترے فیض قدم سے ہیں نہال
دستگیری سے تری اہل صناعت ہیں غنی — مال و دولت ہے تری پُر زور کوشش کا مآل
نعمت دنیا خدا دیتا ہے اہل کار کو — اس مقولہ کی صداقت میں ہے کس کو قیل و قال
محنتی اقوام ہیں مانند گردوں سر بلند — سست قومیں ہر جگہ مثل زمیں ہیں پائمال
ہر جگہ ہے محنتی اشخاص کی حالت درست — ہے کسی کے سر پہ شملہ ہے کسی کے بر میں شال
محنتوں سے اہل یورپ ہیں جہان میں مالدار — کاہلی سے ہند کی دولت پہ آیا ہے زوال
محنتیں کرتے اگر ہم بندۂ عیش و نشاط — ہند کا ہوتا نہ ایسا قابل افسوس حال
سینکڑوں بیکار ہیں ہندوستان میں مرد و زن — کام میں اُن کو لگائے کون کس کو ہے خیال
کاہلوں کی اور ناکاروں کی کچھ گنتی نہیں — اہل محنت ہیں مگر اس قوم میں ہیں خال خال
کاہلوں کو خشک روٹی بھی نہیں ہوتی نصیب — محنتی اشخاص کھاتے ہیں پلاؤ و شیر مال
پھل ریاضت کے ہیں دنیا میں خوشی و مال و جاہ — کاہلی کے ہیں نتائج نکبت و رنج و ملال
گو یہ ممکن ہے کہ بے محنت ملے تخت و سریر — بے ریاضت پر حصول علم ہے بالکل محال
جسم و روحانی قوا محنت سے ہوتے ہیں قوی — بے ریاضت دم بدم آتا ہے طاقت میں زوال
کس قدر پر زور ہے حداد کا وہ دست راست — ہیں رگیں اس میں نمایاں جس طرح لوہے کا جال
ہاتھ سے وہ کام لیتا ہے سحر سے شام تک — ہڈیاں ہاتوں کی ہیں گویا کہ فولادی کدال

محنت و ورزش سے ہوتے ہیں قوی اعضا تمام
ہیں انہیں بچوں میں لاکھوں رستم و سہراب و زال

ہے کوئی عالم میں مخلوق خدا بے شغل و کار؟
دے کوئی مجھکو جواب اس کا کہ آسان ہے سوال

صبح سے تا شام خورشید فلک چکر میں ہے
رات بھر پھرتا ہے ماہ چرخ مثل کوتوال

سب ثوابت جملہ سیارات ہیں مشغول کار
محنتوں پر ان کی ہے خود انقلاب فصل و سال

پھرتے ہی رہتے ہیں دایم مشتری، زہرا، قمر
دم میں لاکھوں میل طے کرتے ہیں وہ ہر چال

گھومتی ہے اپنے محور پر زمیں لیل و نہار
کام دیتا ہے عطارد گرد شمس خوش چال

دوڑتا پھرتا ہے اطراف زمیں مہ فلک
کوئی ساعت بھی نہیں آرام کا اسکو خیال

نظم پروین رات دن لکھتا ہے منشی فلک
صلح کرتا ہے دبیر چرخ یا جنگ و جدال

شغل جلاد فلک گردن کشی ہے روز و شب
بار محنت سے زحل کو بھی رہائی ہے محال

ابر کو دیکھو تو وہ دن رات ہے مشغول کار
غرب سے تا شرق لیجاتا ہے بھر بھر کر پکھال

کوہ و صحرا، دشت و دریا، مزرع و باغ و چمن
گلشن عالم میں ہیں سب اسکی محنت سے نہال

باد کو دیکھو تو وہ بھی ہر نفس ہے کام میں
کھینچ لاتی ہے یہی بادل کو تا حد شمال

چاند سے روشن کمال و نقص دونوں ہیں محب
بدر ہے محنت سے وہ سستی سے گھٹکر ہے ہلال

مثنویات

رنگ محل

رات آئی ہوا ہوا شستہ زور ہے ماہ فلک پہ جلوہ افروز
ہر سمت برس رہا ہے کیا نور ہے رنگ محل بھی شمع کافور
شفاف ہے صحن وہ چاندنی کی چاندی کی ہے بام و در پہ قلعی
وہ دھوپ سی چاندنی میں اشجار ہیں برقعِ نور میں ضیا بار
پیپل کے درخت کے وہ پتے ہیں برق کی طرح سے چمکتے

(۱)

ہر سمت سکوت کا ہے عالم تھم تھم کے ہوا بھی لیتی ہے دم
چپ چاپ ہیں زیرِ آسمان سب ہے بند مثالِ غنچہ ہر لب
آتی ہے مگر فغاں کی آواز ہے دردِ جگر کی جو کہ دم ساز
اس رنگ محل میں کوئی محزون کرتی ہے جو آہ زیرِ گردون
پھٹتا ہے کلیجہ آسمان کا ہے ماہ کا چاک غم سے سینہ

(۲)

کہتی ہے کوئی بآہ و زاری مہجور اسیرِ غم کی ماری
"نواب! یہی ہے تیری الفت بی بی کی محبت و رفاقت
کھائی تھیں اسی کی تو نے قسمیں کیا کیجیے ہوں میں تیرے بس میں

اس قید میں تو نے مجھکو رکھا — ہے حبس دوام یہ کہ پہرا
کیا قابل شرم ہیں یہ کردار — ہے جرم مجھے کیا گرفتار
وعدہ تھا رہو گی ساتھ میرے — اب بند قفس ہے اور پہرے

(۳)

مجھ سے رہی بعد عقد الفت — باقی نہیں اب کوئی محبت
جب تک کہ رہی نئی میں دلہن — پروانہ تھا تو میں شمع روشن
اس درجہ ہوا ہے تیرا دل سخت — انکار سے آتے ہی سنے یک لخت
اسکی بھی نہیں سمجھے خبر اب — اُجڑا کہ بسا ہوا ہے گھر اب
جیتی ہے کہ مر گئی قفس میں — پوچھا نہ یہ تو نے دس برس میں

(۴)

ماں باپ کے گھر تھی شاد و خرم — دنیا کا نہ تھا مجھے کوئی غم
برتاؤ نہ تھا یہ ساتھ میرے — بندش تھی کوئی نہ کوئی پہرے
شوہر کوئی بے وفا و بے درد — کرتا تھا وہاں نہ دل مرا سرد
دیتا تھا نہ رنج دل کو دایم — تھی صحت روح و جسم قایم
تھا خوف کوئی نہ تھی کوئی فکر — تھا علم و عمل کا رات دن ذکر

(۵)

اٹھتی تھی سحر میں شاد و بشاش — احساس دلی تھے سر بسر فاش
خوش مجھ سے زیادہ تھی نہ بلبل — ہنس مکھ مجھ سا نہ تھا کوئی گل
کوئیل کی طرح سے کوکتی تھی — پہروں گھر میں اپنے بیٹھی

تھا حسن مرا اگر نہ ایسا — ہوتا تو دل کسی کا شیدا
تھا نہ طلب جو حسن بازار — پھر مول لیا تھا کیوں یہ آزار
کیوں مجھکو چھوڑا یا میرے گھر سے — مادر سے برادر و پدر سے
میری تھی وہاں تو قدر و قیمت — کرتا تھا ہر ایک مجھ سے الفت

(۶)

تھا عقد پہ اسقدر تو نازاں — گویا کہ ملا تھا ملک ایران
کہتا تھا یہی بصد محبت — بیگم تو بڑی ہے خوبصورت
کیوں شاخ سے تو نے پھول توڑا؟ — مرجھانے کو کیا زمین پہ چھوڑا!

(۷)

اب آہ وہی گلاب کا پھول — تو جس کو گیا ہے توڑ کر بھول
پژمردہ ہے اور رنگ ہے زرد — ہے چہرۂ ارغوان پہ کیا گرد
تھا اس پہ جو پہلے جان سے قربان — اب ہے وہی اس کا دشمن جان
باعث وہ زوال حسن کا ہو — عاشق جو کمال حسن کا ہو

(۸)

معلوم نہیں ہے تجکو یہ بات — ہو جاتا ہے دن بھی رنج سے رات
بڑھتا ہے ہجوم غم جو دل پر — گھٹ جاتی ہے روح تن کے اندر
الفت کا ثمر جو ہو عداوت — صدمہ سے ہو رنگ گل بھی چمپت
نازک پھولوں کو باد صرصر — شاخوں سے گراتی ہے زمین پر

(۹)

وحشی ہوں جہاں ہو تم فرد کس | کیسی بستی وہاں ہر ایک سے دشمن
پھولوں کا اکھاڑا اس کو کہیے | اندر بن کر اٹھیں ہیں رہتے
وہ چمپئی رنگ وہ اون کا جوبن | ہے ماند ضیا سے جسکے کندن
کیا سامنے اون کے جنگلی پھول | ہیں قیمتی باغ کے کل پھول

(۱۰)

چھوڑا تو نے وہ باغ نواب | ہر رنگ کے گل تھے جس میں شاداب
توڑا یہ پھول اک حماقت | فطری جسکی تھی شکل و صورت
وہ لالہ و گل یہ پھول سادہ | یکسان نہیں آب اور بادہ
خوش رنگ وہ تتلیاں چمن کی | پریاں وہ آتشی ہیں حنا کی

(۱۱)

دیہات کی عورتوں میں ہیں بھی | بے مثل حسین و خوبرو تھی
صحرا میں وہ گل ہیں خوبصورت | شہروں میں نہیں ہے جسکی قیمت
ہوتی جو کسان کی میں بیوی | وہ جانتا مجھکو ایک دیوی

(۱۲)

نواب! خیال ہے یہ میرا | حسن ظاہر پہ تو ہے شیدا
ہے بندہ حرص و نفس و عادت | رندوں سے ہے تیری گرم صحبت
تجکو کیا قدر حسن ذاتی | ہے صنعت و ساخت تجکو بھاتی
سچی تری رفیق بیوی | ہو رنگ محل میں یوں اکیلی!

(۱۳)

نواب یہ عقد تھا کہ بیداد — کی زندگی جس نے میری برباد
دیہات کی چھوکری سے شادی — کی تو نے تو ہاں بڑی خطا کی
تیرے لیے شاہزادیاں تھیں — عیش و عشرت کی دیویاں تھیں
میں کیوں نہ کروں تری شکایت — مظلوم ہے طالب عدالت

(۱۴)

ناقابل قدر حسن میرا — تھی قدر نہ اسکی تجھکو بیب
تھا حسن کا میرے تو ثنا خواں — چہرہ میرا تھا مہر تاباں
اب آہ وہی ہے مہر رخشاں — جو خاک میں سر بسر ہے غلطاں
کیوں عقد کیا تھا تو نے نواب — زوجہ کا نہ تھا جو پاس آداب
شادی تھی کہ عمر بھر کا تھا رنج — ہیں سانپ مجھے یہ زیور و گنج

(۱۵)

تہوار کو گاؤں والیاں جب — آتی ہیں تو کرتی ہیں ادب سب
جھک جھک کے سلام کرتی ہیں وہ — باتیں کرنے میں ڈرتی ہیں وہ
پہروں تکتی ہیں میرے کپڑے — جھومر پازیب اور توڑے
وہ یہ نہیں جانتیں کہ بیگم — پنہاں رکھتی ہے دل میں سو غم

(۱۶)

یہ گاؤں کی عورتیں ہیں سیدھی — ہے ان میں نہیں سمجھ ذرا بھی
معلوم نہیں ہے ان کو یہ بات — وہ دن ہیں خوشی سے غم سے میں رات
حالت ان کی ہے مجھ سے بہتر — بشاش وہ اور میں مکدر

غم ان کو ہے کم خوشی زیادہ کھانے سادے لباس سادہ
وہ سادگی ان کی وہ قناعت! قربان ہے جس پہ سب امارت

(۱۷)

مجکو یہ خوشی کہاں میسر چھوڑی نہیں رنج و غم نے دم بھر
وہ پیڑ ہوں جس کو باد صرصر کر دے راکھ آگ بنتے ہی جلا کر

(۱۸)

ظالم نواب! کیا غضب ہے کیا تجکو ذرا بھی خوف رب ہے
ہر ایک خوشی سے ہم ہیں محروم دنیا میں تو ہیں مگر ہیں معدوم
دریا دہ پہاڑ۔ باغ۔ جنگل وہ گھاس کا سبز فرش مخمل
یہ قدرتی سیر گاہیں سب ہیں ہم ان سے بھی بہرہ یاب کب ہیں
بدخو مغرور تیرے خدام انسان نہیں وہ تو ہیں دد و دام
جانے نہیں دیتے گھر کے باہر رکھتے ہیں ہمیشہ بند سب در

(۱۹)

یہ رات کا وقت ہو کا عالم! سوتے ہیں پڑے کسان بے غم
بیٹھی روتی ہوں میں اکیلی مونس کوئی نہ ہے سہیلی
وہ سامنے پیڑ پہ پپیہا تسکین دیتا ہے مجکو بیٹھا

(۲۰)

بڑھتی جاتی ہے یاس پیہم گھٹتا جاتا ہے خون ہر دم
وہ سامنے موت کا فرشتہ آتا ہے نظر سلام کرتا

نواب! ترا مکان ہو آباد رخصت ہوئی ہے ایسا یہ ناشاد

(۴۱)

سرد آہ بھری جو اس نے پیہم سینے سے نکل گیا وہیں دم
پھر آئی نہ کان میں وہ آواز تھا رنگ محل کو جس پہ ناز
وحشت چھائی جو اس مکان پر ششدر ہوا خوف سے ہر اک در

(۴۲)

پھر چاک کیا سحر نے داماں روتا خون نکلا مہر تاباں
رونے کی صدا اٹھی محل سے گذری وہ سینۂ جبل سے
کہرام مچا جو اس مکان میں شور محشر ہوا جہان میں

(۴۳)

بیگم کا جنازہ آیا باہر حبس دوام سے چھوٹی مر کر
زربفت کا ایک شامیانہ چار آدمیوں نے اس پہ تانا
عبرت انگیز گیت گاتے کچھ لوگ چلے قدم بڑھاتے
آگے پیچھے خدم حشم تھا شاہانہ جلوس سے نہ کم تھا
فیلوں پہ تھا روپیوں کا انبار اور گرد تھے ان کے اہل ادبار

(۴۴)

تابوت جو قبر پاس آیا بیگم کا ہوا یہاں بھی پردا
پردے نے نہ چھوڑا تا لحد بھی بیگم کی اسی نے جان لی تھی
اس چاند کو خاک میں ملایا تھا ماہ فلک سا جس کا تلوا

پھر لاش پہ اُس کی پھول ڈالے بیگم ہوئی قبر کے حوالے

(۲۵)

ویراں ہے کبھی ہوا نہ آباد پر رنگ محل جو اب ہے برباد
اب اس کا کھنڈر ہے جائے عبرت چھائی ہے ہر ایک سمت وحشت
گرنے سے جو رہ گئے ہیں کچھ در خود رو گھاس اُگ رہی ہے اُن پر
دیہات کی عورتیں وہ سب ڈر رہتی ہیں جو جنگل میں ہیں اکثر
آتی جاتی نہیں یہاں سے بچتی ہیں بہت وہ اس مکان سے
ہے بھوت پریت کا وہ مسکن فردوس نظیر تھا جو گلشن!

(۲۶)

سیاح کوئی جو بھولا بھٹکا آتا ہے کبھی یہاں بھی پھرتا
جب دیکھتا ہے وہ اس کھنڈر کو دیوار شکستہ اور در کو
سنتا ہے جو واقعات جانکاہ رونے لگتا ہے کھینچ کر آہ
افسوس عورتوں کی حالت ہے قابل رحم اور نفرت
بیگم کا یہ حال جو سنے گا دیوار سے سر عجب دھنے گا

سچا عشق

(۱)

پہنچے وہ دلفریب وادی وہ کوہ کا سلسلہ وہ گھاٹی
گنجان درختوں کا وہ جنگل وہ گھاس کا سبز فرش مخمل

کچا وہ مکان زیر اشجار　　نیچا در اور پست دیوار
ہے صحت دامن کا وہ مسکن　　طاعون کا ڈر نہ خوف رہزن

(۲)

اس گھر میں تھی ایک نیک اختر　　نو عمر۔ شریف۔ ماہ پیکر
ماں باپ کا سر پہ تھا جو سایا　　تھی اس کو نہ کوئی فکر دنیا
تھی ماں کی بس اب یہی تمنا　　دیکھوں آنکھوں سے اسکا سہرا
بعد اسکے مروں تو کچھ نہیں رنج　　جینے کی ہوس نہ خواہش گنج

(۳)

زینب بیگم تھا نام اوس کا　　تصویر تھی حسن کی سراپا
بھولی صورت وہ گل سے رخسار　　صحت کے عیاں تھے جس سے آثار
تھی صبح بہار نوجوانی　　رخسار تھے وہ یا ارغوانی
کھلتے جاتے تھے وہ گل تر　　ہوتا جاتا تھا رنگ خوشتر

(۴)

محلوں کی وہ مضمحل وہ مغرور　　ہیں عقل و شعور سے جو معذور
دیکھیں تحقیر سے خطا ہے　　اس پھول کو جو ابھی کھلا ہی
وہ فخر محل یہ ناز دیہات　　دونوں میں وہی ہے نور یکذات
ہیرے میں چمک ہے جس ضیا کی　　جگنو میں بھی ہے وہی تجلی

(۵)

تھی حسن میں بس کہ ماہ کامل　　ہر ایک جوان تھا اسپہ مائل

پڑتی تھیں اُسی پہ سب کی نظریں　　مایوس تھیں لڑکیاں گھروں میں
تھی نور کی شکل سر سے تا پا　　خورشید لقا و ماہ سیما
گو چودھویں رات کا قمر تھی　　پر حسن سے اپنے بے خبر تھی

(۶)

اک دن وہ زید آیا اوسکے گھر میں　　دیکھا کہ پری کھڑی ہے در میں
دونوں کی ہوئیں جو چار آنکھیں　　دل کے ہوئیں پار وہ نگاہیں
کھولے نظروں نے حال دل کے　　وہ تار نظر تھے جال دل کے
تھا زید بھی ایک جوان رعنا　　خوش رو و خوش خلق و فخر آبا

(۷)

ہوتے ہی اثر دونوں میں باہم　　بھرنے لگے دونوں عشق کا دم
دونوں کی حیا پاک تھی محبت　　کردی ظاہر انھوں نے الفت
خواہش نہ تھی اونکے دلمیں کوئی　　تھذیب ہو سند راہ جس کی
دل پاک تھے اور پاک نیت　　اسلام کی دونوں میں حمیت

(۸)

حاصل ہوئی عشق کی جو دولت　　دونوں کو ہوئی عجب مسرت
الفت کی کشش ہوئی جو باہم　　ملنے لگا لطف زیست ہر دم
لیکن قسمت ہو جب کہ دشمن　　کیونکر نہ جلائے برق خرمن
بیٹھیں دو دوست ملکے یک جا　　اس چرخ کو کب یہ ہے گوارا

(۹)

زینب کی بہن تھی ایک صغریٰ | جلتی تھی حسد کی سر سے تا پا
ناپاک تھی اس قدر طبیعت | اپنوں کا تھا رنج اسکو راحت
دیکھی اوس نے جو یہ محبت | دونوں سے ہوئی اوسے عداوت
چالیں چلتی تھی مکر کی یاد | سب اُس نے چلیں کہ ہوں وہ برباد

(۱۰)

تھا باپ بھی اس کا اسقدر سخت | فولاد کا دل تھا جس کا کم بخت
تھا رحم و کرم نہ اوس کے دل میں | الفت نہ تھی اُسکے آب و گل میں
پشتوں سے تھا پیشۂ زراعت | آتی ہے بدن میں جس سے طاقت
مٹی سے نکالتا تھا وہ زر | دراصل وہی تھا کیمیا گر

(۱۱)

وہ شعلۂ عشق عالم افروز | بڑھتا دیکھا جو اوس نے ہر روز
سمجھا کہ یہ راز ہوگا افشا | ہو جاؤں گا خلق میں میں رسوا
بیوی سے کہا بدل کے تیور | "زید آنے نہ پائے گھر کے اندر"
ناحق اوسکو تھا خوف عزت | دونوں میں تھی پاک جب محبت

(۱۲)

اوس سے ہوا زید جب کہ آگاہ | بس بیٹھ گیا وہ کھینچ کر آہ
دل میں آئے ہزار وسواس | گھٹنے لگی آس بڑھ گئی یاس
تھی عشق و خرد کے درمیان جنگ | ہردم چہرہ بدلتا تھا رنگ
غیرت کا یہ مقتضیٰ نہ جانا | تھا عشق کا حکم سر کٹانا

(۱۳)

آنے کی ہوئی اُدھر جو بندش　　　یان بھی ہوئی جذب دل کو جنبش
جھاڑی سے مکان کے پیچھے چھپکر　　　زینب کو وہ دیکھتا تھا اکثر
پہرون صحن مین جو کہ تھی ٹہلتی　　　روتی تھی کبھی کبھی سنبھلتی
سنتی تھی قدم کی جب وہ آہٹ　　　آنسو پھر پونچھتی تھی جھٹ پٹ

(۱۴)

آدھی شب تک سحر سے لیکر　　　پھرتا تھا اِدھر اُدھر وہ مضطر
آہون سے عیان تھی دل کی حالت　　　بڑھتی جاتی تھی روز وحشت
دن کی وہ دھوپ رات کی اوس　　　وہ حسرت و یاس اور افسوس
ان سب کا اثر ہوا یہ مل کر　　　گھٹنے لگے روح و جسم یکسر

(۱۵)

رخسار وہ دونو گُل سے شاداب　　　صحت کی تھی جن پہ آب اور تاب
تازہ وہ کھلے گلاب کے پھول　　　بلبل کی نظر تھی جن پہ مبذول
مُرجھائے چلی جو بادِ صرصر　　　تھا موسم گل خزان سے بدتر
اس عشق نے خاک مین ملایا　　　سارا حسن شباب اُس کا

(۱۶)

مان باپ نے دیکھی جب یہ حالت　　　دونو کے ہوئے حواس رخصت
دن رات مریض عشق کے پاس　　　بیٹھے روتے تھے وہ بصد یاس
تھا مانگتا باپ اُدھر دعائین　　　مان لیتی تھی اس طرف بلائین

مرنے کا جو وقت آگیا تھا ہوتا ہی نہ تھا اثر دعا کا

(۱۸)

غش سے جو مریض عشق چونکا بولا کہ یہی ہے اب تمنا
سب کو میرے پاس سے اٹھا دو صورت اس کی مجھے دکھا دو
ہے ہجر مین جسکے جان جاتی یہ موت نہ آتی گر وہ آتی
ہونے کو ہین بند اب یہ آنکھین حسرت ہے کہ اک نظر ہی دیکھین

(۱۹)

افسوس اُس وقت آئی زینب جب کام تمام ہو چکا سب
دست نازک سے اُسنے چھو کر دیکھا تو بدن ہے سرد یکسر
باران کا بندھا یہ چشم سے تار ڈوبے اشکون مین دو نور رخسار
اُس زرد گلاب پر بھی پیہم آنسو گرتے تھے مثل شبنم

(۲۰)

بے تابی دل تھی کھینچ لائی ماں باپ سے تھی وہ چھپکر آئی
لیکن تھی اُسے یہ فکر ہر دم کر دے نہ بہن پدر کو برہم
بے درد بہن وہ باپ ظالم! تھا غیظ و غضب کا جو کے خادم
سن لے جو کہین گئی ہے باہر جیتا چھوڑے نہ اُس کو دم بھر

(۲۱)

یہ سوچ کے گھر پھری وہ روتی سر پیٹتی اور جان کھوتی
آنکھوں کے تلے وہی تھا بیمار تھے زرد گلاب جس کے رخسار

تھا دل پہ جو رنج و خوف طاری
ہر ایک قدم تھا اس کو بھاری
تاریک وہ رات راہ سنسان
دو نو جانب کھنڈر وہ ویران
پُرخوف وہ الوؤن کی آواز
ماتم کا بجا رہے تھے جو ساز

(۲۲)

دل مین اسکے جو ور و غم تھا
چڑھتا ہر ہر قدم پہ دم تھا
اس درجہ خیال تھا پریشان
وہمی شکلین تھین سب نمایان
ہر ایک شجر حجر کے پیچھے
جھاڑی، دیوار، در کے پیچھے
آتا تھا چھپا نظر وہ دلدار
کرتا ہوا آہ و نالہ ہر بار

(۲۳)

اوہام کا پُرخطر وہ وادی!
ہے جس مین ہر اک بلا خیالی
جس سے ہے گذرنا سخت مشکل
شیرون کے بھی چھوٹ جاتے ہین دل
گذری وہ یہان سے تھرتھراتی
ہر ایک قدم پہ خوف کھاتی
ہر سمت سے آتی تھی یہی آواز
"دم توڑ چکا ہے تیرا ہمساز"

(۲۴)

پہنچی جب کانپتی وہ گھر مین
غش کھا کے گری مکان کے در مین
بیٹی کی یہ دیکھتے ہی حالت
مان کو ہوئی اک عجیب حیرت
پانی کو چھڑک کے منہ پہ بولی
کیون پڑگئی زرد شکل بھولی
صدمہ ہو کوئی تو منہ سے بولو
آنکھین اپنی ذرا تو کھولو

(۲۵)

غش سے چونکی ذرا وہ ناشاد — بولی کہ فلک سے کی ہے بیداد

اماں وہ جہان سے سدھارا — تھا مجکو جو جان سے بھی پیارا

دیکھوں گی نہ اب کبھی وہ صورت — تھی ایک فرشتہ کی وہ مورت

تھی مجھ سے تو اُس کو پاک الفت — اللہ کرے نصیب جنت

(۲۶)

اماں میرے دل میں ہے بہت درد — ہوتے جاتے ہیں دست و پا سرد

سینہ میں دل دھڑک رہا ہے — مرغ بسمل پھڑک رہا ہے

یہ کہکے ہوئی جو پھر وہ خاموش — مادر کے اوڑے یہ دیکھ کر ہوش

سمجھی کہ یہ اب نہیں سنبھلتی — رنگت ہر آن ہے بدلتی

(۲۷)

زینب نے بھری جو کانپ کر آہ — نکلی پھر تن سے روح ناگاہ

گوری گردن کا پھر تو منکا — ڈھلتے ہی ہوا بدن بھی ٹھنڈا

یہ دیکھکے ماں نے چیخ ماری — صدمہ سے ہوا غش اُسپہ طاری

رونے کا اوٹھا جو شور یک بار — پیدا ہوے حشر کے پھر آثار

(۲۸)

کرتے گر عقد اُن کا باہم — ہوتی نہ محبت اُن میں پھر کم

افسوس یہ ناگوار رسمیں — ہیں ہند کے لوگ جنکے بس میں

قید دائم وہ سخت پردا — فرضی وحیا کا ناز بیجا

ہیں سب یہ نتیجہ جہالت — رکھہ یاد محب کی یہ نصیحت

خواہش

خواہش یہی دل میں ایک ہو رب — عزلت میں کٹے یہ زندگی اب
ہو دامن کوہ بستر اپنا — سر پر ہو گھنے شجر کا سایا
سبزے کا بچھا ہو فرش مخمل — پھولوں میں بسا ہوا ہو جنگل
گرتا پڑتا مثال مے خوار — ہو آب رواں میان کہسار
وہ شہد کی مکھیوں کی آواز — قربان ہو جس پہ مطرب و ساز
رہنے کو ذراسی جھونپڑی ہو — سونے کو چٹائی بھی پڑی ہو
پڑا چھپر میں کوئی آ کے — رہنے سے لگے گھونسلا بنا کے
بیٹھے ہر بار اولتی پر — کرتا ہوا چہچہے برابر
بھولا بھٹکا ہوا کوئی گر — آجائے تو اس کا ہو یہی گھر
مہماں ہو شریک ما حضر ہو — باتوں میں تمام دن بسر ہو
آئیں نہ مگر یہ اہل دنیا — اغراض پر اپنے ہیں جو شیدا
صورت نہ خدا کبھی دکھائے — پرچھائیں سے ان کی اب بچائے
جنگل کے درندے ان سے بہتر — ان سے تو ہے ایک ان کی سو ڈر

خواہش ہو محب کی اب یہ پوری
تجھ سے تو ہو قرب سب سے دوری

قبرستان کی سیر

(۱)

ایک دن میں صبح کو گھر سے چلا — راستے میں ایک گورستان ملا
جی میں آیا کیجئے پھر اس کی سیر — ہیں یہاں اپنے بھی سوتے اور غیر
ہے یہ وہ شہر خموشاں جس میں اب — جمع ہیں زندیق - مومن - رند سب
عشق و حرص و کینہ و بغض و حسد — اختلاف مذہب و ملت کی کد
ان کی راحت میں نہیں کوئی مخل — ہے تمام آلائشوں سے پاک دل

(۲)

میرے دل میں آ رہے تھے یہ خیال — اور ان کی بیکسی کا تھا ملال
ساتھ میرے تھا جو لڑکا خورد سال — قابل دید اس کا تھا اسوقت حال
دوڑتا - ہنستا - اچھلتا - کودتا — پھر رہا تھا مرقدوں میں جابجا
میں تو آہستہ اٹھاتا تھا قدم — وہ چھلانگیں مارتا تھا دم بدم

(۳)

دیکھ کر میں نے یہ بچے سے کہا — بیٹھ چپ بیٹا! یہ تو کرتا ہے کیا
مرقدوں پر کودتا پھرتا ہے تو — پاؤں گر پھسلا تو پھر گرتا ہے تو
خفتگان قبر میں یہ شور و غل! — شاد گورستان میں ہے تو مثل گل
قہقہے تیرے یہ تیرا کھیل کود! — ان مزاروں میں جو ہیں جائے درود
نامناسب ہیں یہ تیری حرکتیں — ہیں یہاں اچھی نہیں یہ جراتیں

(۴)

پاس میرے آگیا وہ دوڑ کر — چپ ہوا پھر کھیل دم بھر چھوڑ کر
ایک لحظہ تک زباں تھی اسکی بند — پھر ہوا الٹی سب نصیحت اور پند

پھر ہوئی دل میں خوشی جو موجزن
چوکڑی بھرنے لگا جیسے ہرن

چھوٹے بچوں کی طبیعت یہ مزاج
جس پہ قرباں دنیا کا راج!

جز خوشی دل میں نہیں کچھ اسکے غم
اور ناخوش بھی ہوئے تو ایکدم

چھوڑ کر انگلی لگا پھر دوڑنے
کھلونے یا پھول سے پتے توڑنے

(۵)

شیخ پھر میں نے نہیں اوسکو کیا
عقل و فطرت کا یہی تھا مقتضی

عقل میں میری ہوا پھر انقلاب
بعد طوفاں جس طرح ہو صاف آب

جب رخِ فطرت پہ کی میں نے نظر
کھل گئی چشمِ بصیرت سر بسر

ایک دم دیتی ہے جو فطرت سبق
وہ نہیں دیتے کتابوں کے ورق

(۶)

عقل نے دی بڑے کے یہ مجھکو صدا
غم نہیں مردوں کا فطرت کو ذرا

ان مزاروں پر جو ہے اونچا فلک
رنگ ماتم کی نہیں اس میں جھلک

خوش نظر آتا ہے ہر جا آسمان
کوئی گورستاں ہو یا گلستاں

میں نے گاؤں میں تماشا یہ دیکھا
ایکساں خوش رنگ ہے اور خوشنما

(۷)

خوشنما وہ ابر کے ٹکڑے سفید
آسماں میں جو نہیں یکجا ہیں قید

کس خوشی سے آتے جاتے ہیں مدام
سوگ سے مردوں کے انکو کیا ہے کام

جو شعاعِ مہر پڑتی ہیں یہاں
ان میں بھی غم کا نہیں کوئی نشاں

ایکساں ان کی یہاں بھی ہے چمک
قبر کے سبزے پہ رنگوں کی جھلک

(۸)

دیکھ وہ اک قبر کہنہ ہے وہاں — مٹ گیا ہے جس کی تربت کا نشاں
پڑ گئے ہیں غار جس میں جا بجا — ہے سرہانے جس کے پتھر اک کھڑا
اس میں سوتا ہے پڑا بیکس کوئی — اٹھ گیا ہے دہر سے بے بس کوئی
اس لحد سے جھانکتے ہیں کچھ شجر — پھول ان کے بھی ہیں شاید دیدہ تر
آسماں کو دیکھتے ہیں سب یہ پھول — شاد ہیں چہرے سے ہیں اس کے ملول

(۹)

چیلیں منڈلاتی ہیں گورستان پر — اور گزرتے بھی یہاں سے کچھ بشر
وہ نہیں یاں سے گزرتے جلد تر — ہے خطر مردوں سے ان کو کیا خبر
دیکھ وہ چھوٹی سی چڑیا قبر پر — کس طرح بیٹھی ہے بے خوف و خطر
کس خوشی سے کر رہی ہے چہچہے — جن کو مردے بھی شاید سن رہے

(۱۰)

گر یہ ہوتا مقصد فطرت کہ ہم — سوگ میں مردوں کے ہوں مصروف غم
روئیں پیٹیں سینہ کوٹیں بار بار — اور چھوڑیں زندگی کے کاروبار
تو خدا کرتا نہ پھر پیدا یہ نور — جس میں دائم زندگی کا ہے ظہور
اور یوں بچوں کے دل میں یہ خوشی — موج زن ہوتی نہ پھر از خود کبھی

(۱۱)

چرخ پہ نور فطرت یہ بہار — یہ خوشی بچوں کی از خود بار بار
پھول یہ ہنس مکھ یہ رنگ آسمان — یہ ہوا سبزی یہ مرغ نغمہ خواں

دے رہے ہیں یہ گواہی سب کے سب — سب فنا ہیں اور باقی ذات رب

زندگی میں خوش رہو ہر دم محب
اور چھوڑو فانیوں کا غم محب

سوچ سمجھکر چلو اور اندھی تقلید کو چھوڑو

(۱)

سوچو سوچو نہ سوچنے سے ڈرو — کچھ نہ اظہار حق سے خوف کرو
لوگ دھمکائیں پر نہ تم مانو — فرض اظہار امر حق جانو

(۲)

ریت رسموں کے تم نہ ہو پابند — قوم کو جن سے پہنچتا ہو گزند
چھوڑ دو سب یے دھرک بری رسمیں — نہ پڑو ان بلاؤں کے بس میں

(۳)

تم کرو اپنی عقل سے سب کام — اور تقلید کا نہ لو تم نام
دانش و عقل ہے وہ جوہر فرد — رد یہ رو جس کے آب گوہر گرد
یہ دُر بے بہا ہے جسکے پاس — کب وہ چھوتا ہے گوہر والماس

(۴)

جس کو تم جانتے ہو راہ خطا — کب قدم مارتا ہے اس میں روا
بھیڑیا چال تم کبھی نہ چلو — آنکھیں رکھکر نہ بادلی میں گرو
عقل کو رہنما بناؤ تم — راہ تقلید پر نہ جاؤ تم

عقل جسکو بجا کہے وہ کرو — سوچ کر ہر قدم پہ پاؤں دہرو
عقل کی راہ پر سے چلے جاؤ — ٹھوکریں جا بجا نہ تم کھاؤ

(۵)

پوری قوت سے تم کرو ہر کام — تاکہ حاصل ہو کام کا انجام
خدمت قوم فرض ہے سب پر — تم بھی باندھو محب کمر کس کر

آدمی کو کام کرنا چاہیے

(۱)

زندگانی نہیں ہے وہم وخیال — آخر اس کا بھی تو کوئی ہے مآل
مردہ وہ زندہ ہے جو ہے بیکار — چوب ہے وہ شجر جو لائے نہ بار

(۲)

ال دنیا ہے ظاہرا خوش رو — اور باطن میں ہے بے وفا بدخو
ہو کا کھاتے ہیں اسکے عقل وحواس — اسکی الفت کا پھل ہے حسرت و یاس

(۳)

وح باقی نہ جسم قائم ہے — ذات حق ایک حی دائم ہے
بر انسان کی ہے جائے قرار — دوڑ اوس کی فقط ہے تا بہ مزار
یر فانی ہے مادہ لیکن — ہے عدم جس کا محض نا ممکن
اک سے جو بنا وہ ہوگا خاک — مادہ کو نہیں ہے اس سے باک

(۴)

غایت زندگی نہیں ہے عیش — اور نہ مقصود عمر عقد و تشویش
ہے مگر زندگی کا یہ مقصد — رہو مشغول کار تا بہ لحد
تا کہ تم آج سے ہو کل بہتر — شجر عمر لائے برگ و ثمر
تا کہ طے ہوں منازل عزت — دور ہو جائے پستی و ذلت

(۵)

ہے رہِ علم سخت دور و دراز — مشکل انجام سہل ہے آغاز
وقت جاتا ہے اس طرح سے گزر — جیسے گلشن سے گزرے باد سحر
عمر کوتاہ حرص طول و طویل — ہر گھڑی بج رہا ہے کوس رحیل
راستے میں ہیں جا بجا رہزن — مرگ نزدیک اور دور وطن

(۶)

کر نہ اس رزمگہ میں ہمت پست — لڑ تو نفس لعین سے دست بدست
خوف سے بھاگ تو نہ مثل وحوش — سامنے ہوں اگرچہ لاکھ جیوش
فتح میدان زندگی کر تو — بزدلانہ نہ بھاگ کر مر تو
رزم دنیا کا جیت لے میدان — تا کہ رہ جائے تیرا نام و نشان

(۷)

کیا بھروسہ ہے زندگی کا کل — خوشنما گو ہوں باغ ہائے امل
کر نہ تو اعتبار آئندہ — نفس بد خو کا ہو نہ تو بندہ
وقت مردہ ہے جو گزرتا ہے — وقت بھی جیتا اور مرتا ہے
وقت موجودہ ہے مگر زندہ — اور ماضی کو جان تو مردہ

(٨)

زندہ اوقات میں کرو کچھہ کام　　　خون کرنا ہے وقت کا بھی حرام
تم بھروسہ کرو خدا پہ فقط　　　جز خدا آسرا ہے سبکا غلط
صبر و محنت سے کوئی کام کرو　　　زندگانی میں کچھہ تو نام کرو

(٩)

اچھے لوگوں کے تذکرے سنکر　　　دل پہ ہوتا ہے واقعی یہ اثر
کہ کریں ہم بھی کوئی اچھا کام　　　چھوڑ جائیں جہان میں اپنا نام
کوچ ہوگا ہمارا تو اک دن　　　چھوڑ جائیں گے نقش پا لیکن
ہوگا سنگ نشان یہ نقش قدم　　　رہنما سے مسافران عدم
کوئی گم گشتہ مضطرب خستہ　　　دیکھہ کر اس کو پائیگا رستہ
اس سے ڈھونڈیگا راہ کا وہ سراغ　　　نقش پا ہوگا راستہ کا چراغ
راہرو کی بندھایگا ہمت　　　آگے بڑھنے کی ہوگی پھر جرأت

(١٠)

چست باندھو کمر اٹھو یارو　　　اسقدر ہمتیں نہ تم ہارو
اپنی حالت کو کچھہ درست کرو　　　بے زبانوں کی طرح تم نہ مرو
قوم کا بھی کرو مگر کچھہ کام　　　زندگانی کا ہے یہی انجام

اے محب تو بھی قوم پر ہو نثار
نوع انسان کا گر تو ہے غمخوار

رات

رات ہے وقت راحت و آرام — شام لاتی ہے خواب کا پیغام
حرکت کے ہے بعد عیش سکون — نشۂ مئی سے لطف سے ہے فزون
وہ بچھونے پہ لیٹنا تھک کر — کیا ہی دیتا ہے لطف تا بہ سحر
سر کے نیچے وہ گدگدا تکیہ — زانو سے حور کے بھی نرم سوا
بخشتا ہے وہ روح کو فرحت — مسند جم کو اس سے کیا نسبت

وہ تھکے ماندے دن کو عضو بدن
نرم گدے پہ پھیلکر ہیں مگن

رات ہے خواب دیکھنے کا وقت — نقش پر آب دیکھنے کا وقت
یاد آتے ہیں واقعات کہن — گہہ خوشی اور گاہ رنج و محن
نظر آتی ہیں وہی تصویریں — یہ تخیل کی سب ہیں تحریریں
عالم خواب اور بیداری — مستی و غفلت اور ہوشیاری
دونو حیرت فزا ہیں ایک طلسم — حالتیں مختلف ہیں ایک ہی جسم

خواب بھی ہے عجیب سر خدا
بھید اسکا نہیں کسی پہ کھلا

رات ہے وقت کاروبار دماغ — ظلمت جہل میں ہے علم چراغ
ہے یہی موسم زراعت علم — جمع ہوتی ہے جس میں دولت علم
علم کے وہ خزائن مدفون — کھودنے میں پسینہ جنکے ہی خون

کتب درسی میں سب ہیں پڑھے — پھیرے کاغذ کی کان میں ہیں گڑھے
ہاتھ آتے ہیں جس کے یہ گوہر — وہ ہیں شایان عصمت سے بہتر

ہیچ ہے اسکے سامنے دولت
علم و فن کی ہے ہر جگہ عزت

رات ہے وقت گریہ و زاری — ہے ہر اک پل پہاڑ سے بھاری
واقعات گذشتہ بصورت حال — آتے ہیں روبروئے چشم خیال
یاد آتے ہیں جو ہے رنج و محن — تازہ ہوتے ہیں داغہائے کہن
بچھڑے فرزند و خویش و یار شفیق — ہیں تصور کے رات ہی کو رفیق
ساتھ لاتے ہیں اپنے تحفۂ رنج — دل کو دیتے ہیں نذر اشک کا گنج

روتا پچھلے پہر وہ بیوہ کا
دل پہ نشتر لگاتا ہے بخدا

رات ہے وقت دید جلوۂ یار — جان پروانہ شمع پر ہے نثار
کوئی فرقت نصیب تا بہ سحر — تارے گنتا ہے صحن میں آکر
کوئی تکتا ہے لیٹا بستر پر — یاد دلبر میں پھر ون روئے قمر
ہیں کسی کے جو کان آہٹ پر — ٹکٹکی باندھے ہے دیکھتا ہے در
بزم عشرت میں کوئی ماہ جبین — دیکھتا رقص ہے بصد تمکین
کوئی تکتا ہے چہرۂ بیمار — ہاتھ دھرتا ہی نبض پر ہر بار

کوئی میت کے پاس بیٹھا ہے
سر جھکائے اوداس بیٹھا ہے

رات ہے وقت فکر و غور جہان　　کھلتے ہیں سر قدرت کے سر نہاں
اہل دل کی یہی تو ہے معراج　　عقل اول کی ہے یہی سرتاج
روح جاتی ہے تا بہ چرخ بریں　　دم میں آتی ہے پھر یہ سوئے زمیں
دل جو ہوتا ہے رنگ حرص سے پاک　　نقش آتے ہیں اس میں نور افلاک
مثل فوٹوگراف عکس سما　　دل ہے کیا آئینہ ہے جادو کا

ایک آئینہ میں ہیں دو عالم
ہے وجود اس طرف ادھر ہے عدم

رات ہے وقت غور آمد و صرف　　جانچتے ہیں حساب جو شئے ہو صرف
آمد و خرچ اور سود و زیاں　　یہی کرتے ہیں کار جو ہیں اہل آں
دیکھتے جو نہیں حساب و کتاب　　اُن کا ہوتا ہے کاروبار خراب
دل سے لیتے ہیں اہل دل بھی حساب　　جانچتے ہیں عمل کی روز کتاب
خوبیاں نفس کی جو پاتے ہیں　　غیض سے پیچ و تاب کھاتے ہیں

ڈانٹتے ہیں وہ نفس کو ہر بار
تا نہ بگڑے عمل کا کاروبار

رات ہے وقت رخصت آخر　　جو ہے دنیا کی کلفت آخر
وقت رحلت جو آگیا ہے قریب　　جمع ہیں گرد سب عزیز و قریب
روتے ہیں دیکھ دیکھ کر صورت　　سب پہ طاری ہے رنج کی حالت
روح کرتی ہے رخصتی جو سلام　　گھر میں مچتا ہے پھر تو اک کہرام
پھر نہیں دیکھتی وہ پھر کے ذرا　　اوسکو رونے کی کچھ نہیں پروا

چھوٹ جاتے ہیں سب حبیب و عدو
ساتھ جاتے ہیں کار ہائے نیکو

فرشتے کی سرگوشیاں

وہ شبِ ہجر وہ غمِ فرقت | ہو کا عالم وہ ہر طرف وحشت
وہ ستم دہ ہوا کا جوش و خروش | ہیں ہوا جس سے آندھیوں کے بھی ہوش
بیٹھی ہے اک مکان میں ایک حسین | متفکر شکستہ دل غمگین
رخ پہ پڑتا ہے جیسے شمع کا نور | نظر آتا ہے صاف جلوۂ طور
اشک جاری ہیں لب پہ ہے یہ فغاں | پیارے جعفر! جہاد پہ ہو کہاں
ہو سمندر میں یا کہ میدان میں | خیمہ میں رن میں یا کہ زندان میں
خیر سے لائے گھر تمہیں اللہ | مانگتی ہوں دعا یہ شام و پگاہ

یاد شوہر میں روتی جاتی ہے | اور موتی پروتی جاتی ہے
گوندھتی ہے جو موتیوں کا وہ ہار | درِ انجم ہیں ہر لڑی پہ نثار
ایک بچہ حسین و مہ پارہ | جس سے روشن ہے سارا گہوارہ
خواب راحت میں سو رہا ہے پڑا | دل میں خوش ہونے ہو رہا ہے بڑا
ننھے ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے | رخ روشن پہ جگمگاہٹ تک
ماں یہ کہتی ہے بوسے لے لے کر | اے میرے خندہ رو حسین پسر
جانتی ہوں فرشتگان خدا | تیری کرتے محافظت ہیں سدا

تجھ سے کرتے ہیں کانا پھوسی یہ — ان سے کر التجا ذرا سی یہ
ہوں تیرے باپ کے بھی وہ نگران — بحر میں ہو کہ ہو سر میدان

تو تو سوتا ہے پر وہ ہیں بیدار — دشمنوں سے تیرے وہ ہیں ہشیار
ہے یہ دنیا مصیبتوں کا مکان — جمع ہیں اس میں لاکھوں ہی شیطان
پر کسی کی نہیں ہے یہ طاقت — کہ بلا حکم رب کرے حرکت
کر دعا یہ اسی خدا سے تو — کہ بچا اوسکو ہر بلا سے تو

شب ہجران کی پھر ہوئی جو سحر — تو تڑکے جعفر آیا گھر
دیکھتے ہی اوسے وہ ماہ لقا — ہکا بکا کھڑی رہی اک جا
آنسو مارے خوشی کے بہنے لگے — حال دل طفل اشک کہنے لگے
شادی مرگ ہے جو وصل حبیب — عاشقوں کو نہیں ہے عیش نصیب
راحت قلب جوش میں ہے کہاں — اس پہ قربان جہان کی خوشیاں
اپنے بچے کو پھر لگا کے گلے — "بولی بابا تمھارے تم سے ملے
جانتی تھی ملک اوترتے ہیں — تجھ سے سرگوشیاں وہ کرتے ہیں
باپ سے بڑھ کے مہرباں ہے خدا
کیوں نہ بچوں کی پھیرتے وہ دعا"



غلطنامہ دیوان محب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲	۱۱	+	جو غنچہ	۹۸	۱۷	کا	گا
۳۳	۲	دیکھیں	دیکھو	۱۱۸	۴	جل	اجل
"	۱۳	اسیکے	اسکے	۱۲۲	۹	شکرے	شکوے
۴۰	۱۱	دیکھیے	دیکھیے	"	۱۴	جیواذنکے	جیوانونکے
۴۳	۹	تر	نہ	۱۲۳	۶	نولاد	فولاد
۴۴	۷	لون	دلون	"	۱۶	شیر	تیر
۵۰	۳	منتصور	منصور	۱۲۴	۹	شمسیر	شمشیر
"	۱۸	یہ	×	۱۲۷	۱۶	چرہا	چڑہا
۵۲	۴	خاکی	خالی	۱۳۴	۵	و-	خوسے
۶۰	۱۵	بہرملا	ہرملا	"	۱۴	پرمیاا	پرلماسے
۶۱	۷	بیٹھکر سے صورت نقش قدم اوٹھتا نہیں	بیٹھکر صورت نقش قدم اٹھتا نہیں	۱۳۵	۵	رنگ جانفزا	رنگ وبوسے جانفزا
۶۴	۱۸	اہینے	اٹھتے	۱۳۸	۴	ڈوبتے	ڈوبنے
"	۱۹	یہان	جہان	"	۱۵	دالی	ڈالی
۶۹	۱۸	ہ	وہ	۱۴۱	۱۷	چہپیے	چھپنے
۷۱	۷	کہٹکر	گہٹکر	۱۴۲	۷	بجہی	بجھی
۷۵	۷	تصدق آپ پہ جیا نثار ہو کرنہ ہو	تصدق آپ پہ جیا نثار ہو کہ نہ ہو	۱۴۳	۱	ہر	+
۸۰	۱۱	تینتیس	تنتنس	۱۴۷	۱۰	سینسر	سینسرو
۸۲	۴	قسانی	نسانی	۱۴۹	۶	تہین	نہین
۸۲	۹	عید و قربان	عید قربان	۱۵۴	۸	اخبار	اخیار
"	۱۹	اہسان	اہلہان	۱۵۵	۵	صناحت	صناعت
۸۴	۱۱	ایک	اک	۱۶۰	۱۸	تری	تیری
۸۵	۲	اک	ایک	۱۶۱	۱۸	فرضی وحیا	فرضی وہ حیا
"	۳	عیش و	+	۱۸۰	۹	نقش پرآب	نقش برآب
۹۲	۱۹	وہ	دو	۱۹۰	۱۹	×	رہ حق میں تجھے شوق نہین غیر سے بھی ہرگز ہمین یہ بزد کیا ہین [illegible]
۱۴۴	۱۳	عوض	حوض				

تصنیفات محب

رباعیات محب - اس میں مختلف فلسفی مضامین کی کارآمد رباعیات ہیں -

۴ر

ڈراما - اس میں ایک بوڑھے نواب کی شادی کا خاکا کھینچا گیا ہے اور ہندوستان کی بعض لغو رسمیں بتائی گئی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

میرا پہلا جرم - یہ ایک دلچسپ ناول ہے جس میں فرانس کے بدمعاشوں کے مفصل حالات درج ہیں - ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہر

دیوان محب - اس میں مختلف فلسفی مضامین پر غزلیں وغیرہ لکھی گئی ہیں نمونہ موجود ہے - ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہر

رسالہ معلم نسوان کی گذشتہ جلدیں - یہ جلدیں عورتوں کی معلومات کا ایک عمدہ ذخیرہ ہیں ان میں ان کے متعلق ہر قسم کی واقفیت ملتی ہے ہر ایک پوری جلد کی قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللعہر

اور متفرق رسالہ جات کی قیمت فی درجن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عاکر

اگر تاجران کتب ان کتابوں کو خرید کرینگے تو ان کو ۲۵ روپیہ سینکڑا کمیشن دیا جائیگا